تاریخ طب
MD MUSTAFA
اطبأ قدیم
پروفیسر سید علی حیدر جعفری

MD MUSTAFA
میرے والد والدہ
کے لئے دعائے مغفرت کریں
اور آپ حضرات اپنی دعاؤں میں
مجھ خاکسار کو بھی یاد رکھیں
آمین ثم آمین

تاریخِ طب و اطباءِ قدیم

سیّد علی حیدر جعفری

مصنف و تصنیف

نام : سید علی حیدر جعفری
اسناد : بی۔ آئی۔ ایم۔ ایس، ایم۔ اے
ممتاز الافاضل پروفیسر و صدر
شعبہ معالجات، اجمل خاں
طبیہ کالج مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

سنہ طباعت سوم ۱۹۹۴ء
کتابت : کیلی گرافی ہاؤس امیر منزل ۹/۹
قلعہ روڈ، اے ایم یو علی گڑھ
باہتمام صبا پبلشرز پوسٹ بکس نمبر ۱۰ علی گڑھ
تعداد : ۵۰۰

دیگر تصانیف : (۱) مفتاح معقولات (۲) معالجات نظام ہضم و تولید و تناسل (۳) معالجات حمیات (۴) معالجات امراض اطفال (۵) ترجمہ حاوی کبیر جلد سوم، چہارم، ہفتم، ہشتم، نہم

ملنے کا پتہ

سید ولی حیدر جعفری
زہرہ باغ، دودھپور، علی گڑھ
۲۰۲۰۰۱

انتساب

اپنے

مرحوم بھائی

وصی حیدر صاحب

کے

نام

جن کی تربیت نے نامساعد حالات میں
جینے اور کام کرنے کا سلیقہ سکھایا

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر	نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۱	پیش لفظ	۷	۱۷	علی بن ربن الطبری	۷۳
۲	طب کی ابتدا	۹	۱۸	حنین بن اسحاق	۷۹
۳	بابلی طب	۱۱	۱۹	الطبیب النصرانی یوحنا بن ماسویہ	۸۵
۴	مصری طب	۱۳			
۵	ہندی طب	۱۵	۲۰	ثابت بن قرہ	۸۹
۶	یونانی طب	۱۷	۲۱	ابو بکر محمد بن زکریا رازی	۹۲
۷	قدیم دار التراجم	۱۹	۲۲	اسحاق بن سلیمان اسرائیلی	۱۰۸
۸	یونانی علوم وفنون کی اشاعت کے مراکز	۲۳	۲۳	ابو الحسن طبری	۱۰۹
			۲۴	علی بن عباس مجوسی	۱۱۱
۹	قدیم شفاخانے	۲۷	۲۵	ابن جلجل	۱۱۳
۱۰	بقراط	۳۳	۲۶	ابو القاسم زہراوی	۱۱۵
۱۱	ارسطو	۴۳	۲۷	ابن ہیثم	۱۲۱
۱۲	ہیروفیلوس	۴۷	۲۸	ابو سہل مسیحی	۱۲۷
۱۳	ایراسسطراطوس	۴۹	۲۹	شیخ الرئیس ابن سینا	۱۳۹
۱۴	دیسقوریدوس	۵۲	۳۰	ابن وافد	۱۴۱
۱۵	جالینوس	۵۴	۳۱	عیسیٰ ابن علی الکحال	۱۴۲
۱۶	جابر بن حیان	۶۶	۳۲	ابن بطلان	۱۴۳

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۳۳	ابنِ جزلہ	۱۴۵
۳۴	شرف الدین اسماعیل جرجانی	۱۴۶
۳۵	ابنِ زہر	۱۵۰
۳۶	ابن رشد	۱۵۲
۳۷	ابن باجہ	۱۵۶
۳۸	موسیٰ ابنِ میمون	۱۵۷
۳۹	نجیب الدین سمرقندی	۱۵۸
۴۰	عبداللطیف بغدادی	۱۶۰
۴۱	ابنِ بیطار	۱۶۴
۴۲	ابنِ خطیب	۱۶۸
۴۳	کمال الدین فارسی	۱۶۹
۴۴	مصادر	۱۷۱

پیش لفظ

روایتوں کا لہو جنسِ رائیگاں تو نہیں — جدید خاکوں میں بھر لو یہ رنگ بہتر ہے
یہ کیا کہ اپنے ہی چہروں سے لوگ ڈر جائیں — اسی کا نام ہے صیقل تو زنگ بہتر ہے

مختار ہاشمی

طالب علمی کا وہ دور جس میں درس میں شریک ہوتا تھا، کچھ اساتذہ نے پڑھایا لکھایا، یا کچھ خود پڑھ لکھ لیا، امتحان دیا اور پاس ہو کر آگے بڑھ گیا۔ برسوں یہ سلسلہ چلا تھا، کتنا اچھا دور تھا، ہر اس شخص کو جو طالب علم رہ چکا ہے وہ سہانا دور یاد آتا ہے۔

اسی طالب علم کے لئے علمی دنیا میں دوسرے حصہ کی زندگی پہلے دور سے بالکل مختلف ہو جاتی ہے ـــــ کہنے کو تو پڑھاتے ہیں لیکن پہلے خود پڑھتے ہیں اور اس انداز سے پڑھتے ہیں کہ خود مطمئن ہوں یا نہ ہوں دوسروں کے دل و دماغ کے لئے اطمینان کا سامان ضرور فراہم کر دیں۔ ہر سوال کا جواب اس طرح سے دیں کہ جذبہ سوال و جواب مجروح نہ ہونے پائے ـــــ یہ کتنا مشکل کام ہوتا ہے اس کا اندازہ اساتذہ ہی لگا سکتے ہیں۔

بہت سے سوالات ایسے ہوتے ہیں کہ کلاس میں جواب دے کر پیچھا چھڑا لیا جاتا ہے لیکن کچھ سوالات ایسے ہوتے ہیں کہ کلاس کے باہر بھی پیچھا نہیں چھوڑتے ہیں۔ اسی قسم کا ایک سوال بار بار صرف اس کالج کے نہیں بلکہ دوسرے کالجوں کے طلبا نے بھی کرنا شروع کر دیا ـــــ کتاب دوبارہ کب تک چھپ کر آئے گی؟ ـــــ دل کی بات کیسے بتاتا اپنے خیال میں ان کو بہلاتا رہا، ٹالتا رہا لیکن جب مخلصین کا اصرار بڑھا تو مجبور ہو کر پھر کتابوں کی ورق گردانی کرنی پڑی۔ طبع اول پر

نظر ثانی کے بعد بہت سے اہل فن کے حالات کو قلمبند کرنا پڑا تاکہ طبع ثانی کی افادیت میں اضافہ ہو جائے۔ یہ تو وقت بتلائے گا کہ میں اپنے ارادے میں کتنا کامیاب ہوا۔

کسی کتاب کی کتابت اور طباعت میں جو دشواریاں ہوتی ہیں اس سے اہل علم اچھی طرح واقف ہیں جب اس منزل تک پہنچا تو میری خوش قسمتی سے میرے عزیز شاگرد شاہنواز خاں جو ایم ڈی معالجات کے طالب علم ہیں، سامنے آئے اور انہیں نے اپنی صلاحیت کا مظاہرہ اس طرح کیا کہ صرف کتابت و طباعت کا مسئلہ نہیں آسان کر دیا بلکہ جا بجا جو خامیاں تھیں ان کی نشاندہی کر کے ان کو دور بھی کر دیا۔

موصوف کی فن کتابت کی مہارت اور علمی ذوق و شوق نے میرے کام کو بہت آسان کر دیا۔ مجھے مسرت ہوتی ہے کہ اب بھی ایسے صاحب ذوق و فنی صلاحیت رکھنے والے طلباء موجود ہیں۔ ان کی کامیابی و ترقی کے لئے دل سے دعا نکلتی ہے۔

علی حیدر جعفری

شعبہ معالجات

اجمل خاں طبیہ کالج، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ

اپریل ۱۹۹۴ء

طب کی ابتدا

ذی حیات کی تاریخ کے ساتھ طب کی تاریخ وابستہ ہے۔ جس طرح یہ پتہ لگانا آسان نہیں ہے کہ ذی حیات کیونکر وجود میں آئے، ان کا سلسلہ کس جگہ سے شروع ہوا، اسی طرح یہ بھی معلوم کرنا آسان نہیں کہ سب سے پہلے کوئی ذی حیات کب اور کس مرض میں مبتلا ہوا اور مرض سے نجات پانے کے لئے اس نے کون کون سی تدابیر اختیار کیں۔ مورخین کو اس سلسلے میں دشواریاں پیش آئیں کہ اس فن کا سلسلہ اس دور سے جا ملتا ہے جہاں تاریخ اندھیرے میں ہے۔ صدیوں انسان بیابانوں میں پھرتا رہا، پہاڑوں میں پناہ لیتا رہا، مدتوں کے بعد اجتماعی زندگی سے آشنا ہوا۔ اس مدت میں کس طرح اس نے اپنی صحت کی حفاظت کی، اسے کس کس قسم کے امراض سے دوچار ہونا پڑا، صحت کی حفاظت کے لئے اس نے کون کون سے اصول مرتب کئے۔ یہ سب سوالات تاریخ کے وجود سے پہلے کے ہیں اس لئے ان کا جواب تسلی بخش طور پر نہیں ملتا ہے۔

فن تاریخ کی جب تدوین ہوئی تو مورخین کو اس فن کی بھی جستجو ہوئی۔ چنانچہ ان لوگوں نے اس سلسلے کی ابتدائی کڑی کو تلاش کرنا شروع کیا۔ قیاسات کی رہنمائی میں آگے بڑھے اور ماضی کے دھندلکے میں کسی نہ کسی مذہبی رہنما کو اس کا موجد ٹھہرایا اور اس فن کو الہامی قرار دیا۔

ایک طبقے کا خیال ہے کہ علم طب الہامی ہے اور اس علم کی ابتدا کو مختلف انبیاء کرام سے منسوب کرتا ہے۔ کچھ کا خیال ہے کہ سب سے پہلے حضرت آدمؑ اپنے ساتھ یہ علم لائے اور ان سے حضرت شیثؑ تک پہنچا اور پھر یہ علم آگے بڑھتا رہا۔ بعض کہتے ہیں کہ حضرت سلیمانؑ کو الہام کے ذریعہ یہ علم عطا ہوا۔ یہودی اس کو حضرت موسیٰؑ کی طرف، مجوسی اسے اپنے پیغمبر زرتشت کی طرف اور ہمارے ہندو بھائی

اسے برہما جی کی طرف منسوب کرتے ہیں۔[1] فہرست کے مصنف ابن ندیم کا بیان ہے کہ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ ہرمس (حضرت ادریس) نے ہر قسم کے صنائع اور فلسفہ کی ابتدا کی ان میں سے ایک طب بھی ہے۔[2]

وہ مورخین جن کو اس دلیل سے تسلی نہیں ہوئی انھوں نے اپنی تلاش کو جاری رکھا اور آخر میں اس نتیجے پر پہنچے کہ طب کی ابتدا وہاں سے ہوئی جہاں سے لوگوں نے اجتماعی زندگی کی شروعات کی۔ اجتماعی زندگی کی بدولت جس طرح فن زراعت وجود میں آیا ویسے ہی فن طب کے موجد بھی ان لوگوں کے نزدیک بھی لوگ ٹھہرے چنانچہ اہل بابل کو اس کا موجد قرار دیا گیا۔

دوسرا سوال پھر پیدا ہوتا ہے کہ یہ فن الہامی طور سے وجود میں آیا ہو یا اجتماعی کوششوں نے اسے جنم دیا ہو، جو بھی صورت ہو لیکن وہ جگہ کون سی تھی جہاں سے یہ فن باقاعدہ وجود میں آیا۔ اس سوال کے حل کرنے میں بھی مورخین میں شدید اختلاف ہے۔ تاریخ الاطباء کے مصنف ڈاکٹر غلام جیلانی نے اس طرح خیال ظاہر کیا ہے کہ اس کے بانی ہندی ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ کلدانی ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ اس کے موجد نصری ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ یونانی ہیں۔ اقوام عالم میں سب سے قدیم قوم مصریوں کو خیال کیا جاتا ہے اس بنا پر اس علم کو بھی انھیں کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔[3] انھوں نے اس قوم کی قدامت کو بنیاد بنا کر طب کا موجد مصر کو قرار دیا ہے۔ لیکن یہ قدیم ہونے کی دلیل ہو سکتی ہے۔ ابتدا کب ہوئی اور کس طرح ہوئی یہ پہلو اس سے واضح نہیں ہوتا۔ ابن ندیم نے اس سلسلے میں اپنا خیال اس طرح ظاہر کیا ہے کہ اسحاق بن حنین نے اپنی تاریخ میں کہا ہے کہ طب کو وجود میں لانے والے مصری ہیں۔ اس کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ ایک عورت مصر میں حزن وغم اور درد والم میں مبتلا تھی اسی کے ساتھ اسے ضعف معدہ کی بھی شکایت تھی اس کا سینہ خلط سے پُر تھا۔ احتباس طمث کی شکایت تھی۔ اتفاق سے اس نے زنجبیل شامی کھایا جس سے اس کی تکالیف دور ہو گئیں۔ لوگوں نے پھر اس کا تجربہ کیا تو کامیابی ہوئی۔ اس کامیابی کی روشنی میں ان لوگوں نے ہر قسم کے درد میں اس کا استعمال شروع کر دیا۔ یہی مورخ پھر لکھتا ہے کہ بعض لوگ اس کا موجد اہل توکو، کچھ لوگ قولوس کو، کچھ اہل بابل کو، کچھ اہل فارس کو، کچھ اہل ہند کو، کچھ اہل یمن کو اور کچھ صقالبہ کو (سسلی کے رہنے والے) بتاتے ہیں۔[4]

اس واقعہ کو اکثر مورخین نے ذکر کیا ہے۔ ان بیانات سے یہ اندازہ ضرور ہوتا ہے کہ طب کی ابتدا کے سلسلے میں جن جگہوں کے نام آتے ہیں، ان میں سے ایک مصر بھی ہے۔ جس قدامت کی بنا پر مصر کا نام

آتا ہے اسی قدامت کی بدولت دوسرے ممالک کے لوگ بھی اپنے ملک سے ابتدا کا دعویٰ کرتے ہیں اور مختلف قسم کی دلیلیں بھی پیش کرتے ہیں۔ چند ملک ایسے ہیں جن کا تذکرہ ابتدا طب کے سلسلے میں خصوصی طور سے آتا ہے انھیں ذیل میں الگ الگ بیان کیا جاتا ہے۔

بابلی طب

بابل شہر جواب بالکل تباہ ہو چکا ہے لیکن کسی زمانے میں اہلِ بابل انتہائی ترقی یافتہ تھے بلکہ یہ شہر تہذیب و تمدن کا گہوارہ تھا۔ میجر کے بیان کے مطابق یہ تہذیب و تمدن کا سب سے پہلا مرکز تھا۔ لوگوں نے بڑے بڑے شہر، مکانات، قلعے و نہریں تعمیر کی تھیں۔ گندگی کو نکالنے کے لیے چھوٹی بڑی نالیاں بنائی تھیں[۵]۔ آگے چل کر یہی مورخ لکھتا ہے کہ انھوں نے دشواریوں کے باوجود کلچر، زراعت، تجارت، معاشیات، علوم و فنون خصوصاً ہندسہ اور ہیئت کو ترقی دیا[۶]۔

اس سے یہ اندازہ ہو جاتا ہے کہ سب سے قدیم تہذیب اہلِ بابل کی تھی۔ اس سلسلے میں اور بھی شواہد محکمہ آثار قدیمہ نے پیش کئے ہیں۔ طب کے سلسلے میں اہلِ بابل بیماروں کو بازاروں میں لے آتے تھے۔ راستہ چلنے والے مریض کے پاس آتے تھے اور مرض کے متعلق اپنا مشورہ دیتے تھے۔ یہ مشورے اس بنیاد پر ہوئے تھے کہ یا تو وہ خود اس سے دوچار ہو چکے ہوتے تھے یا کسی کو اس میں مبتلا دیکھا تھا۔ وہ لوگ اس سے نجات کا طریقہ جو خود اختیار کر چکے تھے یا کسی دوسرے کے یہاں دیکھا تھا بیان کرتے تھے[۷]۔

ڈاکٹر جیلانی نے اس واقعہ میں اتنا اور اضافہ کیا ہے کہ جو جو موثر دوائیں یا علاج ان کو معلوم ہوتے تھے وہ ان کو تانبے یا چاندی کی تختی پر لکھ کر اپنے ایک طبی دیوتا (بت) کے گلے میں ڈال دیتے تھے[۸]۔

اس واقعہ کو ہیرودوتوس جو کہ بابا ئے تاریخ ہے اس نے بھی بیان کیا ہے۔ اس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ طب باقاعدہ فن کی حیثیت سے وجود میں نہیں آئی تھی۔ علاج و معالجہ کا کوئی منظم اصول اتنی ترقی کے نہیں تھا۔ لیکن بعد میں کچھ ایسے شواہد ملے ہیں جن سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ طب صرف چند صدری تجربات کی حیثیت سے نہیں تھی بلکہ باقاعدہ ایک فن کی حیثیت سے تھی۔

۱۹۳۰ء میں مقام SUSA سے ایک STELE نکلی ہے جو ۲۱۰۰ ق م کی ہے۔ اس میں حمیری زبان میں کچھ اصطلاحات کندہ ہیں۔ اس کے متعلق یہ خیال ہے کہ یہ آسمان سے حضرت موسیٰؑ کی لوح کی طرح نازل ہوئی تھی۔ اس کے ایک طرف تو بادشاہ سے متعلق کچھ احکامات ہیں دوسری جانب اٹھائیس کالم ہیں اس میں لفظ ASUA موجود ہے جس کو اس زبان میں سرجن کے لئے استعمال کیا جاتا تھا یہ قوانین ہیرودونوس سے ڈیڑھ ہزار سال اور حضرت موسیٰؑ سے پانچ سو سال قبل کے ہیں۔

دوسرا ثبوت یہ بھی ہے کہ " RX " کی علامت جو آج کل کے معالجین اپنے نسخوں پر بناتے ہیں یہ اصل میں MARDUX معبود کی نشانی تھی۔ بابل کے معالجین اپنے نسخوں پر ان کی برکت حاصل کرنے کے لئے یہ علامت استعمال کرتے تھے۔[۹]

اس طرح سے اتنا تو اندازہ ہو جاتا ہے کہ علاج و معالجہ کے لئے باقاعدہ کچھ لوگ تھے جن کو ASU کہا جاتا تھا۔ اس خیال کو مزید تقویت میجر کے اس بیان سے ہوتی ہے کہ بابلی طب کی قدامت کے متعلق صحیح نہیں بتایا جا سکتا ہے لیکن الواح سے اندازہ ہوتا ہے کہ بیس سو سال قبل مسیح کی یہ الواح ہیں۔ تیس ہزار الواح میں سے تقریباً آٹھ سو الواح طب سے متعلق ہیں۔[۱۰]

دواؤں کے سلسلے میں بھی کچھ شواہد میجر نے پیش کئے ہیں۔ ASSYRIAUS شراب، شحم، روغنیات، شہد، موم اور دودھ کو ادویہ کی تیاری میں استعمال کرتے تھے۔[۱۱] ان کے علاوہ بہت سے نباتات کو بطور دوا استعمال کرتے تھے۔ بعض مثالیں تو ایسی ملتی ہیں جو موجودہ دور کی تجویز معلوم ہوتی ہیں۔ جیسے ELATESIUM کا استعمال بطور CATHARNC یا SULPHER کو SCABIES میں استعمال کرنا CANNAILEEIS کو اضمحلال اعصابی و دماغی کے لئے اور سرسوں (رائی) کو محمر کے طور سے استعمال کرنا وغیرہ وغیرہ۔ یہ لوگ دواؤں کو عرقیات و ارواح کی شکل میں یا بذریعہ دہن یا بلٹس کے طور پر اور سعوف کی صورت میں استعمال کرتے تھے۔ بعض اوقات عمل حقنہ سے بھی کام لیتے تھے۔[۱۲] ان دلائل کی روشنی میں یہ باور کرنا آسان معلوم ہوتا ہے کہ بابل میں طب بحیثیت ایک فن کے رائج تھی اور اہل فن دواؤں کے استعمال کے طریقوں سے بڑی اچھی طرح واقف تھے اور حضرت عیسیٰؑ سے دو ہزار سال قبل سے طب رائج تھی۔ اس سے اور قبل کے حالات معلوم نہیں ہو پاتے ہیں لیکن وجود سے انکار کی کوئی مثبت دلیل بھی نہیں ہے۔

مصری طب

مصر کی تاریخ جب بھی مرتب کی جاتی ہے تو وہاں کی طب کو بھی تسلیم کرتے ہیں۔ میجر کا بیان ہے کہ وہ مصنف جو قدیم زمانے پر کچھ لکھتا ہے متفقہ طور سے مصری معالجین کی ہوشیاری کو تسلیم کرتا ہے۔ آگے چل کر کہتا ہے کہ HOMER ہومر جو ۱۱۰۰ سنہ ق م میں گزرا ہے اس نے اپنی زندۂ جاوید نظم میں کہا ہے کہ مصر کے لوگ تمام انسانوں سے علاج و معالجہ میں ہوشیار تھے۔[۱۳]

مصر میں بھی قدیم زمانے میں طب عابدوں یا ساحروں سے متعلق معلوم ہوتی ہے۔ اس سلسلے میں ڈاکٹر جیلانی کا خیال ہے کہ قدیم مصری بردی کاغذ میں سے ایک EBERS PARYRUS ایبرس پاپیرس ہے جو حضرت مسیح سے ایک ہزار چھ سو برس پہلے کی لکھی ہوئی ایک نہایت اہم اور مکمل تحریر ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ایک قدیم مصری بادشاہ اتھوٹس نے جس کا زمانہ حیات حضرت مسیح سے چھ ہزار سال قبل کا ہے، علم طب پر ایک کتاب لکھی تھی لیکن اسی تحریر سے یہ بھی منکشف ہوتا ہے کہ قدیم الایام میں ملک مصر میں طب محض ایک علم تسخیر یا جادوگری تھی۔[۱۴]

زندگی و موت کے متعلق مصریوں کا ابتدائی عقیدہ وہ تھا جو دیگر قدیم اقوام کا تھا۔ ڈاکٹر جیلانی کے بیان کے مطابق ان کا عقیدہ تھا کہ کوئی شخص خود نہیں مرتا ہے بلکہ اسے کوئی اور شخص یا شئ ہلاک کر دیتی ہے۔[۱۵]

جب عقائد تھے تو اس کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ لوگ علاج و معالجہ جھاڑ پھونک اور جنتر منتر سے کرتے تھے۔ یہ بالکل ابتدائی دور کی تصویر ہوگی لیکن بعد میں مصری دیوتا کی شکل میں ایک شخص ملتا ہے جس کے بارے میں کہا جا سکتا ہے کہ یہ باقاعدہ طبیب تھا۔ اس شخص کا نام "امحوطب" ہے۔ مصری طب اس شخص سے وابستہ ہے۔ اسی کو مصری رب الشفا جان کر اس کی پرستش کرتے تھے۔ .IMHOTEP

شاہ زوسر کا وزیر اعظم تھا۔ اس کی ماتحتی میں افواج، زراعت اور خزانہ کا کام تھا۔ یہ شخص بہت بڑا معمار، عابد، ہیئت داں، ساحر، طبیب اور عاقل و دانا تھا۔[۱۶]

اپنے دور کا یہ شخص بھی بقراط تھا لیکن اس کی کسی تصنیف کے نہ ہوتے یا شاگردوں کی عدم موجودگی کی بنا پر اس کو مصر میں وہ مقام حاصل نہ ہو سکا جو قوم میں بقراط کو حاصل ہوا۔ اس کی موت ۲۸۵۰ ق م میں

ہوئی۔ مرنے کے بعد اس کا مقبرہ لاعلاج مریضوں کا ٹھکانہ تھا۔ لوگوں کا یہ عقیدہ تھا کہ مایوس مریضوں کو جو اس کے مقبرے میں سوجاتے ہیں خواب میں وہ اس کے مرض کی دوا بتادیا کرتا ہے۔ مریض اس دوا کے استعمال سے اچھے ہوجایا کرتے ہیں۔ بعد میں مصری طب نے اتنی ترقی کی کہ ہر مرض کا مخصوص علاج ہوا کرتا تھا۔ میجر نے ہیرودوتوس کے حوالے سے لکھا ہے کہ ہر طبیب صرف ایک مرض کا معالج ہوا کرتا تھا۔ کچھ تو صرف آنکھوں کا علاج کرتے تھے، کچھ سر کا، کچھ دانتوں کا، کچھ معدہ کے امراض کے ماہر تھے تو کچھ دوسرے پیچیدہ امراض کا علاج کرتے تھے۔[۱۷]

اطباء کے مختلف مراتب تھے کچھ تو شاہی علاج کرنے کی وجہ سے طبیب شاہی تھے، کچھ کا تعلق عوام و خواص دونوں سے تھا۔ کچھ اس میں ایسے بھی تھے جو تمام اطباء کے نگراں یا افسر کی حیثیت سے تھے۔

EDVINSMITH SURGICAL PAPYRUS یہ جراحیات کی سب سے قدیم تحریر ہے اس تحریر سے مصری طب کی اہمیت اور قدامت و ترقی بڑی اچھی طرح واضح ہوجاتی ہے۔ اس تحریر کو اڈون اسمتھ نے مصر میں ۱۸۶۲ء میں خریدا تھا جس کو ۱۹۳۰ء میں یونیورسٹی آف شکاگو پریس کی طرف سے شائع کیا گیا۔

اصل تحریر کے متعلق خیال ہے کہ یہ دور اہرام ۲۵۰۰ – ۳۰۰۰ کے درمیان کی تحریر ہے۔ مصریوں کی تشریحی و منافع الاعضائی معلومات جو جراحیات کے سلسلے میں ہیں وہ انمول جواہر ہیں۔ یہ معلومات مصری اطباء کی تقریباً ۵۰۰۰ سال قبل کی ہیں۔ ان کے یہاں لفظ دماغ کا استعمال ملتا ہے۔ پہلی مرتبہ یہ لفظ انسانی زبان پر اس حیثیت سے آیا ہے۔ اس میں دماغ کے پیچ و خم اور اس کی اغشیہ کو بیان کیا گیا ہے۔ قلب کو نظام عروق کا مرکز قرار دیا گیا ہے۔ نبض کی اہمیت پر زور دیا گیا ہے۔ یہ سب بقراط سے تقریباً ۱۲ سو سال قبل کی چیزیں ہیں۔ کسر و خلع، زخم، سلعات اور پھوڑے کی بہت سی قسموں کو بیان کیا گیا ہے اور ان کے علاج کا خاکہ بھی پیش کیا گیا ہے۔[۱۸]

یہ شواہد ایسے ہیں کہ جن کی روشنی میں مصری طب کی قدامت سے کسی کو انکار نہیں ہوسکتا۔ اسی مصری طب نے بعد میں یونانی طب کو بہت متاثر کیا بلکہ یونان میں مصری طب نے روح پھونکی۔ میجر کا بیان ہے کہ مصر کی قدیم تہذیب و تمدن ارتقاء کی انتہائی منزلوں کو اس وقت طے کر چکی تھی جب یونان ایک ایسا خطہ تھا جہاں خانہ بدوش بربریت کے عالم میں مارے مارے پھرتے تھے۔[۱۹]

ہندی طب

دُنیا کی تمام طبوں میں ہندوستانی طب بھی بہت قدیم ہے۔ ہندوستان کی تہذیب و تمدن دنیا کے بہت سے ممالک کی تہذیب و تمدن سے بہت قدیم ہے۔ ہندوستان کو ایک زمانے میں وہ مقام حاصل تھا کہ دوسرے ممالک کے لوگ یہاں علوم و فنون حاصل کرنے کی غرض سے آیا کرتے تھے۔ نالندہ یونیورسٹی اپنے دور میں ایک ایسی درسگاہ تھی جہاں بیرونِ ہند سے تشنگانِ علم آتے تھے اور علوم و فنون کی تکمیل کرتے تھے۔ موجودہ دور کا مورخ میجر ہندوستانی تہذیب کے متعلق لکھتا ہے کہ ہندوستانی تہذیب خطہ ارض میں بہت قدیم تہذیبوں میں سے ہے۔[۲۰] اسی مورخ نے سر جون مارشل کے حوالے سے لکھا ہے کہ تین چار ہزار سال قبل مسیح شہری زندگی بہت ترقی یافتہ تھی۔ مکانات، کنوئیں، حمام، نالیاں، مصری اور بابلی تہذیب سے کسی طرح کم نہ تھیں۔[۲۱]

جہاں تک ہندی طب کا تعلق ہے اس کا ویدک عہد ۱۵۰۰ قبل مسیح سے شروع ہو کر ۸۰۰ قبل مسیح تک کا زمانہ ہے۔ اس کے بعد عہد برہمن شروع ہوتا ہے جو ۸۰۰ قبل مسیح سے شروع ہو کر ۱۰۰۰ بعد مسیح پر ختم ہو جاتا ہے۔ یہی وہ عہد ہے جس میں ہندی طب کے درخشندہ ستارے نظر آتے ہیں۔ سشرت، چرک اور بھگوت کا یہی زمانہ ہے۔ قدیم ہندی معالجین کو میجر کے بیان کے مطابق چند گروہ میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔
(۱) جراح (سرجن) (۲) وید (فزیشن) (۳) سحر سے علاج کرنے والے (۴) سمیات سے علاج کرنے والے۔[۲۲]

اس تقسیم سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اس زمانے کے معالجین مختلف شعبوں پر حاوی تھے اور اپنی مہارت یا دلچسپی کی بنا پر کسی ایک شعبہ کو اپنائے ہوئے تھے یہی تقسیم ان کے ترقی یافتہ ہونے کی بہترین دلیل ہے۔ امراض کے سلسلے میں بھی ان کی معلومات بڑی اچھی تھیں۔ اتھروید میں بہت سے امراض کا تذکرہ ملتا ہے جن کا تذکرہ میجر نے کیا ہے وہ امراض یہ ہیں، جراحات و قروح، خنازیر، قولنج، قبض، اسہال، تشنج، نقرس، یرقان، وجع المفاصل، امراض قلب، فالج نصفی، جذام، امراض تناسل اور امراض چشم۔ وید میں ان کے علاوہ مصنوعی آنکھ اور مصنوعی دانت کو بھی بیان کیا ہے۔[۲۳]

ان تاریخی شہادتوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ لوگ اس فن میں بہت کچھ مہارت رکھتے تھے۔

جہاں تک ہندی طب کی شروعات کا سوال ہے یہاں بھی مذہبی رہنما اس کے بانی ملتے ہیں اور اس کی

ابتدا کے متعلق ڈاکٹر جیلانی کا خیال ہے کہ ہندو بھائی جو علم طب کو الہامی مانتے ہیں وہ اس کی ابتدا کو برہما جی کی طرف منسوب کرتے ہیں۔[۲۴]

پھر اس کے بعد یہی الہامی سلسلہ بڑی بڑی ہستیوں میں ہر دور میں منتقل ہوتا رہا۔ راجہ اندر نے اس علم کو سیکھا۔ راجہ اندر سے ایک رشی بھاردواج نے تعلیم حاصل کی۔ لیکن جب یہ سلسلہ ایک عرصے کے بعد ختم ہونے لگا تو مہارشی چرک نے (۳۲۰ ق م) اس مٹتے ہوئے فن کو بچایا۔ انھوں نے قدیم معلومات کا مطالعہ کیا اور اس کے بعد بقول ڈاکٹر جیلانی چرک سنگھتا نام کی کتاب تیار کی جو اس علم کی ایک نہایت مستند اور قدیمی کتاب مانی جاتی ہے۔[۲۵]

چرک کے بعد کاشی مہاراج دیوداس دھنومنتری نے اس فن کو حاصل کیا۔ یہ حضرت عیسیٰؑ سے پہلے گذرے ہیں۔ ان کے بہت سے شاگرد تھے۔ انھیں شاگردوں میں سے ایک ششرت تھے جنھوں نے ششرت سنگھتا نام کی ویدک کی بہترین کتاب لکھی۔ ششرت کے بعد حضرت عیسیٰؑ سے تقریباً دو سو سال پہلے واگ بھٹ یا اسٹنگ ہردے نام کی کتاب لکھی گئی۔ اس کے بعد بارہویں صدی عیسوی میں مادھوندان نام کی ایک کتاب مادھواچاریہ نے لکھی۔ پھر بھاؤ مشر نے ۱۵۵۰ء میں بھاؤ پرکاش نام کی ایک کتاب جڑی بوٹیوں سے متعلق لکھی۔ پھر اس کا سلسلہ برابر جاری رہا اور آج بھی مختلف موضوعات پر کام ہو رہا ہے۔ ہندوستان کی آزادی کے بعد ویدا کی ترقی کے لئے ہر ممکن کوشش کی جارہی ہے۔ ریسرچ و تحقیق کے بہت سے ادارے قائم کئے گئے ہیں۔ ایک زمانے میں اس طب کو اتنی شہرت حاصل ہوئی تھی کہ عرب والوں نے ہندی ویدوں کو اپنے یہاں بلایا تھا۔ طبقات الاطباء میں ہندی وید کنکا منکا صالح وغیرہ کا تذکرہ بہت نمایاں طور سے ملتا ہے۔ یہ اطباء جب وہاں گئے تو ان کی معلومات کو عربی اطباء نے بہت سراہا اور ہندی ویدوں کی معلومات سے بہت فائدہ اٹھایا۔ علاج و معالجہ کے علاوہ ان لوگوں نے ہندی ادویہ کو اپنے یہاں استعمال کیا چنانچہ آج بھی طبی قرابادینوں میں اطریفل ہندی ترپھلا کو بڑے اہتمام سے بیان کیا جاتا ہے۔ یہ ہندی ویدوں کی دین ہے۔

طب یونانی میں کشتہ جات کا استعمال بھی ہندی و یونانی طب کے امتزاج کا نتیجہ ہے۔ ویدک میں مختلف موضوعات پر عہد قدیم میں بہت کچھ کام ہوا ہے ان لوگوں کو جڑی بوٹیوں کے متعلق بڑی اچھی معلومات تھیں وہ ان جڑی بوٹیوں سے فائدہ اٹھاتے تھے چنانچہ میجر نے لکھا ہے کہ ششرت کی قرابادین بہت بڑا ذخیرہ ہے اس میں ۷۶۰ دوائی پودوں کا تذکرہ ہے۔[۲۶] قدیم ہندی ویدوں کو جراحیات سے بھی بڑی دلچسپی

تھی۔ وہ لوگ جراحی آلات کے خود موجد بھی تھے۔ سشرت سنگھتا کا وہ حصّہ جو جراحیات سے متعلق ہے بہت عمدہ ہے اس میں مصنف نے آلات جراحی کی تعداد ۱۰۱ بتائی ہے۔[۲۷]

سشرت کا نام آج بھی جراحیات کے سلسلے میں بڑے احترام سے لیا جاتا ہے۔ موجودہ دور میں جراحیات نے جو ترقی کی ہے یہ ان ویدوں کی بڑی حد تک مرہون منت ہے۔

ابتدا میں ہو سکتا ہے کہ ہندوستان میں بھی طب الہامی رہی ہو لیکن بعد میں وہ عوام الناس کے قریب ہو گئی تھی۔ لوگ اسے دیگر علوم کی طرح حاصل کرتے تھے۔ زمانے کے ساتھ یہ طب آگے بڑھتی رہی لیکن ایک دور ایسا بھی آیا کہ اس فن کو انحطاط کا منھ دیکھنا پڑا اس کی دو وجہیں ہوئیں ایک تو حکومت کی عدم سرپرستی بلکہ بڑی حد تک مخالفانہ رویہ اور دوسرے اہل فن کا فقدان۔ اس فن کے انحطاط کی ایک وجہ یہ بھی ہوئی کہ اس فن کا بیشتر سرمایہ سنسکرت زبان میں تھا۔ جب سنسکرت سے لوگوں کی دلچسپی ختم ہو گئی تو لازمی طور سے اس فن کا سرمایہ محض خزانہ ہو کر رہ گیا اور آج بھی ہر ایک کی دسترس سے باہر ہے۔

ملک کی آزادی کے بعد حکومت کی بھرپور توجہ سے پھر ویدک کا نام زندہ ہونے لگا ہے۔ قدیم معلومات سے فائدہ اٹھانے کی ہر امکانی کوشش کی جا رہی ہے۔ پرانی شراب کو نئے جام و مینو میں پیش کرنے کی بھرپور کوشش ہو رہی ہے۔

حکومت کی دلچسپی سے پھر ویدک میں نئی جان پڑنے لگی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ کسی وقت وہ اپنا کھویا ہوا مقام حاصل کر لے۔

یونانی طب

جس طرح دیگر ممالک میں طب کی ابتدا کسی مذہبی شخصیت سے ہوئی ایسے ہی یونانی طب کے متعلق بھی خیال ہے کہ اس کی ابتدا اسقلیبوس سے ہوئی۔ یونان میں اس شخص کو ایک اہم دیوتا کی حیثیت سے مانا جاتا تھا اور اس کے مجسمہ کی پرستش ہوتی تھی۔ اسقلیبوس سے عقیدت کا عالم یہ تھا کہ مریضوں کو مندروں کے کمروں میں بند کر دیا جاتا تھا۔ خواب میں مریض کو دیوتا کی بشارت ہوتی تھی۔ مریض اپنا مرض بیان کرتا تھا اور دیوتا اسے مرض کی دوا بتا دیتا تھا۔ صبح کو وہ

شخص وہی بتایا ہوا علاج کرتا تھا۔ جب وہ تندرست ہو جاتا تھا تو مرض کا حال اور علاج کو ایک چاندی کی تختی پر لکھوا کر مندر میں لٹکوا دیتا تھا۔ اس قسم کی تختیوں سے مندر کے پجاری پورا پورا فائدہ اٹھانے لگے اور وہ ان تختیوں کی بدولت بذات خود معالج بن گئے۔

ابتدائی دور میں طب مذہبی ہستیوں سے وابستہ رہی اسے صرف وہی لوگ حاصل کر سکتے تھے جو مذہبی ہوتے تھے۔ اس کے علاوہ طب خاندان اسقلی بیوس کی ایک طرح سے میراث تھی۔ دوسروں کو اس سے فائدہ اٹھانے کا موقع نہیں دیا جاتا تھا۔ اس خاندان کے افراد مخصوص اصطلاحات کے ذریعہ طب کے رموز کو ایک دوسرے تک منتقل کرتے تھے۔

خاندان اسقلی بیوس کے اثرات جب قدرے کم ہوئے تو فیثاغورس نے اس کی تعلیم کی طرف توجہ دی۔ لیکن اس دور میں بھی باقاعدہ کوئی تعلیم و تدریس کا انتظام نہیں تھا۔ چنانچہ ڈاکٹر جیلانی کا بیان ہے کہ فیثاغورس نے علم طب کو یونان میں رواج دیا لیکن اس کی باقاعدہ تدوین بقراط کے زمانے سے قبل نہیں ہو پاتی تھی[۲]

مذہبی پابندی اور خاندانی میراث کا سلسلہ طب کی تباہی کا ذریعہ بننے لگا جب مذہبی افراد ختم ہونے لگے اور دوسری طرف اسقلی بیوس کے خاندان کے افراد تباہ ہونے لگے یہ فن بھی تباہی کے دہانے پر آگیا، لیکن بقراط جو اسقلی بیوس کے خاندان سے تعلق رکھتا تھا اس نے قدیم رسم و رواج کو ختم کیا اور طب کو تباہی سے بچانے کے لئے جداگانہ طریقہ استعمال کیا۔ خاندانی قید و بند سے اس فن کو آزاد کیا۔ اس پابندی سے نجات ملتے ہی فلسفہ یونان نے طب کو اپنے زیر اثر لیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک عرصہ تک طب، فلسفہ کی گتھیوں میں الجھ کر رہ گئی۔ قیاس و تجربہ کی جنگ شروع ہو گئی جس کے نتیجہ میں طب کے خدوخال فلسفیانہ بحثوں اور اختلافات میں گم ہونے لگے۔ اتنا ضرور رہا کہ بقراط کے نظریات ہر دور میں طب کو سہارا دیتے رہے۔ آخر میں ایک دور ایسا بھی آیا کہ طب نے مستقل طور سے ایک فن کی شکل اختیار کی۔ اس کے ادارے قائم ہونے لگے۔ درس و تدریس کا معقول انتظام ہونے لگا۔ بڑی حد تک درسی نظام کا سلسلہ شروع ہو گیا بہت سے نظریات کی تصدیق و تکذیب بیّن ثبوت کے ساتھ ہونے لگی یونان میں چند شخصیات ایسی گزری ہیں کہ ان کا نام ہمیشہ روشن رہے گا۔ ان کی خدمات کو دنیا کبھی فراموش نہ کر سکے گی۔ اسقلی بیوس، بقراط، ارسطو، ہیروفیلوس، ایراسسطراطو،"

جالینوس، اہرن، اغلوقن وغیرہ وغیرہ ایسے افراد گزرے ہیں جن کا نام آج تک روشن ہے۔ ہوسکتا ہے ان کی خدمات کا ہی اثر ہو کر طبِ یونانی مختلف ملکوں میں جانے کے بعد یا دوسری طبوں سے لین دین کے بعد بھی "طبِ یونانی" ہی کہلاتی ہے اگرچہ موجودہ طب یونانی اور اس دور کی طب یونانی میں بڑا فرق ہوگیا ہے۔ یونانی اطبا کی بیش بہا معلومات سے عرب اطبا نے بہت فائدہ اٹھایا ہے۔ ان کے نظریات کو تسلیم کیا۔ معلومات میں بے شمار اضافے کئے۔ عربوں کے ذریعہ یہ طب مغربی ممالک میں پہنچی۔ ہر ملک میں اور ہر دور میں ان کی معلومات کو مشعلِ راہ بنایا گیا اور آج بھی ان کی خدمات کو نظر انداز کرنا کسی کے لئے ممکن نہیں ہے۔

قدیم دار التراجم

تاریخ عالم میں یونان کی حکومت علمی، فنی اور ثقافتی حیثیت سے بے مثال تھی۔ یونانی فاتح نے صرف جغرافیائی اعتبار سے ملک کی سرحد کو وسیع نہیں کیا بلکہ علمی و ثقافتی اعتبار سے بھی مفتوح ممالک پر یونان سے لے کر ہندوستان تک گہرا اثر ڈالا۔ یونانی فاتح جس طرح مال و دولت لے گئے اور ایک طرزِ حکومت دے گئے ایسے ہی علمی سرمایہ بہت کچھ اپنے ساتھ لے گئے اور رابطہ کی ایک اہم کڑی ہمیشہ کے لئے چھوڑ گئے۔

لیکن رفتارِ زمانہ نے انھیں زیر و زبر کیا حکومت پر زوال آیا، ان کے علوم و فنون مٹنے لگے تو ان لوگوں نے جو یونانی نہیں تھے، ان علوم و فنون کے تحفظ کا سامان کیا۔ یونانی کھنڈرات سے علمی جواہر پارے نکالے، منتشر اوراق جمع کئے، ان کو عربی قالب میں ڈھال کر ہمیشہ کے لئے محفوظ کرلیا۔

عربوں نے یونانی علوم و فنون کو صرف عربی زبان میں ترجمہ کرنے پر اکتفا نہیں کیا بلکہ فلسفہ، حکمت، نجوم و ہیئت اور کیمیا جیسے دوسرے علوم کی مدد سے اس فن میں بے شمار اضافات کئے اور علوم و فنون کو ایسے راستے پر لگا دیا کہ وہ آگے بڑھتا گیا۔

عربوں نے ایک طرف تو یونانی علوم و فنون سے استفادہ کیا دوسری طرف ہندی وید سے رابطہ قائم کر کے ہندی طب کی معلومات و تجربات سے پورا فائدہ اٹھایا گویا عربوں نے یونانی سریانی عربی اور ہندی طب کے اینٹ پانی گارے سے ایک ایسا قلعہ تعمیر کر دیا جس میں آج تک زمانے کی

یورش کے باوجود یہ فن بڑی حد تک محفوظ ہے۔

علوم وفنون کی ترقی و تحفظ کے لئے پوری قوم نے اپنی اپنی بساط کے مطابق کوشش کی تھی۔ صاحبِ ثروت نے علمی سرمایہ کی فراہمی اور تحفظ کے لئے خزانہ کا منھ کھول دیا۔ اہلِ قلم نے تحفظ و ترقی کے لئے تن من کی بازی لگادی۔ حسبِ مراتب ہر ایک کی دلچسپی کا یہ عالم تھا کہ روسا، شہزادوں اور خلفاء نے مخطوطات کو جمع کرانا اپنا شعار بنالیا تھا۔ جب ہارون رشید نے انقرہ وغیرہ کو فتح کیا ہے تو وہاں ان کے مخطوطات کو اس نے اپنے قبضہ میں کرلیا تھا۔ اس کے علاوہ دوسرے مقامات سے مخطوطات کو حاصل کرنے کے لئے اپنا ایلچی بھیجا۔ چنانچہ بازنطینی حکومت کے پاس اس نے خاص طور سے اپنے ایک نمائندہ کو بھیجا تھا کہ وہ وہاں سے مخطوطات حاصل کرکے لائے۔ اکثر مواقع پر کتابیں بہترین تحفے کے طور پر پیش کی جاتی تھیں۔ بہت سے حکمراں اپنے تعلقات درست کرنے کا ذریعہ کتابوں کو بناتے تھے۔ وہ بطور نذرانہ کتابیں پیش کرتے تھے۔ یہ علمی مذاق اتنا بڑھ گیا تھا کہ اسپین کے جہلا بھی کتابوں اور مخطوطات کا بہت بڑا ذخیرہ فراہم کئے ہوئے تھے اور وہ اس پر فخر کرتے تھے۔

ہر شہر میں ایک ایسی لائبریری ہوتی تھی جس میں دارالمطالعہ، دارالمباحثہ اور مترجمین کی قیام کی جگہ ہوتی تھی۔ بغداد میں بیت الحکمۃ اور قاہرہ میں دارالحکمت قائم تھے جہاں مترجمین نقل کرنے والے اور مصنفین اپنے اپنے کاموں میں مشغول رہتے تھے۔ قرطبہ میں عظیم الشان کتب خانہ تھا۔ اکثر حکمراں اور روسا کا ذاتی کتب خانہ ہوا کرتا تھا۔

حاکم امیرالدین عبدالعزیز نے ۳۹۵ھ میں قاہرہ میں ایک کتب خانہ قائم کیا تھا جس کا نام اس نے دارالحکمۃ رکھا تھا۔ اس کی تعمیر اور انتظامات پر اس نے بڑی رقم خرچ کی تھی۔ حفاظت کے لئے دروازوں پر پہریدار معین کئے تھے لیکن یہ دروازے ہر اہلِ علم اور صاحبانِ ذوق کے لئے ہمیشہ کھلے رہتے تھے جس سے وہ پورے طور پر مستفید ہوتے تھے۔

مامون رشید نے اپنے عہدِ خلافت میں ایک ادارہ بیت الحکمۃ ۲۳۳ھ میں بغداد میں قائم کیا۔ اس میں یوحنا بن ماسویہ اور حنین بن اسحاق جیسے لوگ علمی و عملی کارنامے انجام دینے کے لئے متعین کئے گئے تھے۔ اس بیت الحکمۃ میں مختلف زبانوں کی کتابوں کا عربی زبان میں ترجمہ کیا جاتا تھا مامون کو اس بیت الحکمۃ سے بڑی دلچسپی تھی۔ اس نے مختلف زبانوں کی کتابوں کا بہت بڑا سرمایہ اکٹھا کردیا تھا۔ ابن ابی اصیبعہ کا بیان

ہے کہ مامون نے جب روم کو فتح کیا تو وہاں اس کو جتنی بھی کتابیں ملیں ان کو اس نے بغداد بھجوادیا اور ان کے ترجمہ کا انتظام کرایا۔ بیت الحکمۃ میں مترجم نساخ اور مدرس کی حیثیت سے بہت سے لوگ معقول اجرت پر کام کرتے تھے۔ مترجمین کو بعض اوقات ترجمہ کے برابر سونا تول کر دیا جاتا تھا۔ مامون اس سلسلہ میں اتنی دلچسپی لیتا تھا کہ ہر کتاب کے ترجمہ پر اپنی مہر لگوادیتا تھا اور لوگوں کو اس کے درس و تدریس کی رغبت دلاتا تھا۔

نوح بن منصور کا ایک ذاتی کتب خانہ تھا جس سے اس نے شیخ بوعلی سینا کو استفادے کا موقع دیا تھا۔ اسی کتب خانے کے متعلق شیخ کا بیان ہے کہ لائبریری کے بہت سے کمرے مختلف قسم کی کتابوں سے بھرے ہوئے تھے۔ میں نے اس کتب خانے میں ان کتابوں کا مطالعہ کیا جن کے نام چند ہی افراد جانتے ہیں۔ میں نے خود نہ تو اس سے پہلے وہ کتابیں دیکھی تھیں اور نہ بعد میں پھر دیکھنے کا موقع ملا۔

اطبار کو بھی کتابوں کی فراہمی کا بڑا شوق تھا۔ ابن مسطران جو صلاح الدین کا طبیب تھا اس کے کتب خانے میں دس ہزار کتابیں تھیں۔ ہر بڑے شفاخانے کے ساتھ ایک لائبریری ضرور ہوا کرتی تھی جو طلباء کے استفادے اور اساتذہ کے حوالے کے لئے ہوتی تھی۔ تمام تصانیف کو بڑی الماریوں میں اسپتال کے بڑے ہال میں رکھا جاتا تھا۔

یونان، ایشیا کوچک، مصر، شام اور ہندوستان جہاں سے بھی نایاب علمی سرمایہ ملتا تھا ان کو اکٹھا کر کے خلفاء و اہل دول لائق و قابل آدمیوں کو ان کے مطالعے اور ترجمے وغیرہ کے لئے مقرر کر دیا کرتے تھے۔ اس محنت کے صلہ میں ان کو نقد رقم اور تحائف پیش کئے جاتے تھے۔ مترجمین اتنے محتاط ہوتے تھے کہ ترجمہ سے پہلے مختلف نسخوں سے مقابلہ کر لیا کرتے تھے۔ پھر ترجمہ کا کام شروع کرتے تھے۔ ابن الاعسی نے جالینوس کی کتابوں کا صرف ترجمہ نہیں کیا بلکہ تمام کتابوں کو جملوں پیراگرافوں اور ابواب وغیرہ میں تقسیم بھی کیا۔ یہ وہ کام تھے جسے اس سے پہلے کسی نے بھی نہیں کیا تھا۔

اکثر مترجمین عربی، یونانی، شامی اور فارسی زبانوں سے بڑی اچھی طرح واقف تھے۔ ہر زبان کی اصطلاحات سے واقف ہونے کی وجہ سے ترجمے میں اصطلاحات کی وضاحت کا خاص طور سے خیال رکھا کرتے تھے۔ ان لوگوں نے بقراط و جالینوس کی ترجمانی کی ان کے اقوال و نظریات کی وضاحت کی اور اسی کے ساتھ ان لوگوں پر تبصرہ بھی کیا۔ ان لوگوں نے ترجمے کے دو طریقے اختیار کئے تھے۔ پہلا طریقہ

ابن بطریق اور ابن نعیمہ حمصی کا تھا۔ یہ لوگ ہر ہر لفظ کا الگ الگ ترجمہ کرتے تھے جس کو لفظی کہا جاسکتا ہے۔ اس ترجمہ میں بعض وقت دقت ہوتی تھی۔ بہت سے الفاظ کا صحیح ترجمہ اکثر نہیں ہو پاتا تھا یا پھر جملوں کی ترتیب غلط ہو جاتی تھی جس سے عبارت میں بھونڈا پن پیدا ہو جاتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ لوگ اس قسم کے ترجمہ کو ناپسند کرتے تھے۔ ابن بطریق خلیفہ منصور کے زمانے میں گزرا ہے۔

دوسرا طریقہ حنین بن اسحاق اور جوہری کا تھا۔ یہ لوگ پوری عبارت کو پڑھتے تھے اور پھر مفہوم کو عربی میں ادا کر دیتے تھے۔ یہ طریقہ بہتر سمجھا جاتا تھا۔ یہ لوگ ترجمہ براہِ راست اصل کتاب سے عربی میں کرتے تھے۔ بہت سی ایسی کتابیں تھیں جن کا ترجمہ دوسری زبانوں میں تھا لیکن وہ لوگ ہمیشہ اصل کتاب ہی کو اہمیت دیتے تھے۔ یہ ان لوگوں کی دیانتداری تھی کہ نایاب کتابوں کا ترجمہ کیا اور اسے ترجمہ کی حیثیت سے دنیا کے سامنے پیش کیا۔ کسی کتاب کو اپنی تصنیف نہیں کہا حالانکہ اگر وہ لوگ چاہتے تو بڑی آسانی سے ایسا کر سکتے تھے۔

مترجمین نے ترجمہ کے سلسلے میں ایسا انداز اختیار کیا کہ اصل کتابوں کا وقار اپنی جگہ برقرار رہا۔ اگر ترجمہ معیاری نہیں ہوتا تھا تو یہ لوگ دوبارہ معیاری ترجمہ کرتے تھے۔ اگر ان لوگوں نے اتنی کدوکاوش سے کام نہ لیا ہوتا تو شاید اتنا علمی سرمایہ محفوظ نہ رہ پاتا اور نہ مایہ ناز مصنفین کا نام زندہ رہتا۔ یہ مترجمین کا اہلِ قلم پر بڑا احسان ہے۔

مختلف زبانوں کی کتابوں کے ترجمہ کا کام آٹھویں صدی کے نصف سے نویں صدی عیسوی تک کیا گیا۔ ترجمہ کے سلسلے میں چار خاندان (۱) آلِ بختیشوع (۲) آلِ ماسرجویہ (۳) آلِ ثابت بن قرہ اور (۴) آلِ حنین کے بہت سے افراد نے بڑی دلچسپی لی۔ ان لوگوں کی دلچسپی کی وجہ سے جو لوگ ان لوگوں سے بحیثیت شاگرد کے وابستہ تھے ان کو بھی اس کام سے دلچسپی ہوگئی تھی اور ان لوگوں نے بھی اپنے اساتذہ کے ساتھ بہت کچھ کام کیا ہے۔

مترجمین کی فہرست میں مذکورہ خاندان کے علاوہ حسبِ ذیل نام نمایاں طور سے لیے جاتے ہیں:۔

(۱) یوحنا بن ماسویہ (۲) تیاذوق (۳) عیسیٰ بن حکم (۴) جابر بن حیان (۵) زکریا رازی (۶) عثمان الدمشقی (۷) ابن المنیمہ (۸) داؤد بن سرابیوتی (۹) عیسیٰ بن یحییٰ (۱۰) موسیٰ بن خالد (۱۱) یوحنا بطریق (۱۲) یحییٰ بن عدی (۱۳) ایوب الابرش (۱۴) اصطفان بن ماسیل (۱۵) یحییٰ بن ثابت (۱۶) ابوبشر کا (۱۷) ابراہیم بن صلت (۱۸) ابراہیم بن بختیشوع (۱۹) قسطا بن لوقا (۲۰) الکندی وغیرہ وغیرہ۔

یونانی علوم وفنون کی اشاعت کے مراکز

قدیم زمانے میں تین ادارے ایسے تھے جو مختلف قسم کے علوم وفنون کی اشاعت کے سلسلے میں اہمیت رکھتے تھے۔ ان میں سب سے پہلا نام اسکندریہ کا آتا ہے اس کے بعد جندی شاپور اور حران ہے۔

اسکندریہ :۔ اسکندریہ کے متعلق صاحب حکماء اسلام نے لکھا ہے کہ "مصر میں اسکندریہ اہل یونان کا دارالسلطنت تھا۔" پھر اس مرکز علمی کے وجود کے متعلق لکھا ہے کہ یہ اسکول سنہ ۳۰۶ ق م سے سنہ ۶۴۲ ب م تک قائم رہا۔[30] لیکن امیر خیر اللہ نے لکھا ہے کہ اسکندریہ کے آباد ہوتے ہی سنہ ۳۳۰ ق م میں اس ادارے میں کام شروع ہوگیا تھا۔[31]

بہرحال ان دونوں مورخین کے بیان سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ یہ اسکول بارونق اور آباد شہر میں تھا۔ اس درسگاہ کو فلسفہ، حکمت، ہیئت، مذہبیات اور طب کی تعلیم و ترویج کے سلسلے میں مرکزی حیثیت حاصل تھی۔ اس کے ساتھ ایک عظیم الشان کتب خانہ بھی تھا جو بعد میں نذر آتش کر دیا گیا تھا۔

اس ادارے کے سلسلے میں صاحب حکمار اسلام نے لکھا ہے کہ "اسکندریہ اسکول نے طب، کیمیا اور علوم طبعیہ میں زیادہ شہرت حاصل کی۔[32] اموی دور تک طب پر اس کے اثرات باقی رہے۔ اس طرح اس ادارے کو صدیوں مرکزی حیثیت حاصل رہی۔ عباسی دور خلافت کے ابتدائی زمانوں میں اس کی شہرت ماند پڑنے لگی اور آخر میں ایک وقت ایسا آیا کہ اس کا وجود تاریخ کے اوراق پر منتقل ہوگیا۔ اس کی اہمیت و شہرت کے ماند پڑنے کی سب سے بڑی وجہ یہ ہوئی کہ جندی شاپور جو دوسرا مرکز تھا اس کی سرپرستی خلفاء بنی عباس نے مختلف دیگر وجوہ کے علاوہ مکانی قربت کی وجہ سے شروع کر دی۔ حکومت کی عدم توجہ سے یہ ادارہ تو گمنام ہونے لگا دوسری طرف جندی شاپور خلفاء کی دلچسپی و سرپرستی کی وجہ سے اہل علم کا مرکز توجہ بنتا چلا گیا

اس ادارے میں تعلیم کا طریقہ یہ تھا کہ تعلیم کے لئے باقاعدہ جید علماء نے ایک نصاب مرتب کیا تھا۔ اسی

نصاب کے مطابق تعلیم دی جاتی تھی۔ نصاب تعلیم میں جالینوس کی سولہ کتابیں داخل تھیں۔ پوری تعلیم کی مدت کو سات درجات میں تقسیم کر دیا گیا تھا۔[۳۳] غالباً تاریخ طب میں یہ سب سے پہلا ادارہ تھا جس میں اس طرح منظم اور مرتب طریقے سے تعلیم دی جاتی تھی۔ اس ادارے سے جن شخصیات کا تعلق تھا ان میں سے چند نام یہ ہیں۔ ہیروفیلوس اور ایرسیسطراطس تشریح و منافع کے سلسلہ میں مستند شخصیتیں اسی ادارے سے متعلق تھیں۔ ان دونوں نے تشریحی اور منافع الاعضائی معلومات کے لئے بہت سی انسانی لاشوں اور مردہ جانوروں کا ڈسکشن یہیں کیا تھا۔

جالینوس نے بھی اسی ادارہ میں تشنگان علم کو سیراب کیا تھا۔ یحیٰی نحوی جو اپنے دور کا سب سے بڑا فلسفی تھا اس کا تعلق بھی اسکندریہ ہی سے تھا۔ یحیٰی جب اسلام لایا تو خالد بن یزید متوفی ۸۵ھ نے اسی سے طب کی تعلیم حاصل کی تھی۔ اصطفن جس کا شمار حکماء میں ہوتا تھا اسی ادارے کی مناسبت سے اسکندرانی کہلاتا تھا۔ یہ شخص عمر بن عبدالعزیز کی گورنری کے زمانے میں مسلمان ہوا تھا۔ اس کی صلاحیت و قابلیت سے متاثر ہو کر گورنر نے اس کو اپنا طبیب خاص مقرر کیا تھا۔[۳۴]

جندی شاپور:۔ جندی شاپور ایک ایسے شہر کا نام ہے جس کی جائے وقوع کی تلاش بڑی مشکل سے ہو پائی ہے کہ جنوب مغربی ایران کے صوبہ خوزستان میں موجودہ موضع شاہ آباد جہاں اب ہے وہاں یہ شہر آباد تھا۔[۳۵] اس کو ساسانی خاندان کے سب سے پہلے فرمانروا سابور اول نے آباد کیا تھا۔ جندی اور سابور یہ دو شخصیتوں کے نام ہیں۔ بادشاہ نے جس شخص سے یہ زمین خرید کر شہر آباد کیا تھا جندی اس کا نام تھا۔ انھیں دونوں شخصیتوں کے نام پر اس شہر کا نام جندی شاپور رکھا گیا تھا۔

چوتھی صدی عیسوی کے نصف میں شاپور دوم نے اس شہر کو اپنا دارالخلافہ بھی بنایا تھا۔ اسی شہر میں ایک طبی ادارہ تھا جو جندی شاپور کے طبی اسکول کے نام سے مشہور تھا۔ اس ادارے میں طب کی اعلیٰ تعلیم کا انتظام تھا۔ اس ادارے سے وابستہ اطباء کا نام مختلف قسم کی خصوصیات و کمالات کی بنا پر آج بھی تاریخ میں محفوظ ہے۔ قدیم طبی اداروں میں اس ادارے کا اثر سب سے زیادہ اور طویل مدت تک رہا۔ خلافت بنی عباس کے بیشتر خلفاء کے دور میں اس ادارے کی شہرت و مقبولیت کے تاریخی شواہد موجود ہیں۔

اس ادارے میں طلباء کو یونانی زبان میں تعلیم دی جاتی تھی۔ جو طالب علم یونانی زبان نہیں جانتا

تھا اس کو اساتذہ درس میں شریک نہیں ہونے دیتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ حنین بن اسحاق کو درس سے نکال دیا گیا تھا۔

ساتویں صدی عیسوی میں مسلم فاتحین نے اس ادارے کو صرف محفوظ ہی نہیں رکھا بلکہ ہر طرح سے اس کی بقا و تحفظ کا سامان بھی کرتے رہے۔ مسلم حکمرانوں پر اس کی عظمت کا اثر تھا۔ ۷۶۵ء میں بنی عباس کے دوسرے خلیفہ منصور نے اپنے علاج کے لئے جورجس بن بختیشوع کو یہیں سے بلوایا تھا۔ جورجس نے چار سال قیام کیا تھا۔ جاتے وقت بڑے احترام اور دس ہزار دینار کے ساتھ شاہی نگرانی میں اس کو بڑے وعدہ وعید کے بعد جندی شاپور بھیجا گیا تھا۔

جورجس کے خاندان کے اطبا کا اثر اس ادارے پر تقریباً ڈھائی سو سال تک رہا۔ اس خاندان کے آخری فرد جبرئیل بن عبید اللہ نے ۱۰۰۶ء میں وفات پائی۔[۳۶] ابن ابی اصیبعہ کے بیان سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ آخری طبیب ابو سعید عبید اللہ بن جبرئیل تھا۔[۳۷] اس خاندان میں صرف ماہر فن اطبا ہی نہیں تھے بلکہ ان لوگوں نے طب کی ترقی و بقا اور عوامی فلاح و بہبود کے لئے اپنی نگرانی میں بہت سے شفاخانے قائم کئے۔ معرکۃ الآرا علاج سے اپنا سکہ جمایا۔ یونانی علوم و فنون کو عربی میں منتقل کرنے کے سلسلہ میں اس خاندان کا نام مورخین نے خاص طور سے ذکر کیا ہے۔

اہل عرب پر جندی شاپور کا اثر اموی و عباسی عہد سے پہلے ہی سے پڑنے لگا تھا۔ حارث بن کلدہ جو عہد رسالتؐ میں مشہور طبیب تھے۔ انھوں نے اہل جندی شاپور سے طب کی تعلیم حاصل کی تھی۔ ان کے علاوہ دیگر اطبا جو عہد رسالتؐ میں علاج و معالجہ کرتے تھے وہ اس ادارے کے فارغ تھے۔[۳۸] اتنا ضرور ہوا کہ خلیفہ منصور جب ۱۴۸ھ میں بیمار ہوا اور جندی شاپور کے ایک طبیب کے علاج سے اس کی صحت ہوئی تو اس سے خلیفہ براہ راست متاثر ہوا۔

ہارون رشید کا وزیر جعفر بن یحیی برمکی جب بیمار ہوا تھا تو اس کا علاج بھی بختیشوع نے کیا تھا۔ جبرئیل بن بختیشوع کو بھی بختیشوع کی طرح افسر الاطبا کے عہدہ پر فائز کیا تھا۔ پوری خلافت بنی عباسیہ میں اس خاندان کے کسی نہ کسی طبیب کا نام ملتا ہے۔ ان اطبا جندی شاپور نے طب کی ترقی کے لئے دار الترجمے قائم کرائے۔ قاہرہ، دمشق، بغداد میں بہت سے ایسے شفاخانے بنوائے جن کا نظم و ضبط، مریضوں کے رہنے کے طریقے موجودہ دور کے اسپتالوں سے بہتر تھے۔ خلفاء بنی عباس نے اہل جندی شاپور کے توسط سے وہ کام کیا کہ طب یونانی نے طب عربی

کے علاوہ ہندی طب کو بھی اپنے دامن میں لے لیا۔

حرانی اسکول:۔ جندی شاپور کا مرکزی ادارہ جب ختم ہونے لگا تو اس کی جگہ حرانی اسکول (اہل حران) نے لے لی۔ اس ادارے سے علوم وفنون کی نشرواشاعت ہونے لگی۔ اس اسکول سے جو ہستیاں وابستہ تھیں ان میں سب سے پہلا نام ثابت بن قرہ حرانی کا آتا ہے۔ یہ حران میں ۲۲۱ھ میں پیدا ہوا تھا۔ لیکن سکونت بغداد میں اختیار کر لی تھی۔ عقیدتاً یہ صابی تھا لیکن عباسی خلیفہ مامون رشید اور معتضد کو اس پر مکمل اعتماد اور پورا بھروسہ تھا۔ معتضد جب نظر بند کر دیا گیا تھا تو یہی شخص تھا جو روزانہ دو تین بار اس سے ملنے جاتا تھا۔ اس کی وفات ۲۸۸ھ میں ہوئی۔ اس نے مختلف موضوعات کے علاوہ طب کا بیش قیمت سرمایہ چھوڑا ہے۔ اس کے بعد اس کے بیٹے سنان بن ثابت نے اپنے باپ کی جگہ لی۔ یہ مقتدر باللہ اس کے بعد قاہر باللہ کا طبیب خاص تھا۔ اس کی وفات ۳۳۱ھ میں ہوئی۔[۱۹]

اس کی فنی صلاحیت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ خلیفہ مقتدر باللہ نے اس کو اطباء کا ممتحن قرار دیا تھا۔ جس کو اس نے امتحان کے بعد کامیاب قرار دیا اور کامیابی کی سند دی صرف وہی علاج ومعالجہ کر سکتا تھا۔ امتحان کے بعد بہت سے ناکام معالجوں کو علاج کرنے کی ممانعت کر دی گئی تھی۔ ابراہیم بن سنان بن ثابت (۲۹۹۔۳۳۵ھ) جو اس کا بیٹا تھا اس نے بھی دیگر علوم کے علاوہ طب میں شہرت حاصل کی۔ یہ تو ایک خاندان کے طبیب تھے ان کے علاوہ ابواسحاق ابراہیم بن زہرون حرانی متوفی ۳۰۹ھ بھی اہم شخصیتوں میں سے تھا۔ ابراہیم بن ہلال صابی مشہور ہندسہ و ہیئت داں کا چچا ثابت بن ابراہیم (۲۸۳ھ۔۳۶۹ھ) عضد الدولہ کے زمانے میں بہت مشہور طبیب تھا۔ اس کی نباضی سے متاثر ہو کر یہ کہہ دیا گیا تھا کہ یہ طب نہیں بلکہ نبوت کا حامل ہے۔

دوسرا خاندان زہرون کا تھا۔ اس کے افراد نے بھی علوم وفنون کی خدمت کی تھی۔ بیشتر افراد نے فنی کمالات کا مظاہرہ کرنے کے علاوہ یونانی علوم کو عربی میں منتقل کرنے میں نمایاں حصہ لیا تھا۔

یہ تینوں مراکز ایسے تھے جن سے بڑے بڑے صاحبانِ علم وفضل وابستہ تھے۔ ان لوگوں کو علوم وفنون کی بقا وترقی سے اتنی دلچسپی تھی کہ دوسری زبانوں کے قابل قدر علمی سرمایہ کو عربی زبان میں بڑی لگن سے منتقل کرتے رہتے تھے۔ اگر ان لوگوں نے بقا وترقی کے لئے یہ سب کچھ نہ کیا ہوتا تو شاید یونان کے ساتھ ان کے تمام علوم وفنون بھی مٹ جاتے۔

قدیم شفاخانے

عرب حکمرانوں نے مختلف زمانوں میں بہت سے مقامات پر شفاخانے قائم کئے تھے۔ ان شفاخانوں میں مریضوں کے لئے ہر طرح کی آسانیاں فراہم کی گئی تھیں۔ علاج و معالجہ کے لئے ہوشیار اطباء ملازم تھے۔ انتظامات کی نگرانی حکومت خود کرتی تھی جس کی وجہ سے شفاخانوں کا نظام اعلیٰ درجہ کا تھا۔ شفاخانے مختلف قسم کے تھے۔ بعض میں مخصوص قسم کے مرض کے مریض داخل کئے جاتے تھے اور بعض میں عام مرض کے مریضوں کا علاج ہوتا تھا۔

ذیل کے ہسپتالوں کے تذکرے سے یہ اندازہ لگانا بہت آسان ہوگا کہ اس دور میں جو شفاخانے تھے وہ کس حد تک لوگوں کے لئے مفید تھے اور اس دَور کے معالجین و منتظمین اس نظام میں کتنے کامیاب تھے۔

ولید کا شفاخانہ :۔ اس شفاخانے کو دنیائے عرب کا سب سے پہلا شفاخانہ کہا جا سکتا ہے۔ ولید بن عبدالملک، جو خاندان بنی امیہ کا ایک فرد تھا، اس کو عوام سے بڑی دلچسپی تھی وہ عوام کی فلاح و بہبود کے لئے بہت کچھ کرتا رہتا اندھے، مفلوج، جذامی وغیرہ کو حکومت کی طرف سے گذر اوقات کے لئے رقمیں دیا کرتا تھا۔ اسی شخص نے ۸۸ھ میں ایک شفاخانے کی بنیاد اپنے ہاتھوں سے رکھی اور علاج و معالجہ کے لئے بہت سے طبیب و جراح مقرر کئے تھے۔ یہ وہ شفاخانہ تھا جس میں ہر طرح کے مریضوں کا علاج ہوا کرتا تھا اس کے علاوہ جذامیوں کے لئے ایک شفاخانہ قائم کیا گیا تھا۔ ان دونوں شفاخانوں کے قیام کے بعد بہت سے اور بھی ہسپتال رفاہِ عام کی خاطر قائم ہوئے تھے۔

شفاخانہ جندی شاپور :۔ ولید کے بعد پچاس سال کے اندر اندر بہت سے شفاخانے کھل گئے۔ ان ہسپتالوں میں جندی شاپور کے شفاخانے کو بڑی شہرت حاصل ہوئی۔ اس شفاخانے کا مہتمم و منتظم جورجس نام کا طبیب تھا۔ اس طبیب نے سریانی زبان میں ایک کتاب قرابادین سے متعلق لکھی تھی جس کا ترجمہ

حنین نے عربی میں کیا تھا۔

جب خاندان بنی امیہ تباہ ہو گیا تو شفاخانوں کی دیکھ بھال عباسی حکمرانوں نے اپنے ذمے لی۔ چنانچہ خلیفہ متوکل نے اپنے عہد میں ابنِ سہل کو اس شفاخانے کا مہتمم و منتظم مقرر کیا تھا۔ اس طبیب نے شفاخانوں کے لئے ایک قرابادین تیار کی تھی جو صدیوں مختلف شفاخانوں میں رائج رہی۔ اس شفاخانے میں ماسویہ بھی تیس سال تک دوا سازی کے خدمات انجام دے چکا تھا۔ خاندان بختیشوع کے بہت سے افراد اس شفاخانہ کے اعلیٰ عہدے پر فائز تھے۔

یحییٰ برمکی کا شفاخانہ:۔ عہدِ عباسی میں برمکی خاندان کو بڑا عروج حاصل ہوا۔ حکومت پر اس خاندان کے افراد کا بڑا اثر تھا۔ اس خاندان کے اکثر افراد بڑے علم دوست تھے۔ عہدِ عباسی میں اہلِ علم و فضل کو ایک جگہ اکٹھا کرنا، دربار میں ان کو خاص مقام دلوانا، یہ اسی خاندان کے افراد کا کام تھا۔ یحییٰ بن خالد برمکی جو ہارون رشید کا وزیر اعظم تھا۔ اپنے ذاتی صرفہ سے اس نے بغداد میں ایک شفاخانہ تعمیر کرایا تھا۔ اس شفاخانے میں عرب اطباء کے علاوہ ابن دہن جو ہندی وید تھا اس نے بھی نگرانِ اعلیٰ کے فرائض انجام دیئے تھے۔

عہدِ عباسی میں جو ہندی وید بلوائے گئے تھے ان کے بلوانے میں اس علم دوست شخصیت کا ہاتھ تھا۔ جب وید عرب گئے تو اس نے ذاتی طور سے دلچسپی لی اور ان کی سرپرستی کی۔

بیمارستان بغداد:۔ اس شفاخانے کا بانی ہارون الرشید تھا۔ یہ شاہی شفاخانہ تھا۔ حکومت کی دلچسپی کی وجہ سے اس اسپتال میں مریضوں کے آرام و آسائش کا تمام سامان موجود تھا۔

اس شفاخانے کا مہتمم یوحنا بن ماسویہ کو مقرر کیا گیا تھا۔ یہ تو صدر شفاخانہ تھا اس کے علاوہ اور بھی بہت سے شفاخانے تھے جن میں الگ الگ اطباء مقرر تھے۔ ان تمام شفاخانوں کی نگرانی ایک افسر کرتا تھا جس کو رئیس الاطباء کہا جاتا تھا۔ اس عہدے پر سب سے پہلے ۱۷۱ھ میں بختیشوع کا تقرر ہوا تھا۔ اس کے بعد اس کے بیٹے جبریل کو مقرر کیا گیا تھا۔ اس شخص کو دس ہزار درہم تنخواہ اور پانچ ہزار بھتہ ملتا تھا۔

احمد بن طولون کا شفاخانہ:۔ احمد بن طولون عباسی حکومت کی طرف سے مصر کا گورنر مقرر کیا گیا تھا لیکن بعد میں اس نے ۲۵۴ھ م ۸۶۸ء میں اپنی خود مختاری کا اعلان کر دیا تھا۔ انتظاماتِ ملکی کے سلسلے میں اس نے ۲۶۱ھ میں اس عظیم الشان شفاخانے کی بنیاد رکھی تھی۔ اگرچہ اس سے پہلے مصر میں فتح بن خاقان کا جو متوکل کا وزیر تھا۔ ایک شفاخانہ موجود تھا۔ اس نے شفاخانے کے انتظامات کے لئے ساٹھ ہزار

دینار سالانہ آمدنی کی جائیداد وقف کر دیا تھا۔ اس شفاخانے میں جو مریض داخل ہوتا تھا اس کی نقد رقم اور لباس وغیرہ کو خزانچی کے پاس رکھوا دیا جاتا تھا۔ لباس وغیرہ ہسپتال کی طرف سے فراہم کیا جاتا تھا۔ جب وہ مریض جانے لگتا تھا تو اس کی تمام چیزیں واپس کر دی جاتی تھیں۔ انتظامات کو درست رکھنے کے لئے ہر جمعہ کو ابن طولون خود ہسپتال کا معائنہ کرتا تھا۔ اس ہسپتال کے کچھ کمرے ایسے بھی تھے جن میں پاگلوں کو علاج کی غرض سے الگ رکھا جاتا تھا۔

مصر کی جامع مسجد کا شفاخانہ:۔ کچھ شفاخانے ایسے بھی ہوتے تھے جو مسجدوں کے قریب ہوتے تھے۔ نمازیوں میں سے اگر کوئی بیمار ہو جاتا تھا تو اس کو فوراً طبی امداد دی جاتی تھی۔ مصر کی جامع مسجد کے اندر ابن طولون نے ایک شفاخانہ قائم کیا تھا۔ اس شفاخانے کی نگرانی ایک طبیب کرتا تھا۔ اگر کوئی نمازی بیمار ہو جاتا تھا تو دواخانے سے اس کو فوراً دوا دی جاتی تھی۔ اس قسم کے شفاخانے صرف نمازیوں کے لئے ہوتے تھے۔

عارضی و ہنگامی شفاخانے:۔ علی بن عیسیٰ جو مقتدر باللہ کا وزیر تھا۔ اس کو رفاہ عام سے بڑی دلچسپی تھی اس نے دور افتادہ مقامات میں جہاں اکثر وبائی امراض پھیلا کرتے تھے۔ شفاخانے قائم کئے تھے۔ اس قسم کے شفاخانوں کا نگراں سنان ابن ثابت قرہ کو مقرر کیا گیا تھا۔ کچھ معالج ایسے بھی ہوتے تھے جو ایک جگہ سے دوسری جگہ طبی سامان کے ساتھ جاتے تھے اور وہاں کے لوگوں کو طبی امداد پہنچانے کے بعد دوسری جگہ منتقل ہو جاتے تھے۔

قیدیوں کا شفاخانہ:۔ قیدیوں کی ذمہ داری پورے طور سے حکومت پر ہوتی تھی۔ چنانچہ مذکورہ حکومت نے سب سے پہلے اپنی ذمہ داری کو محسوس کیا اور اسے پورا کیا۔ قیدخانوں کے اندر سب سے پہلے اس حکومت نے شفاخانے قائم، اور قیدیوں کی دیکھ بھال کے لئے طبیبوں کا تقرر کیا۔

بیمارستان مقتدری:۔ مقتدر باللہ انتہائی کریم النفس حکمراں گذرا ہے۔ اس نے انسانوں کی صحت کی طرف خاص طور سے توجہ دی۔ طب کو ہر ممکن طریقے سے ترقی دینے کی کوشش کی۔ اسی شخص نے دریائے دجلہ کے کنارے اپنی ماں کی یاد میں ایک شاندار شفاخانہ بنوایا جس کا افتتاح ۳۰۶ھ میں ہوا تھا۔ علامہ ابن جبیر نے اپنے سفرنامے میں محلوں کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ باب البصرہ اور شارع کے درمیان سوق المارستان کے نام سے ایک چھوٹا سا محلہ آباد ہے جس میں بغداد کا مشہور و معروف شفاخانہ ہے۔ عمارت کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچا ہے۔

• دجلہ کے کنارے ایک عالی شان عمارت ہے جس کے اندر بہت نفیس قسم کے مکانات شاہانہ انداز سے مزین ہیں۔ استعمال کے لئے دجلہ کا پانی آتا ہے۔ ہر جمعرات اور پیر کو اطباء مریضوں کو دیکھنے آیا کرتے ہیں اور ان کی دوا و غذا تجویز کرتے ہیں۔ کھانے پکانے اور دواؤں کے تیار کرنے کے لئے بہت سے ملازمین ہیں۔ ہر مریض کو ملازمین وقت پر غذا اور دوا پہنچاتے ہیں۔

جذامیوں کا ہسپتال:۔ عہدِ اسلام میں سب سے پہلے ولید نے ۸۸ھ میں ایک عالیشان شفاخانہ قائم کیا تھا جس میں جذامیوں کا علاج کیا جاتا تھا۔

مجنونوں کا شفاخانہ:۔ کچھ شفاخانے مسلم حکمرانوں نے ایسے قائم کئے تھے جہاں مجنونوں اور فاترالعقل انسانوں کے علاج و معالجہ کا معقول انتظام تھا۔ مستقل شفاخانوں کے علاوہ قومی شفاخانوں میں بھی کچھ کمرے ایسے ہوتے تھے جن میں سلاخیں لگی ہوتی تھیں۔ ان میں مجنون کو محبوس کرکے ان کا علاج کیا جاتا تھا۔ کچھ ایسے مراکز تھے جہاں اندھوں، ضعیفوں کے رہنے سہنے کا معقول انتظام تھا۔

فوجی شفاخانے:۔ افواج کے لئے مستقل طور سے معالج مقرر کئے گئے تھے۔ یہ معالج صرف فوجیوں کا علاج کرتے تھے۔ فوجیوں کے لئے کچھ شفاخانے ایسے بھی ہوتے تھے جو ان کے ساتھ ساتھ میدانِ جنگ میں بھی ہوتے تھے۔ ہسپتال کا تمام سامان اونٹوں پر لاد کر ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جایا جاتا تھا۔ سلطان محمود سلجوقی کا شفاخانہ اتنا بڑا تھا کہ چالیس اونٹوں پر لاد کر ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جایا جاتا تھا۔ زخمیوں کی خدمت کے لئے عورتیں ہوتی تھیں جو زخمیوں کی دیکھ بھال کیا کرتی تھیں۔

عمومی شفاخانے:۔ جنرل ہسپتال تقریباً ہر بڑے شہر میں قائم تھے۔ بغداد، قاہرہ، دمشق، مکہ وغیرہ میں اعلیٰ قسم کے ہسپتال قائم تھے۔ اس قسم کے شفاخانے عام طور سے خلفاء، وزراء، شہزادے اور اطباء بنواتے تھے۔ انتظامات کے لئے اوقاف ہوتے تھے۔ بغیر رنگ و نسل اور عزت و ریاست کی تمیز کے مریض داخل کئے جاتے تھے۔ اس قسم کے ہسپتالوں میں مساوات معیاری علاج اور عمدہ نظام کا مظاہرہ ہوتا تھا۔ شفاخانوں میں دو حصے ہوتے تھے ایک مردوں کے لئے اور دوسرے حصے میں عورتیں رہتی تھیں۔ اس کے مختلف شعبے ہوتے تھے مثلاً شعبہ جراحیات، کسر و خلع، امراض چشم اور ادویہ وغیرہ۔ شعبہ ادویہ بالکل الگ ہوا کرتا تھا جس میں حمیات، اسہال وغیرہ کے مریضوں کا علاج ہوتا تھا۔

مجنونوں کے لئے الگ سلاخوں والے کمرے ہوتے تھے۔ بقیہ کے لئے الگ الگ رہنے کا انتظام ہوتا

تھا۔ اسپتال میں نلوں کے ذریعہ برابر پانی ملا کرتا تھا۔ اطبا کی تنخواہ، ادویہ اور لباس وغیرہ کی قیمت وقف سے ادا کی جاتی تھی۔ اسپتال کے وقف کا نگراں کوئی باحیثیت اور انتظامی صلاحیت رکھنے والا ہوا کرتا تھا۔ اگر نگراں لاپرواہی سے کام لیتا تھا تو اس کی شکایت ہوتے پر سخت قسم کی بازپرس ہوتی تھی۔ مریضوں کو اسپتالوں میں اعلیٰ قسم کی عمدہ غذائیں اور بہترین دوائیں ملتی تھیں۔ بعض اسپتالوں کو تو شاہی محل کی طرح سجایا گیا تھا۔ نفاست و عمدگی کا بہت زیادہ خیال رکھا جاتا تھا۔

شفاخانہ عضدی:۔ اس کا بانی و مہتم عضدالدولہ تھا۔ یہ خاندان بویہ سے تھا۔ اس کی خلافت ۹۴۹ء سے ۹۸۳ء تک رہی ہے۔ ابن ابیصیبعہ نے لکھا ہے کہ رازی کو اس شفاخانے کو دیکھنے کے بعد طب پڑھنے کا شوق ہوا تھا۔ اس شفاخانے کی بنیاد ۳۷۱ھ م ۹۸۱ء میں رکھی گئی تھی۔ اس میں چوبیس معالجین درج تھے۔ اسپتال کے مشہور اطبا میں جبرئیل بن بختیشوع اور ثابت بن قرہ قابلِ ذکر اطبا ہیں۔ یہ لوگ اسپتال کے اعلیٰ عہدوں پر فائز رہ چکے تھے۔ ابن جبیر نے اپنے سفرنامے میں لکھا ہے "اسپتال شاہی محل جیسا تھا جس میں بہت سے گنبد تھے اور برجیاں تھیں بہت سے کمرے تھے جو بہترین قسم کے سامان سے سجے ہوئے تھے۔ یہ سامان شاہی محل جیسا ہوتا تھا۔ تمام شعبوں میں دریا کا پانی نلوں کے ذریعہ جاتا تھا۔ یہ شفاخانہ اب تباہ ہو چکا ہے۔

شفاخانہ نوری:۔ دمشق کا نوری شفاخانہ نورالدین زنگی نے ۱۱۵۴ء میں بنوایا تھا۔ اس اسپتال کو اس رقم سے بنوایا گیا تھا جو اسے ایک بادشاہ کے آزاد کرنے کے سلسلے میں ملی تھی۔ بدرالدین بن قاضی بعلبک جو ایک عرصہ تک اس اسپتال کا نگراں رہ چکا تھا، اس نے قرب و جوار کے بہت سے مکانات خرید کر اس اسپتال میں ملا دیئے تھے اور بہت سے شعبوں میں نل کے پانی کا انتظام کیا تھا۔

ابن جبیر نے اپنے سیاحت نامہ میں لکھا ہے "دمشق میں دو شفاخانے تھے ایک قدیم اور دوسرا جدید یہ بڑا اور قدیم سے بہتر تھا۔ نگراں کے پاس ایک رجسٹر تھا، جس میں مریضوں کے نام ضروری اخراجات اغذیہ ادویہ وغیرہ کو درج کیا جاتا تھا۔" ابن ابیصیبعہ نے روزانہ کے معمولات کو تفصیل سے درج کیا ہے۔

اس اسپتال کے نگرانوں میں ابن مطران، ابن قاضی بعلبک، عمران الاسرائیل، ابن نقاش، ابن اباری اور الدخوار قابلِ ذکر ہیں۔ ایک عرصے تک مرکزی حیثیت سے یہ اسپتال قائم رہا۔ مختلف ممالک کے سیاح اسے دیکھنے کی غرض سے آیا کرتے تھے۔

شفاخانۂ منصوری:۔ اس کا بانی ملک المنصور قلدون تھا۔ جب یہ شہزادہ تھا تو نوری شفاخانے میں اس کے قولنج کا علاج ہوا تھا۔ یہ اسپتال کی عمارت اور انتظامات سے بہت متاثر ہوا تھا۔ وہاں کی طبی امداد سے بہت مطمئن تھا۔ چنانچہ اس نے اسی وقت طے کر لیا تھا کہ قاہرہ میں بھی ایسا ہی شفاخانہ برسرِ اقتدار آنے پر بنوائے گا چنانچہ ۱۲۸۲ء میں اپنے ارادے کو عملی جامہ پہنایا جس سے اس کا نام روشن ہوا۔ یہ اسپتال اسلامی دنیا میں عمارت و سامان کے اعتبار سے بہترین اسپتال تھا۔ اس نے اسپتال اور مسجد کو دوبارہ تعمیر کرایا تھا۔ ۱۹۱۵ء میں تعمیرِ نو کے بعد اس کو آنکھوں کا اسپتال بنا دیا گیا ہے جو اب بھی قائم ہے۔ اس اسپتال میں ابن صباغ، ابن اصراع، ابن نفیس اور علی الطیب وغیرہ نگراں کی حیثیت سے کام کر چکے ہیں۔

بقراط

HIPPOCRATE

یونان میں آٹھ طبیب بہت نامور گزرے ہیں جن کے نام یہ ہیں۔ (۱) اسقلیبوس (۲) غورس (۳) مینس (۴) برمانیدس (۵) افلاطون الطبیب (٦) اسقلی بیوس دوم (۷) بقراط (۸) جالینوس۔[۲۰]

بقراط کو ان اطبا میں سب سے اہم مقام حاصل ہے۔ بقراط کا اصلی نام ابوقراطیس تھا جو کثرتِ استعمال سے تخفیف کے بعد بقراط ہو گیا۔ یہ شخص جزیرہ قو میں تقریباً چار سو ساٹھ سال قبل مسیح میں پیدا ہوا تھا۔ اس کی موت تقریباً تین سو سال قبل مسیح میں ہوئی۔[۲۱] دوسرے مورخین نے اس کی عمر ۹۵ سال بتائی ہے۔[۲۲] لیکن صحیح سن کا تعین نہیں کیا ہے۔ تاریخ الحکماء میں صرف اتنا ہے کہ سکندر اعظم سے سو سال پہلے گذرا ہے۔ عمر کی تفصیل میں لکھا ہے کہ ١٦ سال بچپن اور طالب علمی میں گذرے۔ ۷۹ سال تعلیم و تدریس میں گذرے۔[۲۳]

بقراط کے باپ کا نام ایراقلیدس اور دادا کا نام بھی بقراط تھا۔ اس کے اب و جد کو طب سے خاص لگاؤ تھا چنانچہ اس نے طب کی ابتدائی تعلیم اپنے باپ اور دادا سے حاصل کی۔ بقراط کا سلسلہ نسب اسقلی بیوس دوم سے ملتا تھا۔ ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد اس نے محسوس کیا کہ اسقلی بیوس نے طب کی جن جن مقامات پر بنیاد رکھی تھی ان میں سے اکثر مقامات سے طب ختم ہو چکی ہے یا کچھ دنوں بعد ختم ہو جائیگی تین مقامات اس سلسلے میں بہت اہم تھے۔ (۱) روڈس (۲) قنیدس (۳) قو۔ سب سے پہلے روڈس سے طب کا سلسلہ ختم ہوا۔ پھر قنیدس میں بھی طب کا چراغ ٹمٹمانے لگا۔ تیسری جگہ قو تھی جس سے بقراط کا تعلق تھا۔ یہاں کی حالت بھی کچھ زیادہ اچھی نہیں تھی۔ بیشتر طب کے ورثا ختم ہو چکے تھے۔ اس کو خطرہ محسوس ہوا کہ کہیں طب دنیا سے ختم نہ ہو جائے چنانچہ اس نے اس کے بچانے کی ہر امکانی کوشش شروع کی اور طے کر لیا کہ طب کی تعلیم کو ہر شخص کے لئے عام کر دے گا۔

سب سے پہلے تو اس نے طب کو خاندانی قید سے آزاد کرایا اور غربا کو بھی اس کی تعلیم دینا

شروع کی، البتہ ان لوگوں سے ایک حلف نامہ کا اقرار کرالیا کرتا تھا۔ اس حلف کی پابندی پہلی شرط تھی اور دوسری شرط یہ تھی کہ بغیر حلف اٹھائے دوسروں کو بھی تعلیم نہ دی جائے گی۔[۱۱۲] اس مورخ نے آگے چل کر علی بن رضوان کے حوالے سے لکھا ہے کہ بقراط سے پہلے طب ایک مخفی خزانہ تھا جو سینہ در سینہ اولاد اسقلی بیوس میں منتقل ہو رہا تھا۔ صرف اولاد اسقلی بیوس کو طب کی تعلیم کا حق تھا' دوسرے اس سے محروم تھے۔ اس پابندی کو ختم کیا۔

دوسرا کام بقراط نے یہ کیا کہ تعلیم بالمخاطبہ دی جاتی تھی' رمز و کنایات ہوتے تھے جسے مخصوص افراد ہی سمجھ سکتے تھے۔ اس لئے اس اصول کو بدلا' طبی معلومات و مسائل کو ضبط تحریر میں لانا شروع کیا۔[۱۱۵] اس سے بڑا فائدہ یہ ہوا کہ طب علم سینہ کے بجائے علم سفینہ ہوگئی۔ تیسرا کام یہ کیا کہ اپنی اولاد کے ساتھ ساتھ دوسرے شاگردوں کو بھی باقاعدہ تعلیم دی۔ اب اس کے بعد ان لوگوں کو ایک وصیت نامہ جسے عہد بقراطیہ بھی کہتے ہیں، دے کر روانہ کیا کہ آل اسقلی بیوس کے علاوہ دوسروں کو بھی جو اس کے اہل ہوں طب کی تعلیم دیں۔

حلف نامہ:۔ میں اس رب کی قسم کھاتا ہوں کہ جو حیات و موت کا مالک ہے جو صحت عطا کرنے والا اور خالق شفا ہے۔ میں اسقلی بیوس کی قسم کھاتا ہوں' میں اولیاء اللہ مرد و عورت کی قسم کھاتا ہوں۔ یہ بھی قسم کھاتا ہوں کہ میں اس عہد پر قائم رہوں گا۔ جو اس فن کی تعلیم دے گا وہ بمنزلہ باپ کے ہوگا۔ معاش میں اس کا حصہ ہوگا۔ اساتذہ کی اولاد بھائی کے مثل ہوگی۔ اگر وہ اس فن کی ضرورت محسوس کریں گے تو بغیر اجرت ان کو تعلیم دوں گا۔ مریضوں کی منفعت کے لئے بھرپور کوشش کروں گا۔ مضر اشیاء سے ان کو منع کروں گا' ظلم و جور سے باز رکھوں گا۔ کوئی قاتل ادویہ مانگنے پر بھی نہ دوں گا اور نہ اس سلسلہ میں کوئی مشورہ دوں گا۔ عورتوں کو مسقط جنین ادویہ نہیں دوں گا۔ مثانہ میں پتھری ہوگی تو جو اس فن کے اہل ہیں ان کے لئے چھوڑ دوں گا۔ جہاں بھی جاؤں گا مریضوں کے فائدے کے لئے جاؤں گا۔[۱۱۶]

اگر بقراط نے جرأت مندانہ اقدام سے کام نہ لیا ہوتا تو اولاد اسقلی بیوس کے ساتھ یہ فن بھی دفن ہوگیا ہوتا۔ طب کی ان لازوال خدمات نے بقراط کو بابائے طب کا لقب دلوایا۔ یہ شخص اپنے زمانے کا مانا ہوا ماہر طبیب تھا۔ علاج و معالجہ سے بڑی دلچسپی لیتا تھا۔ اس نے مریضوں کو ہمیشہ فائدہ پہنچانے کی کوشش کی۔ یہ پہلا شخص ہے جس نے اپنے گھر کے قریب ایک باغ کو جسے یونانی میں ایکادمیہ کہتے ہیں تعلیم کے لئے منتخب کیا تھا۔ اسی میں مریضوں کے رہنے کا انتظام بھی کیا تھا جس کو اخسندوکین کہتے تھے گویا

یہ سب سے پہلا شخص ہے جس نے بیمارستان قائم کیا۔ مریضوں کے علاج و معالجہ اور ان کو سہولت پہنچانے میں اپنے وقت کا بیشتر حصّہ صرف کیا کرتا تھا۔ مریضوں کی خدمت صرف مریض ہونے کی حیثیت سے کرتا تھا۔ بقول اصیبعہ بقراط کسی بادشاہ کی خدمت مال و زر کے لالچ میں نہیں کرتا تھا۔ جالینوس نے بادشاہ فارس اردشیر کا تذکرہ کیا ہے کہ جب اس نے زر و جواہر دے کر بقراط کو بلانا چاہا تو اس نے جواب میں کہلا دیا کہ میں اپنی فضیلت کا سودا مال و زر سے کرنے پر تیار نہیں ہوں۔[۲۸]

دوسری طرف وطن میں اتنا ہر دل عزیز تھا کہ جب اہل وطن کو یہ معلوم ہوا کہ اردشیر بقراط کو بلوانا چاہتا ہے تو ان لوگوں نے کہہ دیا کہ اگر بقراط یہاں سے چلا گیا تو ہم لوگ بھی وطن چھوڑ دیں گے۔ اس قسم کے واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی شہرت بحیثیت طبیب دور دور تک پھیل گئی تھی۔ لوگ علاج و معالجہ کی غرض سے اس کو بلانے کے خواہشمند رہتے تھے۔

قاموس طب :۔ اطبا کے متعلق بقراط کا خیال ہے کہ طب بہترین فن ہے۔ وہ لوگ جو کم فہم ہوتے ہیں اس فن کے لئے نفرت کا باعث بن جاتے ہیں۔ یہ ان کی جہالت ہوتی ہے کہ طبیب کی صلاحیت نہ ہونے کے باوجود طبیب کہلاتے ہیں۔ یہ لوگ بے جان تصویر ہیں۔ ایسے ہی وہ اطبا بھی ہیں جن کا نام تو بہت ہے لیکن کام کچھ بھی نہیں ہے۔ طب کے طالب علم کو ذہین و طباع ہونا چاہیئے۔ اس کی طبیعت میں طب حاصل کرنے کی طمع و رغبت ہونا چاہیئے۔ اگر یہ خوبیاں ہیں تو وہ تعلیم دلچسپی سے حاصل کرے گا۔ ایسے لوگوں کی فکر تمام اشیا کو آسانی سے قبول کر لیتی ہے اور اس کا بہترین ثمرہ بھی ظاہر ہوتا ہے۔ طبیعت مثل مٹی کے ہے اور منفعت تعلیم اس کی زراعت ہے۔ بہترین تربیت اس میں نمی کا کام کرتی ہے۔ اگر کوئی ایسا طبیب ہے تو وہ صرف نام کا نہیں بلکہ کام کا ہوگا۔ علم طب بہترین قسم کا خزانہ اور قابل فخر سرمایہ ہے۔ جس کے پاس یہ سرمایہ ہے وہ ظاہری و باطنی دونوں اعتبار سے مطمئن و مسرور نظر آئے گا۔ لیکن اگر اسی کے ساتھ جہالت ہے تو پھر یہ بدترین ذخیرہ ہے۔ جس سے مسرت و افتخار کے بجائے ذلت و رسوائی ہوتی ہے۔ ذلت و رسوائی کمزوری اور بزدلی کی دلیل ہے اور یہ کمزوری اس فن سے ناواقفیت کا ثبوت ہے۔[۲۹]

یہ بقراط کا درس ذہن تھا جو ان باریکیوں سے اطبا کو واقف کرا رہا تھا۔ اس حقیقت سے کون انکار کر سکتا ہے کہ زبردستی کی تعلیم کبھی سودمند نہیں ہوتی ہے۔ نااہلوں کو تعلیم دینا اس علم اور صاحب علم دونوں کی رسوائی کا سبب بن جاتا ہے۔ بقراط نے ایک طرح سے پابندی لگا دی ہے کہ سوچ

سمجھ کر اس فن کو حاصل کرنا چاہیئے۔ اگر فطری دلچسپی ہے تو پھر مسرت ہی مسرت ہے۔ لیکن اگر صرف یونہی حاصل کرلیا ہے تو یہی فن ذلت و رسوائی کا سبب بن جائے گا۔ اس حقیقت کا مشاہدہ موجودہ دور میں اچھی طرح کیا جاسکتا ہے۔

وصیت بقراط یا تربیت بقراط:۔ بقراط نے اس عنوان کے تحت طب کے طالب علم کے متعلق ہدایت کی ہے کہ طب کے طالب علم میں جو خصوصیات ہونا چاہئیں وہ یہ ہیں۔ طب کے طالب علم کو آزاد ہونا چاہیئے۔ باعتبار طبع جید، نوجوان، میانہ قد، متناسب اعضاء والا، ذہین، شیریں کلام، صحیح الرائے، پاکدامن، بہادر، زر و سیم سے لاپرواہ اور غصہ پر قابو رکھنے والا ہونا چاہیئے۔ اپنے مقصد سے کبھی لاپرواہ نہ ہو اور نہ کبھی بودے پن کا ثبوت دے۔ مریض کا شریک حال اور مشفق ہو۔ مریضوں کے اسرار کو ظاہر نہ کرے۔ سخت کلامی کو برداشت کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو۔ اس لئے کہ اکثر مریضوں کی تلخ گفتگو سننی پڑتی ہے۔ سر نہ تو گھٹا ہوا اور نہ بال پریشان ہوں بلکہ اعتدال کی حد میں ہوں۔ ناخن نہ تو گوشت کے اندر ہوں اور نہ باہر نکلے ہوں۔ لباس نرم و نازک سفید قسم کا ہو۔ رفتار میں تیزی نہ ہو اس لئے کہ یہ غصہ کی دلیل ہے اور نہ سستی ہو جو فتور نفس کی علامت ہے۔ جب مریض کو دیکھنے جائے تو اطمینان و سکون سے بیٹھے۔ تمام حالات کا جائزہ بغیر کرب و اضطراب اور عجلت کے سکون کے ساتھ لے۔ قاموس طب اور تربیت طب کی عبارت سے یہ اندازہ بخوبی ہوجاتا ہے کہ بابائے طب کا مقصد تھا کہ طب اور طب کے طالب علم امتیازی شان کے مالک ہوں۔ وہ طب کو عام کرنا چاہتا تھا لیکن یہ پسند نہیں کرتا تھا کہ نا اہل اس کو حاصل کر کے اس فن کی ذلت و رسوائی کا سبب بن جائیں۔ بقراط نے طب کے تمام اصول شروع ہی میں بیان کر دیئے۔ یہ اس کی ذہانت اور طب سے والہانہ وابستگی تھی کہ اس نے اپنے مخفی خزانے کو سب کے لئے عام کر دیا۔ اگر اصول و قواعد مرتب کر کے عام نہ کیا ہوتا تو شاید یہ فن ختم ہوچکا ہوتا۔

اقوال بقراط:۔ بقراط کے بہت سے اقوال آج بھی اپنے اندر بڑی افادیت رکھتے ہیں۔ ان میں سے چند اقوال کو نقل کیا جارہا ہے۔ جس مریض کو بھوک لگتی ہے وہ اس تندرست سے بہتر ہے جس کو بھوک نہیں لگتی ہے۔ طب قیاس و تجربہ کا مجموعہ ہے۔ قدیم عادات طبیعتِ ثانیہ بن جاتی ہیں۔ ہر مرض جس کے اسباب مشہور و معروف ہوں ان کے لئے شفا ممکن ہے۔ لوگوں نے تندرستی کی حالت میں درندوں کی طرح کھا کر اپنے کو بیمار ڈال لیا۔ لیکن میں نے ان کو پرندوں کی طرح غذا دے کر صحتیاب کیا۔ ہم زندہ رہنے کے لئے کھاتے ہیں نہ کہ کھانے کے

لئے زندہ ہیں۔ اتنا نہ کھاؤ کہ وہ تم کو کھا جائے۔ ہر مرض کا علاج اس جگہ کی جڑی بوٹیوں سے کرنا چاہیئے۔ دوا اسی وقت دینا چاہیئے جب انتہائی ضرورت ہو۔ اگر بغیر ضرورت بغیر کسی مرض کے دوا استعمال کی تو پھر وہ صحت کو خراب کر کے بیمار بھی ڈال دے گی۔ تندرستی ایک مخفی خزانہ ہے اس کی قدر وہی جانتا ہے جو اس کو کھو دیتا ہے۔ خواہشات سے جنگ کرنا مرض کے علاج سے بہت آسان ہے۔ شدید امراض سے نجات بہت بڑا فن ہے۔ قلب کے لئے دو آفتیں ہیں ایک غم اور دوسرے ہم۔ غم سے تو نیند آتی ہے اور ہم سے نیند اڑ جاتی ہے۔[۱]

نظریہ اخلاط:۔ نظریہ اخلاط کا بانی یہی شخص ہے۔ اس نے بتایا کہ اخلاط چار ہیں۔ خون، بلغم، سودا اور صفرا۔ انہیں چاروں خلطوں پر صحت کا دارومدار ہے۔ اگر ان چاروں اخلاط میں سے کسی کا بھی طبعی تناسب باعتبار کیفیت یا کمیت بگڑ جاتا ہے تو اس کے سبب سے مرض پیدا ہو جاتا ہے۔ اس نظریہ کو ہر دور میں بڑی مقبولیت حاصل ہوئی۔ ہر زمانے میں اس کو سراہا گیا اور طب کا بنیادی مسئلہ قرار دیا گیا۔ موجودہ دور میں بھی اس کی افادیت سے کسی کو انکار نہیں ہے۔

اخلاط کے متعلق بقراط نے بتایا کہ اخلاط کا اثر اخلاق پر پڑتا ہے۔ اس کا مشاہدہ روزمرہ کی زندگی میں ہوا کرتا ہے کہ صفراوی المزاج کو غصہ ور اور بلغمی مزاج والے کو غبی کہا جاتا ہے۔ اخلاقی وسماجی اعتبار سے کم سے کم ایسے لوگ صحت مند تصور نہیں کیے جاتے ہیں۔

موجودہ دور کا جراثیمی نظریہ بھی اس نظریہ اخلاط سے ٹکراتا نہیں ہے بلکہ خون وبلغم کی جانچ تجزیہ کے سلسلے میں بڑی اہمیت رکھتی ہے۔ خون کے اجزاء کا تناسب اگر بگڑ جاتا ہے تو اس سے بہت سے مہلک امراض پیدا ہو جاتے ہیں۔ کسی بھی جانچ سے اس کی وضاحت مقصود ہوتی ہے کہ اخلاط کے اجزاء طبعی حالت پر ہیں یا نہیں۔ یہی ماحصل بقراط کا ہے۔

بقراط چار عناصر، آگ، مٹی، پانی اور ہوا کا قائل تھا۔ انہیں کے ساتھ چار کیفیات کو بھی مانتا تھا۔ وہ یہ ہیں حرارت، برودت، رطوبت اور یبوست۔ ان چاروں کیفیات میں سے کسی کی بھی تبدیلی اخلاط کو متاثر کر دیتی ہے جس سے مرض پیدا ہو جاتا ہے۔ آب وہوا کے اثرات کا جو صحت ومرض سے تعلق ہے اس کا بھی وہ قائل تھا۔ اس کی تصدیق اس کی تصانیف سے ہوتی ہے۔ سب سے بڑا معالج بقراط کے نزدیک طبیعت ہے۔ یہ ایسا معالج ہے جسے کسی درس وتدریس کی ضرورت نہیں ہے۔ اخلاط میں

کوئی خرابی پیدا ہو یا ان کے تناسب میں فرق پڑنے سے مرض ہوتے ہی طبیعت اپنا علاج شروع کر دیتی ہے۔ آج بھی بہترین معالج طبیعت ہی کو قرار دیا جاتا ہے۔ اس کی تقویت کا سامان فراہم کیا جاتا ہے۔ کون و فساد کی اہمیت سے بھی بقراط کو انکار نہیں تھا بلکہ اس عمل پر اس نے واضح دلیلیں پیش کی ہیں۔

اصول علاج و معالجات :- بقراط نے علاج کے پانچ طریقے بتائے ہیں۔ امراض راس کا علاج غرغرہ سے۔ معدے کا قے سے۔ پورے بدن کا اسہال سے۔ جلد کا پسینہ سے اور اگر سبب داخل عروق ہو تو اس کا علاج خون یعنی فصد سے کرنا چاہیے۔[۵۱]

امراض کو وہ دیوی دیوتا کی ناراضگی کا سبب نہیں مانتا تھا بلکہ کوئی نہ کوئی واقعی سبب قرار دیتا تھا۔ امراض متعدی کے متعلق وہ جانتا تھا کہ خاص خاص امراض مخصوص موسموں میں پھیلتے ہیں۔ جیسے ذات الریہ، دق، ملیریا اور رحمی معویہ ان کا تو اس نے بحیثیت معالج مقابلہ بھی کیا تھا۔

جراحیات سے بھی بقراط کو دلچسپی تھی اس نے سر اور فک اسفل کی کسر اور اس کا علاج بیان کیا۔ کسر و خلع میں جو تدابیر وہ اختیار کرتا تھا آج کل تقریباً وہی طریقے رائج ہیں

WPPO CRATIC BENCH

کا استعمال اس کی معلومات کی بیّن دلیل ہے۔ بقراط تشخیص مرض کے سلسلے میں قارورہ کو بڑی اہمیت دیتا تھا۔ قارورہ کے رنگ و رسوب سے امراض کا پتہ لگاتا تھا۔ امراض کے سلسلے میں قارورہ کی اہمیت سے آج بھی کسی کو انکار نہیں ہے۔ استعداد مرض کے متعلق بقراط نے بتایا کہ جن کا جثہ چھریرا، رنگ گورا، آنکھوں میں چمک، عضلات میں نرمی، شانے آگے کو جھکے ہوتے ہیں ان میں دق وسل کی استعداد پائی جاتی ہے۔ جو لوگ بہت زیادہ سواری کرتے ہیں وجع المفاصل، عرق النساء اور نقرس میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

بقراط نے کچھ علامات ردیہ کا بھی تذکرہ کیا ہے جیسے اگر مریض اس طرح سوئے کہ اس کی آنکھوں کی سفیدی نظر آئے، ہونٹ ڈھیلے لٹکے ہوئے ٹھنڈے اور سفید ہوں تو یہ بری علامت ہے۔ بخار میں مریض کے شانوں میں چہرے سے پہلے حرکت کا پایا جانا، فضا میں کچھ پکڑنے کی کوشش کرنا، بستر پر چٹکی سے کچھ نوچتے رہنا، دیوار کا کھرچنا یہ سب بری علامتیں ہیں۔

تصانیف :- بقراط پہلا شخص ہے جس نے طب کو مدون کیا اور اسے شہرت دی۔[۵۲] صاحب طبقات نے بقراط کی تصانیف کے متعلق یہ لکھا ہے کہ اصل کتابوں کی تعداد تو تیس بتائی جاتی ہے لیکن ان میں سے ۱۲ کتابیں زیادہ مشہور ہیں۔[۵۳] ان بارہ کتابوں کا نام بھی دیا ہے۔

کتاب الاجنۃ :- یہ تین مقالوں کا مجموعہ ہے۔ پہلا مقالہ منی کی تولید سے متعلق ہے دوسرے میں جنین کی تکوین اور تیسرے میں ایسے اقوال ہیں جو اعضاء کے بننے سے متعلق ہیں۔

کتاب طبیعۃ الانسان :- اس میں دو مقالے ہیں جو طبائع، ابدان اور ان کی ترکیب سے متعلق ہیں۔

کتاب الاھویۃ والمیاہ والبلدان :- اس میں دو مقالے ہیں پہلے مقالے میں یہ بیان کیا ہے کہ امزجہ بلدان کو کیونکر معلوم کیا جاتا ہے اور امراض بلدیہ کیونکر پیدا ہوتے ہیں۔ دوسرے میں میاہ مشروبہ کے مزاج کی پہچان، سال کے فصول جو امراض بلدیہ کے تولید کا سبب ہوتے ہیں

کتاب الفصول :- یہ سات مقالوں کا مجموعہ ہے۔ اس میں پوری طب کی تعریف اس طرح کردی ہے کہ جو طب سے دلچسپی لینا چاہے وہ اس کے قوانین سے واقف ہو جائے اس میں وہ مسائل بھی ہیں جو دوسری کتابوں میں ہیں۔ یہ کتاب تقدمۃ المعرفۃ، کتاب الاھویۃ والبلدان، کتاب الامراض الحادہ، کتاب ابیذیمیا کا خلاصہ ہے۔ اس میں چند فصلیں، اوجاع النساء سے بھی متعلق ہیں۔

کتاب تقدمۃ المعرفۃ :- اس میں تین مقالے ہیں۔ ان میں ان علامات کا تذکرہ ہے جن سے طبیب کو احوال مرض کا پتہ چل جاتا ہے۔ خواہ اس مرض کا تعلق ماضی سے ہو یا حال سے یا مستقبل سے۔ جب گذشتہ حالات کو طبیب بیان کرتا ہے تو مریض کو اس پر پورا اعتماد ہو جاتا ہے اور وہ اپنے کو طبیب کے سپرد کر دیتا ہے جس سے علاج میں سہولت ہو جاتی ہے۔ جب حالات حاضرہ کا علم ہو جاتا ہے تو ادویہ وغیرہ کے انتخاب میں آسانی ہو جاتی ہے۔ جب مستقبل سے آگاہ ہو جاتا ہے تو تمام حالات کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔

کتاب الامراض الحادہ :- اس میں تین مقالے ہیں۔ پہلے مقالے میں امراض حادہ میں تدبیر غذا اور استفراغ وغیرہ سے متعلق اقوال ہیں۔ دوسرے میں تکمید، فصد، ترکیب ادویہ، مسہل وغیرہ اور علاج کے طریقوں کا تذکرہ ہے۔ تیسرے مقالے میں شراب، ماء العسل، سکنجبین، آب سرد اور حمام وغیرہ سے متعلق اقوال ہیں۔

کتاب اوجاع النساء :- اس میں دو مقالے ہیں۔ پہلے مقالے میں احتباس طمث یا نزف الدم سے جو امراض پیدا ہوتے ہیں ان کی تعریف، اس کے بعد دورانِ حمل اور پھر اس کے بعد جو امراض اکثر ہو جایا کرتے ہیں ان کا بیان ہے۔

کتاب الامراض الوافدہ:۔ اسی کو ابیذیمیا بھی کہتے ہیں۔ اس میں سات مقالے ہیں جن میں امراض وافدہ کی تدابیر و علاج کا تذکرہ ہے۔ مرض کو دو صنفوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ ایک مرض واحد، دوسرے مرض قتال۔ یہ اس لئے ہے کہ طبیب ہر ایک سے واقف ہو جائے۔ اسی میں کچھ تذکرے بھی ہیں۔

جالینوس وغیرہ کا بیان ہے کہ اس کتاب کا چوتھا و پانچواں مقالہ مشکوک ہے اور یہ بقراط کا کلام نہیں معلوم ہوتا ہے۔ پہلے دوسرے مقالوں میں امراض وافدہ سے متعلق کچھ اقوال بھی ہیں۔ دوسرے اور چھٹے مقالوں میں کچھ تذکرے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ یہ تذکرہ بقراط کا ہو یا پھر اس کے لڑکوں نے جو کچھ اپنے باپ سے سنا ہو ان کو برسبیل تذکرہ بیان کر دیا ہو۔

جالینوس کا بیان ہے کہ اکثر لوگوں نے چوتھے، پانچویں اور ساتویں مقالے کو نظر انداز کر دیا ہے لیکن بقول جالینوس "میں نے ان کو پڑھا ہے۔"

کتاب الاخلاط:۔ اس میں تین مقالے ہیں اس کتاب سے اخلاط کا حال یعنی ان کی کیفیت و کمیت کی اہمیت معلوم ہو جاتی ہے۔ امراض لاحقہ اور ان کی تدابیر کا علم ہو جاتا ہے۔ دوسرے مقالے میں ان میں سے ہر ایک کا علاج بیان کیا ہے۔

کتاب الغذا:۔ اس کے چار مقالے ہیں۔ مواد اخلاط کے علل و اسباب یعنی اغذیہ سے متعلق علل کا علم اور ان اسباب کا معلوم ہونا جو بدن میں زیادتی و تنقیہ کا سبب بنتے ہیں اور جن کی مخالفت تحلل کا باعث ہوتی ہے۔

کتاب طرطیریون:۔ اس میں تین مقالے ہیں۔ اس کتاب میں ان لوگوں کے لئے مواد اکٹھا کیا گیا ہے جو عمل بالید (جراحی) کرنا چاہتے ہیں۔ ربط، شد، جبر و خیاطت، رد و خلع، تنطیل اور تکمید کا بیان ہے۔

جالینوس کا خیال ہے کہ بقراط نے اس کتاب کو اس غرض سے لکھا ہے کہ طب کے سلسلہ میں سب سے پہلے اس کو پڑھا جائے۔

کتاب الکسر و الجبر:۔ اس میں تین مقالے ہیں۔ ان میں وہ تمام چیزیں بیان کر دی گئی ہیں جن کی احتیاج اطبا کو ہوا کرتی ہے۔ ان کتابوں کے علاوہ ایک فہرست اور بھی دی ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ بقراط کی کتابیں ان کے علاوہ اور بھی ہیں۔ بعض ان میں سے ایسی ہیں جن کی نسبت بقراط کی طرف دے دی گئی ہے۔ گویا یہ بہت سی کتابیں دوسروں کی ہیں جو بقراط کی طرف منسوب ہیں۔

(۱) کتاب الاوجاع العذرابی (۲) کتاب فی موانع الجیدہ (۳) کتاب فی القلب (۴) کتاب فی نبات الاسنان (۵) کتاب فی العین (۶) کتاب فی ایلاؤس (۷) کتاب فی سیلان الدم (۸) کتاب فی النفخ (۹) کتاب فی الحمی المحرقہ (۱۰) کتاب فی الغدد (۱۱) کتاب منافع الرطوبات (۱۲) کتاب الوصایا (۱۳) کتاب العہد (۱۴) کتاب قاموس الطب (۱۵) کتاب الخلع (۱۶) کتاب جراحات الراس (۱۷) کتاب اللحوم (۱۸) کتاب فی تقدمۃ المعرفۃ الامراض من تفقد الہوا (۱۹) کتاب طبائع الحیوان (۲۰) کتاب علامات القضایا (۲۱) کتاب فی علامات البحران (۲۲) کتاب فی المدخل الی الطب (۲۳) کتاب فی الجراح (۲۴) کتاب فی الاسابیع (۲۵) کتاب فی الجنون (۲۶) کتاب فی البثور (۲۷) کتاب فی الفصد والحجامت (۲۸) کتاب فی البول (۲۹) کتاب فی الالوان۔
(۳۰) کتاب ابی اسلیقس فی حفظ الصحۃ (۳۱) کتاب فی الامراض الحادہ (۳۲) کتاب فی الاحداث (۳۳) کتاب فی الامراض (۳۴) کتاب ابی فیلیغوس قیصر ملک الروم فی قیمۃ الانسان علی مزاج التسعۃ (۳۵) کتاب طب الوحی (۳۶) کتاب اختلاف الازمنۃ واصلاح الاغذیہ (۳۷) کتاب ترتیب الانسان (۳۸) کتاب فی استخراج الفصول (۳۹) کتاب تقدمۃ القول الاول (۴۰) کتاب تقدمۃ القول الثانی۔[۱۴]

ابن ندیم نے بقراط کی کچھ ایسی کتابوں کا تذکرہ بھی کیا ہے جن کی تفسیر لکھی گئی اور عربی میں ترجمے ہوئے۔
(۱) کتاب عہد بقراط، اس کا حنین نے سریانی میں ترجمہ کیا اور کچھ اضافہ بھی کیا۔ اس کا عربی میں ترجمہ حبیش و عیسی بن یحیی نے کیا۔ (۲) کتاب الفصول، اس میں سات مقالات ہیں اس کا مفسر صرف جالینوس ہے۔ عربی مترجم حنین ہے۔ (۳) کتاب تقدمۃ المعرفۃ، مفسر جالینوس، مترجم حنین اور تفسیر کا مترجم عیسی ہے۔ (۴) کتاب الحادہ الامراض اس کا مفسر جالینوس ہے۔ اس کے پانچ مقالات ہیں جن میں سے تین کا عربی میں ترجمہ عیسی نے کیا۔ (۵) کتاب الکسر اس میں چار مقالات ہیں، مفسر جالینوس ہے، مترجم حنین برائے محمد بن موسی۔ (۶) کتاب ابیذیمیا، اس کا مفسر جالینوس ہے پہلے حصے میں تین مقالات ہیں، دوسرے میں بھی تین مقالات ہیں۔ تیسرے میں چھ مقالات ہیں۔ چوتھے پانچویں اور ساتویں کی تفسیر جالینوس نے کی ہے۔ چھٹے حصے کو آٹھ مقالات میں تقسیم کیا ہے۔ اس کی عربی تفسیر عیسی بن یحیی نے لکھی ہے۔ (۷) کتاب الاخلاق، مفسر جالینوس ہے، اس کے تین مقالے ہیں۔ عیسی بن یحیی نے عربی میں احمد بن موسی کے لئے منتقل کیا۔ (۸) کتاب قاطیطریون میں تین مقالے ہیں۔ مفسر جالینوس ہے۔ مترجم حنین برائے محمد بن موسی (۹) کتاب امیاہ والہوا، مفسر جالینوس ہے۔ اس میں تین مقالات ہیں۔ اصل کا عربی مترجم حنین، تفسیر کا عربی مترجم بھی حنین ہے۔ (۱۰) طبیعۃ الانسان، اس کے تین مقالات ہیں، مفسر جالینوس ہے۔ مترجم بزبان عربی

جینن اور مترجم تفسیر عیسیٰ ہے۔[۵۵]

بقراط کی تصانیف کے تراجم دیگر زبانوں میں :۔ بقراط کی تصانیف کا سب سے پہلا ترجمہ لاطینی زبان میں ہوا اور ۱۵۲۵ء میں روم سے شائع ہوا۔

سب سے عمدہ طریقہ سے ایمائیل لیٹر EMILE LITTRE نے تصانیف بقراط کو شائع کرایا۔ یہ شخص طبیب اور ماہر لسانیات تھا۔ اس نے ایک صفحہ پر یونانی اصل عبارت اور اس کے مقابل صفحہ پر فرانسیسی میں اس کا ترجمہ کیا۔ اس نے دس جلدوں میں پورا کام کیا۔ پہلی جلد ۱۸۲۹ء اور آخری جلد ۱۸۶۱ء میں شائع ہوئی تھی۔ ان کے علاوہ تین اور زبانوں میں ترجمہ ہوا ہے۔ جرمن زبان میں گریم GRIMM نے ۱۷۸۱ء میں کیا تھا۔ فرانسیسی میں ۱۸۹۵ء اور ۱۹۰۸ء کے درمیان، اور انگریزی میں ۱۸۶۹ء میں کیا گیا تھا۔[۵۶]

ارسطو

ارسطاطالیس جو ارسطو کے نام سے مشہور ہے۔ ۳۸۴ قبل مسیح میں استاغیرہ میں پیدا ہوا تھا۔[۵۷]
صاحب طبقات نے اس کی عمر ۶۱ سال، ابن ندیم نے ۶۶ اور اسحاق نے ۶۷ سال لکھی ہے۔[۵۸]

اس کے باپ کا نام نقوماخس یا نیکوماخس تھا۔ ماں اور باپ دونوں کی طرف سے یہ خاندان اسقلی بیوس سے تھا۔ ارسطو کے زمانے میں ایتھنز ایک ایسا شہر تھا جو مدینۃ الحکماء کہا جاتا تھا۔ چنانچہ اس کا باپ بغرض تعلیم اس کو یہاں لایا۔ اس نے ابتدائی تعلیم ۹ برس کی عمر میں مکمل کرلی۔ اس کے بعد فلسفہ و منطق کے شوق میں افلاطون کے پاس گیا۔ افلاطون اس کی ذہانت سے بہت متاثر ہوا۔ اس کا یہ وقار تھا کہ جب بھی کوئی اہم مسئلہ افلاطون بیان کرتا تھا تو اس کو ضرور بلوا لیا کرتا تھا۔ افلاطون سے اس نے علم اخلاق، سیاسیات، تمدن اور طبعیات کی تعلیم حاصل کی۔ یہ شخص علوم و فنون میں اتنا کامل ہوگیا تھا کہ جب افلاطون سسلی گیا تو اس کی غیر حاضری میں ارسطو معلمی کے فرائض انجام دیتا تھا۔[۵۹]

ارسطو نے خود بھی لوقیون میں منتقل ہوکر دارالتعلیم بنوایا تھا۔ یہ فلاسفہ مشائین کا مشہور مرکز تھا۔[۶۰]
ارسطو سکندر اعظم کا اتالیق بھی مقرر کیا گیا تھا۔ لیکن جب سکندر مہمات ملکی پر چلا گیا تو ارسطو پھر اپنے وطن چلا آیا اور دنیا سے بالکل الگ ہوکر صرف دارالتعلیم میں درس و تدریس دیا کرتا تھا۔

ارسطو سیاسیات مدنی کا ماہر تھا۔ اس نے اپنے شہر کا خود انتظام کیا تھا۔ انتظامات کی سہولت کی خاطر اس نے اصول و قواعد کو پتھروں پر کندہ کراکر جا بجا نصب کرادیا تھا جو ارسطو کے بعد تک باقی رہا۔ لیکن جب ارسطو کی مخالفت شروع ہوئی اور اس کے فلسفہ سے لوگوں کو اختلاف ہوا تو ان پتھروں کو لوگوں نے توڑ پھوڑ دیا۔ لیکن جب دوبارہ ارسطو کے ماننے والوں کو اقتدار حاصل ہوا تو ان لوگوں نے پھر ان پتھروں کو نصب کرادیا۔ اس واقعہ کی تفصیل اکثر مورخین نے لکھی ہے ان میں سے اصیبعہ بھی ہے۔[۶۱]

اخلاق و ہمدردی کی وجہ سے وہ لوگوں میں بہت مقبول تھا اور لوگوں کو اس سے بڑی عقیدت تھی۔

صاحبِ تاریخ الحکماء نے محمد بن اسحاق کے حوالے سے یہ لکھا ہے کہ اس کا والد نیقوماخس سکندر اعظم کے والد فیلبس کے یہاں شاہی طبیب کے فرائض انجام دیتا تھا۔[۶۲] ہسٹری آف میڈیسن میں میجر نے بھی لکھا ہے کہ اس کا باپ طبیب تھا۔[۶۳] طب گویا اس کی خاندانی چیز تھی۔ چنانچہ طب کی تعلیم اس نے اپنے باپ سے حاصل کی۔ دیگر علوم میں کمال کے علاوہ اپنی ذہانت سے اس نے طب میں بھی ایک مقام پیدا کر لیا تھا۔

ارسطو کورانہ تقلید کا قائل نہ تھا۔ دوسرے علوم عقلیہ سے اس کو دلچسپی تھی اس لئے طب کو بھی عقلی معیار پر پرکھا اور مشاہدے سے کام لیا جو چیزیں غلط تھیں ان کی تردید کی۔ اتنا ضرور ہے کہ بہت سے مسائل میں خود اس نے بھی غلطی کی ہے۔ لیکن ارسطو کی شخصیت ذہنوں پر اس طرح حاوی تھی کہ عرصہ دراز تک کسی کو اس کی تردید یا اصلاح کرنے کی ہمت نہیں ہوئی۔

ارسطو کی موت ۳۲۲ قبل مسیح میں ہوئی۔[۶۳] دوسرے مورخین نے صرف عمر لکھی ہے سن کا تعین نہیں کیا ہے۔ مرنے کے بعد بھی لوگوں کی عقیدت کا یہ عالم تھا کہ اہل استاغیر نے اس کی بوسیدہ ہڈیوں کو ایک تانبے کے برتن میں اکٹھا کیا اور اسے ارسطاطالیسی مقام پر دفن کر دیا۔ عقیدت کا یہ عالم تھا کہ اہم معاملات میں مشورہ کے لئے وہ لوگ وہیں اکٹھا ہوتے تھے۔ جب کبھی علم و حکمت کا دشوار مسئلہ آتا تھا تو اسی مقام پر آکر بیٹھتے تھے اور آپس میں مناظرہ و مباحثہ کر کے مشکل مسائل کا حل تلاش کرتے تھے۔ ان لوگوں کا عقیدہ تھا کہ جس مقام پر ارسطو کی ہڈی ہے وہاں عقل میں تیزی، فکر میں صحت اور ذہنوں میں جودت پیدا ہوتی ہے۔[۶۴]

خاندان بنی عباس کی ایک فرد مامون کے متعلق بھی ایک واقعہ مشہور ہے جس کو ابن ندیم نے اور صاحبِ تاریخ الحکماء نے لکھا ہے۔ مامون نے ارسطو کو خواب میں دیکھا اور اس سے اس قدر متاثر ہوا کہ اس کی تصانیف کو تلاش کرنا شروع کر دیا لیکن جب کہیں کوئی کتاب نہیں ملی تو شہنشاہ روم کو خط بھیجا کہ ارسطو کی تصانیف کہیں سے بھی حاصل کر کے بھیجی جائیں۔ شہنشاہ بہت پریشان ہوا۔ آخر میں ایک معبد کا پتہ ایک راہب نے بتایا کہ اس میں حکمت و فلسفہ کی کتابیں بند ہیں۔ شہنشاہ نے پہلے اس راہب سے دریافت کیا کہ ممالک اسلامیہ میں ان کو بھیجنے میں کوئی دنیاوی یا اخروی خرابی تو نہیں ہے۔ اس نے کہا ثواب ملے گا اس لئے کہ یہ فلسفہ جہاں بھی رائج ہوتا ہے اس قوم کی تعمیر سیاست و مدنیت کو تباہ کر دیتا ہے۔ شہنشاہ نے اس اطمینان کے بعد دروازہ کھلوایا اور اس کتب خانے سے پانچ گٹھریاں بندھوا کر مامون کو بھیج دیا۔

اس میں کچھ مکمل کتابیں تھیں اور کچھ ناقص۔ مامون نے مترجم کو بلوایا اور رومی زبان سے عربی میں ترجمہ کرایا۔[۶۵]

نظریات و معلومات:۔ ارسطو صرف فلسفہ یا علم ہیئت وغیرہ کا ماہر نہیں تھا بلکہ اس نباتیات، حیوانیات، تشریح اور منافع کے سلسلے میں بھی قابلِ قدر معلومات فراہم کی ہیں۔[۶۶] ارسطو کا ذہن چونکہ فلسفہ و حکمت کے سانچے میں ڈھلا ہوا تھا اس لئے اس نے صرف تقلید سے کام نہیں لیا بلکہ اس نے عقل و مشاہدے کو اہمیت دی اور ہر چیز کا باقاعدہ تجزیہ کیا اور اس تجزیے کی روشنی میں اپنی معلومات کو دنیا کے سامنے پیش کیا۔ یونانی اطباء میں غالباً یہ پہلا شخص تھا جس کی توجہ جانوروں کی طرف ہوئی۔ چنانچہ اس نے مختلف قسم کے جانوروں کو مشاہدے کے بعد گروہوں میں تقسیم کیا۔

میجر کا بیان ہے کہ ارسطو نے حیاتیات کے بنیادی مسائل جنس، وراثت، تغذیہ، نشوونما اور انجذاب وغیرہ کو واضح طور سے بیان کیا۔ نظریہ ارتقا کو اس نے پیش کیا۔ یہ سب سے پہلا شخص تھا جس نے جانوروں کی جماعت بندی سائنس کے اصول پر کی۔[۶۷]

تشریحی معلومات کے سلسلے میں پھر یہی مورخ کہتا ہے کہ تشریح کے سلسلے میں ارسطو نے قابلِ قدر کام کیا ہے۔ اس نے مختلف قسم کے جانوروں کے رحم کا تقابلی مطالعہ کیا۔ جگالی کرنے والے جانوروں کے معدے کی وضاحت کی۔ مرغی کے بچے کی تکوین کو بیان کیا۔ ارسطو نے گویا تشریح کے سلسلے میں تقابلی تشریح کی طرف ذہنوں کو متوجہ کیا۔ انسانوں کے متعلق اس نے اپنی معلومات کی بنا پر یہ کہا کہ شرائین میں خون کی طرح ہوا بھی ہوا کرتی ہے۔[۶۸] غرضیکہ ارسطو نے اپنے مطالعہ میں صرف انسان ہی کو نہیں رکھا بلکہ دیگر حیوانات اور نباتات کو بھی اپنا موضوع بنایا۔

میجر کا بیان ہے کہ اس کی بیشتر تصانیف طب سے متعلق ہیں لیکن ان میں سے زیادہ تر ضائع ہو گئی ہیں۔ اس کی ایک وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ ارسطو سے بحیثیت فلسفی لوگوں کو شدید اختلاف تھا۔ اس کی کتابوں کا مطالعہ گمراہ کن فعل سمجھتے تھے۔ ایسے حالات میں قدرتی بات ہے کہ لوگوں نے اس کی تصانیف سے بے توجہی برتی ہوگی۔ اور جان بوجھ کر اس طبی سرمایہ کو تلف کر دیا ہوگا۔

طب کے سلسلے میں تاریخ الحکماء میں حسب ذیل کتب کا نام آتا ہے۔ (۱) بروبلیما طاقاطوی اباطریقہ یہ کتاب پانچ مقالات کا مجموعہ ہے۔ اس میں مختلف قسم کے مسائل سے بحث کی ہے۔ (۲) باربدیا قاطس۔ اس میں

صرف ایک مقالہ ہے۔ یہ صرف تغذیہ سے متعلق ہے۔ (۳) اباطریقیس۔ یہ کتاب فن طب سے متعلق ہے۔ [۵۹] طبقات الاطباء میں جو فہرست ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ طب سے متعلق کچھ اور کتابیں بھی تھیں جن کے نام یہ ہیں۔
(۱) کتاب فی الکون والفساد۔ اس میں دو مقالے ہیں۔ (۲) کتاب فی الحس والمحسوس (۳) کتاب فی الحرکۃ الحیات وتشریحہا۔ اس میں سات مقالات ہیں۔ (۴) کتاب فی الطبائع الحیوان۔ دس مقالوں کا مجموعہ ہے۔ (۵) کتاب فی الاعضاء التی بہا الحیاۃ۔ اس میں چار مقالے ہیں۔ (۶) کتاب فی الکون الحیاۃ۔ اس میں پانچ مقالے ہیں (۷) کتاب فی حرکات الحیوان الکائنۃ علی الارض۔ ایک مقالہ ہے۔ (۸) کتاب فی طول العمر وقصرہ۔ ایک مقالہ ہے۔ (۹) کتاب فی الحیاۃ والموت۔ (۱۰) کتاب فی الطب۔ اس میں پانچ مقالے ہیں۔ (۱۱) کتاب فی تدبیر والغذا۔ ایک مقالہ ہے۔ (۱۲) کتاب فی الرطوبات۔ ایک مقالہ ہے۔ (۱۳) کتاب فی النبض ایک مقالہ ہے۔ (۱۴) کتاب فی المعانی المیلیہ فی الطب۔

یہ تو وہ کتابیں ہیں جن کو بطلیموس نے دیکھا تھا۔ ان کے علاوہ دوسرے لوگوں نے اور کتابوں کو بھی بیان کیا ہے جو یہ ہیں۔ (۱۵) کتاب شالب الاہرم (۱۶) کتاب فی الصحت (۱۷) کتاب فی الاعدا (۱۸) کتاب فی ایاہ۔ (۱۹) کتاب فی علل النجوم (۲۰) رسالہ فی یقظ (۲۱) کتاب فی نفث الدم۔ ان کتابوں کے نام سے تو یہ اندازہ ہو ہی جاتا ہے کہ ارسطو نے تقریباً طب کے ہر مسئلہ سے دلچسپی لی تھی اور اپنی معلومات کو قلمبند کیا تھا۔

ہیروفیلوس

یونانی تاریخ میں اسکندریہ کا نام بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ یہاں صرف تعلیمی ادارے ہی نہیں تھے بلکہ بہترین قسم کا میوزیم بھی تھا۔ باغات تھے، لکچر ہال تھے۔ اسکندریہ کی لائبریری میں کم و بیش سات لاکھ کتابیں تھیں۔ باعتبار تعلیم اس کی حیثیت ایک عظیم الشان یونیورسٹی کی تھی۔ یہ خصوصیات ایسی تھیں کہ طالب علم کھنچ کھنچ کر اس ادارے میں آتے تھے اور بیش بہا معلومات سے فیض یاب ہوتے تھے۔

ادارے نے جہاں مایہ ناز شعراء، سائنس داں اور فلسفی پیدا کئے وہاں قابل قدر اطباء کو بھی جنم دیا جن کا نام آج تک روشن ہے۔ ان میں دو شخصیتیں ہیروفیلوس اور ایرا اسسطراطوس ایسی ہیں کہ ان کا نام نمایاں طور سے یونانی اطباء کی فہرست میں لکھا جاتا ہے۔

قدیم مورخین میں ابن ابی اصیبعہ اور ابن ندیم کی توجہ نہ معلوم کیوں ان لوگوں کی طرف نہ ہو سکی۔ ہو سکتا ہے کہ بقراط اور ارسطو جو پہلے گذر چکے تھے اور جالینوس ان کے بعد گذرا ہے۔ ان لوگوں کا نام اتنا مشہور ہوا کہ درمیان کی شخصیتیں ان ناموں کے درمیان دب کر رہ گئیں۔ بعد کے مورخین نے جب تاریخ کا جائزہ لیا تو ان دونوں کو ان کا جائز مقام ملا۔

ہیروفیلوس ۳۰۰ سال قبل مسیح کالیڈن میں پیدا ہوا تھا۔ یہ فیثا غورس کا شاگرد تھا۔ تشریح سے دلچسپی اور بقراط کے نظریات سے وابستگی اس کو استاد سے ورثہ میں ملی تھی۔ تشریح سے اس کو اس قدر دلچسپی تھی کہ "ابو التشریح" کہلاتا تھا۔ بقول جالینوس یہ پہلا شخص ہے جس نے انسان و حیوان کی لاشوں کا ڈسکشن کیا۔ تشریح سے اس کو اتنا لگاؤ تھا کہ اس نے سیکڑوں لاشوں کا ڈسکشن کر ڈالا۔ لاشوں کی تعداد کم از کم دو سو بتلائی جاتی ہے۔ بعض مورخین نے تو چھ سو لاشوں کی تعداد بتائی ہے۔ دو سو لاشوں کا عملی اشراح کرنا کسی اور طبیب کے لئے نہیں ملتا ہے۔ لاشوں کے اشراح سے اس نے بیش بہا معلومات فراہم کئے۔ اس کی معلومات کی فہرست بڑی طویل

ہے۔ اس نے مختلف اعضاء کا مطالعہ کیا اور مشاہدے کے بعد اپنے نظریات کو قلمبند کیا۔

دماغ کے سلسلے میں اس نے بہت غور و خوض سے کام لیا اور مقدم و موخر دماغ، اغشاء HENINGES چوتھے بطن SCRIPTORIOUS CALMOUS معصرہ ہیروفیلوس TAR CULAR . HEROPHILIS کو بیان کیا۔ اس نے اعصاب کو اوتار سے ممتاز کیا۔ نظام عصبی کا مرکز دماغ کو بتایا۔ اعصاب کی تقسیم عصب محرک MOTOR اور عصب حسی SENSORY میں کیا اس نے جگر، بانقراس، غدد لعابیہ، عروق کیلوسیہ، اعضاء تناسلیہ کو بیان کیا۔ اس نے اثنا عشری اور غدہ مذمی کو متعارف کرانے کے بعد یہ نام دیا۔ ہیروفیلوس نے سب سے پہلے شرائین اور اوردہ کا فرق بتایا۔ اس نے یہ بھی بتایا کہ شرائین اوردہ سے چھ گنی دبیز ہوتی ہیں اور ان میں خون ہوتا ہے نہ کہ ہوا۔ اس نے شرائین کے ضربات کو محسوس کیا اور یہ بتایا کہ اس سے قلب کی قوت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ اس نے نبضات کا شمار پانی کی گھڑی سے کیا۔[۱۰۵] آگے چل کر یہی مورخ کہتا ہے کہ تشخیص و معالجہ میں ہیروفیلوس بقراط کے نظریہ اخلاط کا قائل تھا۔ اس نے بہت سی دوائیں خود ایجاد کی تھیں اور مریضوں کو استعمال بھی کراتا تھا، بدقسمتی سے اس کی بیشتر معلومات ضائع ہو گئیں، بہرحال حسب ذیل کتب کا پتہ چلتا ہے۔

(۱) اسباب مرض (۲) تشریح (۳) نبض (۴) معالجات (۵) امراض چشم (۶) اغذیہ
(۷) تفسیر علامات منذرہ بقراطیہ (۸) تفسیر کتاب الجامع بقراطیہ (۹) توضیح مصطلحات بقراطیہ۔

ایراسسطراطوس

ERASISTRATOS

اسکندریہ کی دوسری شخصیت جو قدیم مورخین کی نظروں سے اوجھل رہ گئی، ایراسسطراطوس کی ہے
ایراسسطراطوس کا تعلق اسکندریہ سے اسی طرح تھا جس طرح ہیروفیلوس کا۔ دونوں اس درسگاہ سے فیضیاب
ہوئے۔ کمالات کے اعلیٰ درجہ پر فائز ہوئے، دونوں نے اپنے اپنے میدان میں بے شمار گراں قدر کام کئے۔
ایراسسطراطوس نے اس درسگاہ میں معلمی کے فرائض بھی انجام دیئے تھے۔ ایک طرف ہیروفیلوس تشریح کے
درس میں ماہر تھا تو دوسری طرف ایراسسطراطوس منافع الاعضا کے۔ ان دونوں کی تعلیمات کا اتنا گہرا اثر
پڑا کہ اسکندریہ میں دو مکتبۂ خیال کے لوگ پیدا ہو گئے۔ ایک ہیروفیلوس مکتبۂ خیال کے تھے جو تشریح کو بنیادی
حیثیت دیتے تھے۔ یہ لوگ ہیروفیلوس مکتبۂ خیال کے لوگ کہلاتے تھے۔ اس مکتبۂ خیال کے لوگ مختلف شعبوں میں ماہر تھے۔
اس مکتبۂ خیال کے لوگوں کا سلسلہ یا ہیروفیلوس اسکول پہلی صدی بعد مسیح تک قائم رہا۔ ایراسسطراطوس کے
ماننے والے ایک الگ مکتبۂ خیال کے بانی تھے۔ اس مکتبۂ خیال کے لوگ منافع الاعضاء کو تشریحی معلومات کے ساتھ
ضروری سمجھتے تھے۔ یہ لوگ ایراسسطراطوس کے نظریات کے سختی سے پابند تھے۔ اس اسکول میں مختلف شعبہائے
طب سے دلچسپی لینے والے حضرات پیدا ہوئے۔ اس مکتبۂ خیال کے لوگوں کا سلسلہ دوسری صدی بعد مسیح تک
قائم رہا۔ اس کے بعد اس کے ماننے والے بھی ختم ہو گئے۔

ایراسسطراطوس تقریباً ۳۰۹ قبل مسیح میں گذرا ہے۔ نیوبرگ کے اعتبار سے ہیروفیلوس اور ایراسسطراطوس کی
عمر میں دس سال کا فرق ہے لیکن دوسرے مورخین کے اعتبار سے تقریباً بیس سال کا فرق تھا۔ عمر میں جو کچھ
بھی تفاوت ہو اس پر تو سبھی متفق ہیں کہ ہیروفیلوس سے کم عمر لیکن ہم عصر تھا۔ ایراسسطراطوس کو صرف تشریح
سے لگاؤ نہیں تھا بلکہ اس نے تشریح کے ساتھ ساتھ منافع الاعضا پر زیادہ زور دیا اور اس شعبہ سے اتنی دلچسپی
لی کہ بابائے ارواح کہلاتا تھا۔

ایراسسطراطوس نے منافع الاعضاء کو اس طرح بیان کیا کہ بعد میں یہ ایک مستقل فن کی حیثیت سے رائج ہوگیا۔ اس اعتبار سے اگر یہ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ منافع الاعضاء کو فن کی حیثیت سے وجود میں لانے والا ایراسسطراطوس ہے۔

دماغ جیسے پیچیدہ عضو کا اس نے مطالعہ کیا اور پھر انسانی دماغ کا مقابلہ جانوروں کے دماغ سے کیا۔ ساخت کے اعتبار سے انسانی دماغوں میں پیچیدگیاں زیادہ نظر آئیں چنانچہ اس نے کہا کہ انسانی دماغ جانوروں کے دماغ سے زیادہ پیچیدہ ہوتا ہے اور اس کی پیچیدگی کا سبب اعلیٰ ذہانت ہے[۴۳]

امراض کے اسباب کے سلسلے میں کچھ لوگ قدامت پرستی کے قائل تھے۔ بہت سے امراض کا سبب جادو، ٹونا، ٹوٹکا وغیرہ کو خیال کرتے تھے۔ اس شخص نے ان خیالات کی تردید کی اور ہر مرض کے لئے کسی نہ کسی بنیادی سبب کی نشاندہی کی۔

یہ صرف قیاس اور اقوال کا پرستار نہیں تھا بلکہ مشاہدات و تجربات کی روشنی میں ٹھوس معلومات پیش کرتا تھا۔ منافع الاعضاء کے سلسلے میں جو کچھ بیان کیا ہے تقریباً سبھی تجربات کی کسوٹی پر پورے اترتے ہیں۔ اعصاب و عروق کا تعلق جو اعضاء انسانی سے ہوتا ہے اس کے متعلق اس نے مشاہدے کے بعد بتایا کہ ہر عضو میں شریان و ورید اور عصب فراہم کئے گئے ہیں۔ اس شخص پر شخصیات کا اثر بالکل نہیں پڑتا تھا۔ بقراط کے نام پر ہر ایک کی گردن جھک جاتی ہے۔ لیکن اس شخص نے بقراط کے نظریہ سے اختلاف کیا۔ اوردہ کا قائل نہیں تھا بلکہ اس نے یہ تعلیم دی کہ خون اور دو قسم کی روحیں حیات کے لئے ضروری ہیں[۴۴]

عروق دمویہ کو صرف ساخت کے اعتبار سے نہیں بلکہ افعال کے اعتبار سے اس نے دو حصوں میں واضح طور سے بیان کیا۔ اس نے کہا کہ اوردہ میں خون اور شرائین میں ہوا ہوتی ہے۔ تنفس کے ذریعہ جو ہوا داخل ہوتی ہے وہ خون کے ذریعہ قلب میں پہنچتی ہے۔ جہاں وہ ہوا روح حیوانی میں تبدیل ہوجاتی ہے اور جب یہی دماغ میں پہنچتی ہے تو دوسرے قسم کی روح بنتی ہے جسے روح نفسانی کہتے ہیں۔ یہ روح اعصاب کے ذریعہ پورے جسم میں دورہ کرتی رہتی ہے[۴۵]

اس نے اس طرح شرائین، ارواح اور اعصاب تینوں کے افعال کو بیان کیا، اور یہ بھی بیان کیا کہ اعصاب کا تعلق دماغ سے اور عروق دمویہ کا تعلق قلب سے ہوتا ہے۔ ارواح کے متعلق اس قسم کی

معلومات سب سے پہلے اسی کے یہاں ملتی ہیں۔ بعد میں جالینوس نے اس پر اور بھی بہت کچھ کام کیا ہے۔ دورانِ خون کے سلسلے میں دو چیزیں قابلِ قدر بیان کی ہیں۔ ایک تو یہ کہ شرائین واوردہ عروق شعریہ کی شکل میں ایک دوسرے سے ملی ہوتی ہیں، اس صورت سے خون کا راستہ قلب سے شروع ہو کر شرائین، عروق شعریہ اور اوردہ ہو کر قلب سے جا ملتا ہے۔ یہ ایک ہلکا سا ابتدائی دورانِ خون کا خاکہ ہے جو اس کے بیان سے ملتا ہے۔ پھر دورانِ خون کے سلسلے میں صمامات ہلالیہ اور ثلاثۃ الرؤس کو بیان کیا ہے جن کی وجہ سے خون واپس نہیں ہو پاتا ہے۔ اس طرح سے گویا دورانِ خون کے لئے بہت واضح راستہ کی نشاندہی کی۔ اس نے عروق کی مختلف قسموں کو بیان کیا ہے جیسے ورید شریانی یا شریان وریدی، اور نیز شرائین بین الاضلاع، شریان کبدی، شریان کلوی، شریان معدی واجوف عروق کیلوسیہ اوردہ کبدیہ۔

ارسطو نے پالتو جانوروں کے بچوں کو شیشہ کے ظرف میں رکھا اور ان کی غذا و فضلات کے تقابلی وزن وخصوصیات کا مطالعہ کیا[۲۶]۔ اس قسم کے تجربات سے اس نے معلومات فراہم کیں۔ وہ کسی وجہ سے تحریری شکل میں محفوظ نہ رہ سکیں۔ اگر مکمل تصانیف پائی جاتیں یا اس تجربے کا نتیجہ محفوظ ہوتا تو اس سے بیش بہا معلومات دنیا کے سامنے آتیں۔

علاج ومعالجہ کے سلسلے میں اس کے خیالات منفرد تھے۔ وہ علاج بالدواسے زیادہ حفظ صحت پر زور دیتا تھا۔ اس نے غذا، ریاضت اور حمام پر خاص طور سے زیادہ زور دیا ہے۔ یہ شخص علاج کے سلسلے میں تیز دواؤں اور مقدار و تعداد میں زیادہ دواؤں کے استعمال اور فصد کا شدید مخالف تھا۔ اس نے "S" کی شکل کا ایک قاثاطیر ایجاد کیا تھا[۲۷]۔ علاج ومعالجہ میں کچھ نظریاتی اختلاف کے باوجود یہ بقراط کے اصولِ علاج کا قائل تھا۔ جراحیات سے بھی اس کو دلچسپی تھی چنانچہ وہ جراحیات کے سلسلے میں پیٹ کو بڑی آسانی سے کھول لیا کرتا تھا۔

دیسقوریدوس

سنہ ۹۰ ق م ـــ سنہ ۴۰ ق م

تاریخ عالم میں جن شخصیتوں کا نام باقی ہے ان میں سے ایک دیسقوریدوس بھی ہے۔ یہ یونان میں پیدا ہوا تھا۔ زندگی کے ابتدائی حالات تاریخ میں محفوظ نہیں ہیں البتہ اس کے کارنامے تفصیل سے موجود ہیں۔

اس کی فنی صلاحیت کا اندازہ اس سے ہو جاتا ہے کہ بحیثیت معالج اس کو نیرو کی حکومت تسلیم کرتی تھی اور اس کی صلاحیت کی وجہ سے اسے فوجی معالج مقرر کیا گیا تھا۔ یہ پہلا شخص ہے جس نے نباتات کی معلومات سے گہری دلچسپی لی۔ اس کے متعلق ابن خیر اللہ کا خیال ہے کہ علم النباتات اور تدوین قرابادین کا بانی و موجد یہی شخص ہے۔ اس نے اپنی معلومات سے دنیا کو فیضیاب کر کے نسل انسانی پر عظیم احسان کیا ہے۔[۴۸]

اس کی معرکتہ الآرا تصنیف کا نام کتاب الحشائش ہے۔ یہ کتاب ۶۰ء میں لکھی گئی تھی۔ ادویہ نباتیہ کے سلسلے میں جو کچھ اس سے پہلے کی معلومات تھیں یہ کتاب ان سبھوں کا نچوڑ ہے۔ اس کتاب کی ایک ندرت یہ بھی ہے کہ اس نے جب پودوں کا تذکرہ کیا تو ان کی بڑی حد تک قدرتی رنگوں میں تصویر بھی بنا دی۔ یہ پہلی کتاب تھی جو بہترین تصاویر سے مزین تھی۔[۴۹] اس کتاب میں اس نے چھ سو جڑی بوٹیوں کا تذکرہ کیا ہے۔ ان کی شناخت کی تفصیلات، تحفظ و حصول کے طریقے، ان کے استعمال کے طریقے، اصول و قواعد، مقدار خوراک اور افعال و خواص وغیرہ کو بڑے اہتمام سے بیان کیا ہے۔ اس تصنیف کے وجود میں آنے کے بعد شاید ہی کوئی مصنف ہو جس نے اس سے استفادہ نہ کیا ہو اور اس کا حوالہ نہ دیا ہو۔ اس کے متعلق ۱۵۰۰ء میں ایک فرانسیسی ماہر نباتات کا بیان میجر نے نقل کیا ہے کہ وہ کہتا ہے کہ میں نے بہت سی جڑی بوٹیوں کو جن کو پہلے میں نہیں پہچانتا تھا، دیسقوریدوس کی تصنیف کی مدد سے شناخت کیا۔[۵۰]

یہ کتاب طبی دنیا میں بہت مقبول ہوئی۔ اگرچہ اس میں بہت سے لوگوں نے ترمیم و اضافے بھی

کر دیے پھر بھی اس کی مقبولیت میں کوئی فرق نہیں پڑا۔ اصل کتاب یونانی زبان میں تھی قسطنطین ہفتم نے بطور تحفہ ناصر عبدالرحمٰن سوم کو اس کا ایک مصور مخطوطہ جو یونانی میں تھا پیش کیا چونکہ عبدالرحمٰن یونانی زبان نہیں جانتا تھا اور نہ کوئی اور اندلس میں اس زبان کا جاننے والا تھا اس لئے اس کی فرمائش پر صاحبِ تحفہ نے اپنے یہاں سے نیکولا راہب کو بھیجا جو یونانی اور لاطینی زبانیں جانتا تھا۔ اس نے مقامی معالجین کی مدد سے جو لاطینی و عربی جانتے تھے اس کی کتاب کی عربی زبان میں وضاحت کے ساتھ تعلیم دی۔

اس کتاب کے مختلف زبانوں میں تراجم ہوئے۔ عربی میں ابنِ واصل کے علاوہ دوسروں نے بھی اس کا عربی میں ترجمہ کیا۔ ابن واصل کا عربی ترجمہ بڑی حد تک درست تھا اگرچہ نامکمل تھا۔ یہی وجہ تھی کہ اس نے کہا تھا کہ میری اس کمی کو بعد والے پورا کریں گے۔[۸۱] اس کتاب کے پانچ حصے ہیں پہلے میں دواؤں کی نوعیت دوسرے میں حیوانی و نباتاتی اجزاء دوائیہ کا ذکر ہے۔ تیسرے چوتھے میں پودوں اور ان کی جڑوں کا تذکرہ ہے اور پانچویں میں ادویہ معدنیہ و شراب کا بیان ہے۔

بہت سی معدنی ادویہ کے استعمال کا ذکر اس کتاب میں ملتا ہے۔ یہ شخص منوم و مخدر ادویہ کے استعمال سے بخوبی واقف تھا۔ اس نے سہر اور اوجاع کے مریضوں میں افیون کے استعمال کی سفارش کی ہے۔ مخدرات کا استعمال عمل گئی اور جراحت کے وقت کیا کرتا تھا۔

HORINE نے تعجب کے ساتھ یہ بیان کیا ہے کہ دیسقوریدوس نے لفظ تخدیر استعمال کیا ہے۔ اتنا ہی نہیں کہ تخدیر کہا ہو بلکہ تخدیر مقامی اور تخدیر معاء مستقیم کہا ہے۔ مخدرات کے علاوہ مختلف قسم کی دوسری ادویہ کا تذکرہ میجر نے بھی کیا ہے۔[۸۲]

جالینوس

یونانی اطبا میں اہمیت کے اعتبار سے یہ آخری طبیب تھا جس پر یونانی طب کا خاتمہ ہوگیا۔ یونانی اطبا میں آٹھ طبیب ایسے گذرے ہیں جو طب کے لئے ناخدا کی حیثیت رکھتے تھے ان میں کا پہلا اسقلی بیوس اور آخری جالینوس تھا۔

جالینوس سنہ ۱۳۰ء میں پیدا ہوا تھا۔ اس کے اور بقراط کے درمیان ۶۵۰ سال کا فرق تھا جالینوس ابتدا ہی سے بہت ذہین تھا۔ شروع میں باپ نے خود تعلیم دی اس کے بعد اس کی ذہانت کو دیکھتے ہوئے ارمینس اور اغلوقن کے حوالے کیا۔ ابتدائی علوم سے فراغت کے بعد طب کی طرف متوجہ ہوا۔ سترہ سال کی عمر میں طب سے بڑی اچھی واقفیت ہوگئی تھی۔ جالینوس طب کی تعلیم کے سلسلے میں اسکندریہ بھی گیا تھا لیکن اس وقت اسکندریہ کی اہمیت کم ہوچکی تھی۔ لائبریری عجائب خانے وغیرہ تو تھے لیکن طرز تعلیم میں بڑا فرق ہوگیا تھا۔ قابل اساتذہ کی کمی ہوگئی تھی۔ طب کی تعلیم چودہ سال کے بچوں کو دی جا رہی تھی۔ ان چیزوں کو دیکھ کر جالینوس بہت تنگ دل ہوا پھر بھی اس نے یہاں پانچ سال گذارے۔ جالینوس کے نام کی شہرت اتنی تھی کہ دوسرے لوگ اس سے فائدہ اٹھاتے تھے۔

ایک شخص بازار میں کھڑا دانتوں کی دوا آواز لگا کر بیچ رہا تھا۔ وہ کہتا تھا کہ جالینوس نے تمام علوم اس کے سینہ میں بھر دیا ہے۔ دانتوں کے کیڑوں کو وہ ان دواؤں سے نکال دیتا ہے۔ وہ حیلہ باز دانتوں کے درد کے مریض کے سامنے بخور جلاتا تھا جس کی وجہ سے مریض آنکھ بند کر لیتا تھا اس درمیان یہ اپنے پاس سے کیڑے نکال کر دکھاتا تھا کہ یہ دیکھو کیڑا نکل گیا۔ ایک مرتبہ اتفاق سے خود جالینوس پہنچ گیا اور اس نے بتایا کہ یہ جھوٹا ہے جس جالینوس کا یہ نام لیتا ہے وہ میں ہوں یہ حیلہ باز دروغ گو ہے۔ اس واقعہ کو اکثر مورخین نے لکھا ہے۔

جالینوس تقلید کا قائل نہیں تھا چنانچہ طالب علمی کے زمانے میں وہ اساتذہ سے علمی مباحثے کیا کرتا تھا۔ اس کے فضل وکمال کے سلسلے میں اصیبعیہ کا بیان ہے کہ اس کے فضل وکمال کے برابر کوئی اور نہیں تھا[۸۳] یا میجر کے قول کے مطابق موجودہ یا گذشتہ زمانوں میں تاریخ طب پر کسی اور کا اتنا اثر نہیں ہوا جتنا جالینوس کا ہے۔ چودہ سو برس تک اطبا اس کے اقوال کو اسی طرح اہمیت دیتے تھے جس طرح چرچ میں پوپ کی تعلیمات ہوتی ہیں[۸۴] یہ بہت کامیاب طبیب تھا۔ اس کی شہرت دور دور تک پھیلی ہوئی تھی۔ جالینوس تعلیم حاصل کرنے کے بعد جب پرگمان PERGAMAN پہنچا تو تلوار بازوں کے اکھاڑے کا معالج مقرر کیا گیا۔ اس سے جراحیات کی معلومات میں بیش قیمت اضافہ ہوا جس سے اس نے بہت سی تشریحی و منافع الاعضائی گتھیوں کو سلجھایا۔

اس کے نزدیک سبھی مریض برابر حیثیت رکھتے تھے۔ رؤسا و غربا میں مقبول ترین معالج تھا۔ یہ بہت خوددار و باوقار طبیب تھا۔ اس نے کبھی اپنے وقار کو کھویا نہیں۔ اس کی صلاحیت سے متاثر ہو کر شاہ روم نے اس کو اپنا معالج بنا لیا تھا۔ اس سے جالینوس کو یہ فائدہ پہنچا کہ اس کو شاہی کتب خانے سے استفادہ کا اچھا موقع مل گیا۔ اس نے مطالعہ و مشاہدے کی بنا پر کچھ کتابیں لکھیں لیکن بدقسمتی سے کتب خانے میں آگ لگ گئی جس سے یہ سارا علمی سرمایہ جل کر راکھ ہو گیا۔ اس حادثہ کا جالینوس کو بہت صدمہ تھا۔ اپنی کتاب نفی الغم میں اس کا تذکرہ کیا ہے۔ اس کا سنہ ۲۰۰ء میں انتقال ہوا۔

نظریات و معلومات:۔ جالینوس عناصر اربعہ یعنی آگ، پانی، مٹی اور ہوا کا قائل تھا۔ اس کے ساتھ چاروں کیفیات حرارت، برودت، یبوست اور رطوبت کو بھی صحیح مانتا تھا۔ اخلاط اربعہ کو تسلیم کرتا تھا اور ہر ایک کے مزاج کو بھی اہمیت دیتا تھا۔ وہ اسباب مرض کو خاص اہمیت دیتا تھا۔ علاج و معالجہ میں تجربہ و مشاہدے پر زور دیتا تھا۔ وہ خدا کا قائل تھا۔ اس کا عقیدہ تھا کہ خالق نے ہر عضو کو کسی خاص مقصد کے تحت پیدا کیا ہے۔ اس نے طب کی بنیاد فلسفہ پر رکھی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ طب نے ایک نئی شکل اختیار کر لی۔

جالینوس کی تشریحی معلومات قابل قدر ہیں۔ اس نے انسانوں کے علاوہ حیوانات کی لاشوں کا ڈسکشن کیا جس سے اس نے تقابلی مطالعہ کے بعد ایک رائے قائم کی اور اسے دنیا کے سامنے پیش کیا جسے صدیوں تک لوگوں نے تسلیم کیا۔ اس نے عضلات کی تقسیم اور افعال کو جس انداز سے بیان کیا ہے آج بھی تشریحی دنیا میں اس کو بڑی اہمیت ہے۔ ہڈیوں کو طویل و مسطح ہونے کے اعتبار سے تقسیم کیا۔ سر کی ہڈیوں

کو واضح طور سے بیان کیا۔ دماغ کی ساخت اس کی اغشیہ وغیرہ کے متعلق اپنے مشاہدات دنیا کے سامنے پیش کئے۔ اس نے دماغی اعصاب میں عصب بصری، سمعی، وجہی وغیرہ کو بیان کیا۔ منافع الاعضاء کے سلسلے میں اس کے بیانات کچھ زیادہ اہم نہیں ہیں۔ یہ روح نفسانی، حیوانی اور طبعی کا قائل تھا

قلب کی حرکت انبساطی وانقباضی کے متعلق جالینوس کا خیال تھا کہ قلب کی حرکت انبساطی قلب کے فعل کا جزِ موثر اور انقباضی حرکت جزِ منفعل ہے۔ انبساطی حرکت کے دوران قلب ہوا کو بائیں بطن میں اور خون کو دائیں بطن میں کھینچتا ہے۔ انقباضی حالت میں جب وہ ماند ہو جاتا ہے تو ہوا اور خون دونوں کو باہر خارج کر دیتا ہے۔ اس بیان پر ہاروے تعجب کا اظہار کرکے کہتا ہے کہ جالینوس جو ملکوتی انسان تھا اس نے خود اپنے مشاہدے پر توجہ نہیں دی اور نظام دورانِ خون کو دریافت نہ کر سکا۔

جالینوس نے کہا ہے کہ تمام شرائین اورطہ سے نکلتی ہیں اور ان میں ہوا نہیں بلکہ خون ہوتا ہے۔ اس نے صمامات قلب کے افعال کو درست طریقے سے بیان کیا۔ ریوی صمامات اس خون کو جو دائیں بطن سے شریان ریوی میں پہنچ جاتا ہے، پھر دائیں بطن میں واپس لوٹنے سے روکتے ہیں۔ ہاروے کے بیان کے مطابق اس نے واضح طور سے کہا ہے کہ خون صرف شریان ریوی سے وریدی کے ذریعہ منتقل نہیں ہوتا ہے۔ (پھیپھڑے کے ذریعہ) بلکہ بائیں بطن اور وہاں سے شرائین میں جاتا ہے۔ اس کے علاوہ ایک دلیل پیش کرنے کے بعد کہتا ہے کہ یہ سب معلومات حاصل کرنے کے بعد بھی وہ دورانِ خون کا صحیح تصور نہ پیش کر سکا۔[۸۵]

جالینوس کے نظریہ دورانِ خون کے متعلق یہ شہرت تھی کہ قلب کے حاجز بین البطینین میں مسامات ہوتے ہیں جن سے دائیں بطن کا خون بائیں بطن میں چلا جاتا ہے۔ جالینوس کی طرف اس غلط انتساب کو بعد کے محقق روڈولف ای سیگل نے غلط قرار دیا ہے۔ اس کا بیان ہے کہ جالینوس سے کچھ ایسی چیزیں منسوب کر دی گئی ہیں جو اپنی جگہ درست نہیں مثلاً اس کے سلسلے میں یہ خیال کیا جاتا ہے کہ وہ حاجز بین البطینین کے مسامات کے ذریعہ دائیں بطن سے بائیں بطن میں خون کے چلے جانے کا قائل تھا لیکن جالینوس کی اصل یونانی تحریر اس کی تائید نہیں کرتی ہے۔ اس تحریر سے اس غلط فہمی کا ازالہ ہو جاتا ہے جو اس سے منسوب چلی آ رہی ہے۔[۸۶]

مختصر طور سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ جالینوس نے عظام، عضلات، اعصاب، دماغ اور دورانِ خون کے متعلق ایسی بیش بہا معلومات بہم پہنچائیں جو بعد والوں کے لئے مشعلِ راہ بنیں۔ معالجاتی اعتبار سے بھی اس کی معلومات قابلِ قدر ہیں۔ اس نے دق کی وضاحت کی، ذات الجنب وذات الریہ کا فرق بیان کیا۔ ذات الجنب

کے درد اور جگر و مرادہ کے امراض میں فرق کیا۔[۸۷]

نبض کے سلسلے میں اس کو بڑی مہارت تھی۔ چنانچہ اس نے نبض پر سات نسخے تحریر کئے ہیں اور طول و عرض اور عمق کے اعتبار سے اس کی ۲۷ قسمیں بیان کی ہیں۔[۸۸] خواب کو جالینوس بڑی اہمیت دیتا تھا۔ باپ کے خواب کی بنا پر اس نے طب کی تعلیم حاصل کی تھی۔ اس کا بیان ہے کہ اکثر وہ خواب کے ذریعہ تشخیص کر کے علاج کرتا تھا۔[۸۹]

جالینوس کا نام تاریخ میں اس وجہ سے بھی اہمیت رکھتا ہے کہ اس نے زہروں کا تریاق تیار کیا تھا۔ اس سے حکمراں طبقہ جس کو ہر وقت زہر کھلا دینے کا خطرہ رہتا تھا، اس سے مطمئن ہو گیا تھا۔ جالینوس بہترین تشریح داں، منافع الاعضاء کا ماہر، معالجات میں کامل ترین ہونے کے علاوہ وہ اعلیٰ درجہ کا محقق اور مصنف بھی تھا۔ اس کی تصانیف طب کے ہر شعبے پر کثیر تعداد میں تھیں۔ ان کی اتنی تعداد تھی کہ ایک شخص کے لئے تمام کتب کا مطالعہ کرنا ممکن نہ تھا۔[۹۰] اس کی چند کتابیں ایسی تھیں جو باقاعدہ عرصہ تک طب کی درسگاہوں میں پڑھائی گئیں۔ اس کی شخصیت کا ذہنوں پر اتنا اثر تھا کہ ایک عرصہ تک لوگ اس کے غلط نظریات و معلومات کی تردید کرتے ہوئے ہچکچاتے تھے۔ اس کی حسب ذیل کتابوں کا درس دیا جاتا تھا۔[۹۱]

(۱) کتاب الفرق۔ حنین نے اس کو عربی میں منتقل کیا۔ اس میں صرف ایک مقالہ ہے۔ (۲) کتاب الصناع۔ اس کو بھی حنین نے عربی میں ترجمہ کیا۔ یہ بھی ایک مقالہ ہے۔ (۳) کتاب طوثرن فی النبض۔ کو بھی حنین نے عربی میں ترجمہ کیا۔ یہ بھی ایک مقالہ ہے۔ (۴) کتاب الی اغلوقن فی اشفائی لشفاء الامراض۔ دو مقالے ہیں جن کو حنین نے عربی میں ترجمہ کیا۔ (۵) کتاب المقالات الخمس فی التشریح حنین کا عربی ترجمہ ہے۔ (۶) کتاب الاستقصات (ص ہے) ایک مقالہ ہے جو حنین کا کیا ہوا ترجمہ ہے۔ (۷) کتاب المزاج۔ تین مقالے ہیں جنھیں حنین نے عربی میں منتقل کیا ہے۔ (۸) کتاب القوی الطبیعیہ۔ تین مقالے ہیں۔ یہ حنین کا ترجمہ ہے۔ (۹) کتاب العلل والاعراض۔ اس میں چھ مقالات ہیں جو حنین کا ترجمہ ہیں۔ (۱۰) کتاب تعرف علل الاعضاء الباطنہ۔ چھ مقالات ہیں جنھیں حنین نے عربی میں منتقل کیا ہے۔ (۱۱) کتاب النبض الکبیر۔ سولہ مقالات کو جیش نے اور حنین نے ایک مقالہ کو عربی میں ترجمہ کیا ہے۔ (۱۲) کتاب الحمیات۔ دو مقالات ہیں جن کو حنین نے عربی میں منتقل کیا ہے۔ (۱۳) کتاب البحران۔ اس میں تین مقالے ہیں جن کا مترجم حنین ہے۔ (۱۴) کتاب ایام البحران۔ تین مقالے ہیں جن کا ترجمہ حنین نے کیا ہے۔ (۱۵) کتاب تدبیر الاصحاء۔ چھ مقالات ہیں۔ اس کا ترجمہ جیش نے کیا ہے۔ (۱۶) کتاب

حیلۃ البراء۔ اس میں چودہ مقالات ہیں جن کا ترجمہ جیش نے کیا ہے۔ جیش نے شروع کے چھ مقالات کی اصلاح کی تھی۔ یہ سب کتابیں یونانی زبان میں تھیں جن کو حنین اور جیش نے عربی میں ترجمہ کیا۔

ابن اصیبعہ کے نزدیک جالینوس کی حسب ذیل تصانیف تھیں۔

(۱) بینکس۔ اس میں دو مقالے ہیں۔ (۲) کتاب الفرق۔ ایک مقالہ ہے۔ (۳) کتاب الصناعۃ الصغیرہ۔ ایک مقالہ ہے۔ (۴) کتاب النبض الصغیر۔ ایک مقالہ ہے۔ (۵) کتاب الی غلوقن فی التانی لشفاء الامراض۔ (۶) کتاب العظام۔ ایک مقالہ ہے۔ (۷) کتاب العضل۔ ایک مقالہ ہے۔ (۸) تشریح العصب۔ ایک مقالہ ہے۔ (۹) تشریح عروق غیر ضوارب وضوارب۔ آخر کے تین مقالے ایک ساتھ تھے۔ آخر کے پانچوں کے مجموعہ کا نام التشریح الی المتعلمین تھا۔ (۱۰) کتاب فی العروق۔ (۱۱) کتاب العصب (۱۲) کتاب الاسطقسات اس میں تمام اجسام کے لئے ارکان اربعہ کا ہونا ضروری بتایا ہے اور اخلاط اربعہ کو بیان کیا ہے۔ (۱۳) کتاب المزاج۔ تین مقالوں کا مجموعہ ہے۔ پہلے دونوں مقالوں میں تمام حیوانات کے اجسام کے اصناف کو اور تیسرے مقالے میں مزاج ادویہ کو بیان کیا ہے۔ (۱۴) کتاب القوی الطبیعہ۔ اس میں تین مقالے ہیں جن میں یہ بیان کیا ہے کہ ابدان میں تین قوائے طبیعہ یعنی قوت جالبہ منمیہ اور قوت جاذبہ ہوا کرتی ہے۔ قوت جالبہ دونوں کا مجموعہ ہے۔ ایک قوت تو منی میں تغیرات کر کے ان کو اعضاء کے مشابہ بناتی ہے اور دوسری قوت وہ ہے جو مشابہ الاجزاء کو ہیئت، مقدار، وضع، عدد، جیسی بھی ضرورت ہو، اعضاء مرکبہ کے لئے ترکیب و ترتیب دیتی ہے۔ قوت غاذیہ کی خدمت چار قوتیں، جاذبہ، ماسکہ، مغیرہ اور دافعہ کرتی ہیں۔ (۱۵) کتاب العلل والاعراض۔ یہ چھ مقالوں کا مجموعہ ہے جو کبھی منتشر طور سے تھے۔ اسکندریوں نے ان کو جمع کیا۔ پہلے مقالے میں اصناف امراض اور ان کی اجناس و انواع کو بیان کیا ہے۔ دوسرے میں اسباب امراض کا بیان ہے۔ تیسرے میں اصناف، اعراض اور اجناس و انواع امراض کا تذکرہ ہے۔ بقیہ مقالات میں اسباب، اعراض اور اسباب فاعلہ کو بیان کیا ہے۔ (۱۶) کتاب تعرف علل الاعضاء الباطنہ۔ یہ چھ مقالوں کا مجموعہ ہے۔ ان میں ان دلائل کا تذکرہ ہے جن سے اعضاء باطنہ میں ہونے والے امراض اور ان کے احوال کا پتہ چل جاتا ہے۔ دوسرے مقالہ میں امراض کی تشخیص کا طریقہ اور بقیہ چاروں مقالوں میں اعضاء باطنہ اور ہر ہر عضو کے امراض کا تذکرہ کیا ہے۔ (۱۷) کتاب النبض الکبیر۔ اس میں سولہ مقالے ہیں، جنھیں چار حصوں میں تقسیم کر دیا ہے۔ پہلے جز میں اصناف نبض، اعراض نبض اور اس کے بعد اجناس نبض کو بیان کیا ہے۔ دوسرے جز میں نبض کی تعریف اور اصناف کا تذکرہ ہے۔ تیسرے جز میں اسباب

نبض کو اور چوتھے میں تقدمۃ المعرفۃ من النبض کو بیان کیا ہے۔ (۱۸) کتاب اصناف الحمیات۔ دو مقالوں میں جن میں اجناس و انواع حمیات اور ان کے دلائل کا ذکر ہے۔ (۱۹) کتاب ایام البحران۔ اس کے تین مقالے ہیں جن میں یہ بیان کیا ہے کہ کس دن بحران ہوتا ہے اور کس دن نہیں۔ کس دن بحران محمود ہوتا ہے اور کس دن ردی۔ (۲۰) کتاب البحران۔ اس کے تین مقالے ہیں جن میں یہ بیان کیا ہے کہ بحران کیسے ہوتا ہے اور اس کے معلوم کرنے کا طریقہ کیا ہے اور بحران ہونے والا ہے یا نہیں۔ اگر ہے تو کب ہوگا اور اس کی نشاندہی کے لئے کیا کیا چیزیں ہوتی ہیں۔ (۲۱) کتاب حیلۃ البرء۔ اس میں چودہ مقالے ہیں جن میں یہ بتایا گیا ہے بطور قیاس امراض کا علاج کیونکر کیا جاتا ہے۔ دوسرے مقام میں اصولِ صحت کو بیان کیا ہے۔ بقیہ میں مداوائے تفریق و اتصال، امراض اعضاء مرکبہ، تمام قسم کے سوء مزاج اور ان کے علاج، حمی یوم، حمی مطبقہ، حمی دق، حمی عفونی وغیرہ کے علاج کو بیان کیا ہے۔ (۲۲) کتاب علاج التشریح۔ اسی کو تشریح کبیر بھی کہتے ہیں۔ پندرہ مقالوں میں تمام تشریح کو بیان کر دیا ہے۔ پہلے مقالے میں ہاتھوں کے عضلات و رباطات کو، دوسرے میں پیروں کے عضلات و رباطات کو، تیسرے میں ہاتھ پیروں کے اعصاب و عروق کو، چوتھے میں ہونٹ، رخسار اور سر کے نچلے حصے، رکبہ و کتفین کو حرکت دینے والے عضلات کو بیان کیا ہے۔ پانچویں میں عضلات صدر اور مراق بطن کو، چھٹے میں آلات غذا یعنی معدہ امعاء، کبد طحال، گردے، مثانہ وغیرہ کو، ساتویں میں آلات تنفس اور صدر کی تشریح بیان کی ہے۔ آٹھویں میں قلب وریا اور شرائین کو بیان کیا ہے۔ نویں میں دماغ و نخاع کی تشریح بیان کی ہے۔ دسویں میں تشریح عین و لسان و مری کو بیان کیا ہے۔ گیارہویں میں حنجرہ اور ان کے اعصاب وغیرہ کو بیان کیا ہے۔ بارہویں میں اعضاء تولید کی تشریح کی ہے۔ تیرہویں میں عروق ضاربہ و غیر ضاربہ کی تشریح، چودھویں میں ان اعصاب کو بیان کیا ہے جو دماغ سے نکلتے ہیں اور پندرہویں میں ان اعصاب کی تشریح کی ہے جو نخاع سے نکلتے ہیں۔ (۲۳) کتاب فیما وقع من الاختلاف بین القدماء فی التشریح۔ اس میں دو مقالے ہیں جن میں تشریحی اختلافات کو بیان کیا ہے کہ ان لوگوں کا بیان حقائق پر مبنی ہے بھی یا نہیں۔ (۲۴) کتاب التشریح الاموات۔ اس میں تشریح حیوانی کو بیان کیا ہے۔ (۲۵) کتاب تشریح الاحیاء۔ دو مقالوں میں ان معلومات کو پیش کیا ہے جو زندہ حیوانات کی تشریح سے حاصل ہوتی ہیں۔ (۲۶) کتاب فی علم ابقراط بالتشریح۔ اس میں پندرہ مقالے ہیں۔ اسے کمسنی میں بوئیتوس کے لئے لکھا تھا۔ اس کتاب میں بقراط کے تشریحی بیانات کی صحت کی دلیل بیان کی ہے۔ (۲۷) کتاب فی آراء ارا سسطراطس بالتشریح۔

یہ تین مقالوں کا مجموعہ ہے۔ اس کتاب میں ارسطاطوس کی تشریح کی وضاحت کی ہے کہ کہاں کہاں اس سے غلطی ہوئی ہے اور کون کون چیزیں درست ہیں۔ (۲۸) کتاب فیمالم بعلم نوقن من امر التشریح۔ اس میں چار مقالات ہیں۔ (۲۹) کتاب فیما خالف ــــ لوقن فی التشریح۔ اس کے دو مقالے ہیں۔ (۳۰) کتاب فی التشریح الرحم۔ یہ ایک چھوٹا سا مقالہ ہے جو قابلہ کے لئے لکھا گیا تھا۔ اس میں رحم کی تشریح اور ان تغیرات کو بیان کیا ہے جو حمل کے دوران ہوتے ہیں۔ (۳۱) کتاب فی مفصل الفقرۃ الاولی۔ ایک مقالہ ہے۔ (۳۲) کتاب فی اختلاف الاعضاء المتشابۃ الاجزاء۔ یہ بھی ایک مقالہ ہے۔ (۳۳) کتاب فی تشریح آلات الصوت۔ ایک مقالہ ہے۔ اس کے متعلق حنین کا خیال ہے کہ کسی نے جالینوس کی طرف منسوب کر دیا ہے۔ (۳۴) کتاب فی تشریح العین۔ اس مقالے کو بھی حنین نے انتساب بتایا ہے۔ (۳۵) کتاب فی علل النفس۔ دو مقالے ہیں (۳۶) کتاب الصوت۔ اس میں چار مقالے ہیں جو آواز پیدا ہونے اور اس کے آلات و اعضاء معاون اور اختلاف صوت کیونکر ہوتا ہے ان کی تفصیلات سے متعلق ہے۔ (۳۷) کتاب فی حرکۃ العضل۔ دو مقالوں کا مجموعہ ہے جس میں عضلات کی حرکت، ان کے وجوہ و اسباب و حرکات کے اختلاف، حرکات ارادیہ و حرکات طبیعیہ وغیرہ کو بیان کیا ہے۔ (۳۸) کتاب فی قوی الادویۃ المسہلۃ۔ ایک مقالہ ہے جس میں ادویہ مسہلہ کو بیان کیا ہے۔ (۳۹) کتاب فی آراء البقراط وفلاطون۔ دس مقالے ہیں جن میں یہ تذکرہ ہے کہ بقراط سے اکثر معاملات میں افلاطون نے اتفاق کیا ہے، لیکن اسی کے ساتھ ارسطو کی مخالفت کو بھی بیان کیا ہے۔ (۴۰) کتاب فی الحرکۃ المتصلۃ۔ ایک مقالہ ہے۔ (۴۱) کتاب فی آلۃ الشم۔ ایک مقالہ ہے۔ (۴۲) کتاب منافع الاعضاء۔ غالباً اسی کا ایک بوسیدہ قلمی نسخہ طبیہ کالج علی گڑھ کی لائبریری میں ہے۔ اس میں ۱۷ مقالے ہیں۔ پہلے دوسرے مقالے میں خلقت ید کی حکمت کو بیان کیا ہے۔ تیسرے مقالے میں پیر کے بارے میں، چوتھے و پانچویں میں حکمت آلات غذا کو، چھٹے و ساتویں میں آلات تنفس کو، آٹھویں و نویں میں سر کے بارے میں، دسویں میں آنکھوں کے متعلق، گیارہویں میں پورے چہرے کو، بارہویں میں ان کو جو سر و گردن میں شریک ہیں، تیرہویں میں نواحی صلب و کتفین کو، اس کے بعد کے دونوں مقالوں میں اعضاء تولید کی حکمت کو، پھر سولہویں میں ان آلات کا بیان ہے جو بدن میں شریک ہیں۔ جیسے شرائین و اوردہ اور اعصاب ہیں، سترہویں مقالے میں تمام اعضاء کے متعلق اور پھر اس کے بعد اس کتاب کے متعلق اپنے خیالات کو ظاہر کیا ہے۔ (۴۳) کتاب الادویہ المفردہ۔ اس میں گیارہ مقالے ہیں۔ پہلے دونوں مقالوں میں ان غلطیوں کا انکشاف کیا ہے جو ادویہ کے قوی پر حکم لگانے میں ہوتی ہیں۔ تیسرے مقالے میں ان تمام صحیح علوم کو بیان کیا

ہے جن کے ذریعہ ادویہ کے قویٰ اولیٰ پر حکم لگایا جاتا ہے۔ چوتھے مقالے میں قویٰ ثانیہ پر جن سے مزہ و بو سے استدلال کیا جاتا ہے۔ پانچویں مقالے میں قویٰ ثالثہ یعنی ان کے افعال جو بدن میں تسخین، تبرید، ترطیب و تخفیف کی شکل میں ہوتے ہیں ان کو بیان کیا ہے۔ اس کے بعد تین مقالوں میں ادویہ نباتیہ کے قویٰ کا تذکرہ ہے۔ نویں مقالے میں ادویہ ارضیہ جیسے تراب، طین، حجارہ اور معادن کے قویٰ کو بیان کیا ہے۔ دسویں مقالے میں ادویہ حیوانیہ کے قویٰ کا بیان ہے۔ گیارھویں میں ان ادویہ کو بیان کیا ہے جو سمندر اور نمکین پانی میں پیدا ہوتی ہیں۔ (۴۴) کتاب المنی۔ اس میں دو مقالے ہیں جن میں یہ بیان کیا ہے کہ خون سے تمام اعضا نہیں بنتے ہیں بلکہ تمام اعضاء اصلیہ منی سے پیدا ہوتے ہیں۔ دم طمثی سے صرف لحم احمر پیدا ہوتا ہے۔ (۴۵) کتاب الامتلا۔ اسی کو کتاب الکثرۃ بھی کہتے ہیں۔ اس میں ایک مقالہ ہے جس میں کثرتِ اخلاط اور ہر صنف خلط کی دلیل بیان کی ہے۔ (۴۶) کتاب ادوار الحمیات۔ ایک مقالہ ہے جس میں ادوار حمیات کے متعلق کچھ لوگوں نے غلط دعوے کئے تھے۔ گویا یہ اس کا جواب ہے۔ حنین نے اس کو جالینوس کی طرف انتساب قرار دیا ہے۔ (۴۷) کتاب فی النبض۔ اس میں ارخیجانس سے مناقضہ ہے۔ اس میں آٹھ مقالے ہیں۔ (۴۸) کتاب رداءۃ التنفس۔ اس میں تین مقالے ہیں جس میں تنفس ردی کے اصناف اور ان کے اسباب کو بیان کیا ہے۔ پہلے مقالے میں اصناف تنفس اور اس کے اسباب کو دوسرے میں سوء تنفس کے اصناف اور ان کے دلائل کو جو ہر صنف میں پائی جاتی ہیں بیان کیا ہے۔ تیسرے مقالے میں اپنے اقوال کی صحت میں بقراط کے کلام سے شواہد پیش کئے ہیں۔ (۴۹) کتاب نوادر تقدمۃ المعرفۃ۔ ایک مقالہ ہے جس میں تقدمۃ معرفۃ اور لطیف حیلوں کا تذکرہ ہے جو اس سلسلہ میں معاون ہوتے ہیں اور ان دلائل کا بیان ہے جن کو پہلے بیان کر دینے سے مریض تعجب کرنے لگتا ہے۔ (۵۰) کتاب الفصد۔ اس میں تین مقالے ہیں جو فصد سے متعلق ہیں۔ پہلے مقالے میں ایراسسطراطوس سے فصد کی ممانعت پر اختلاف کیا ہے۔ دوسرے مقالے میں ایراسسطراطوس کے ان اصحاب کا تذکرہ ہے جو فصد کی افادیت کے علی شاہد ہیں۔ تیسرے مقالے میں علاج بالفصد کی کامیابی کا ذکر ہے۔ (۵۱) کتاب الذبول۔ ایک مقالہ ہے جس میں مرض اور اس کے اصناف اور طبیعت کا تذکرہ ہے اور ان تدابیر کو بھی بیان کیا ہے جو اس سلسلے میں مفید ہیں۔ (۵۲) کتاب قوی الاغذیہ۔ اس میں تین مقالے ہیں۔ اس کتاب میں ان تمام چیزوں کو شمار کرایا ہے جو ماکولات و مشروبات میں سے ہیں اور پھر ہر ایک کے قویٰ کا تذکرہ کیا ہے۔ (۵۳) کتاب التدبیر الملطف۔ ایک مقالہ ہے۔ مضمون و موضوع کا اندازہ عنوان سے ہو جاتا ہے۔ (۵۴) کتاب الکیموس الجید والردی۔ ایک مقالہ ہے جس میں

اغذیہ کا بیان ہے کہ کن کن غذاؤں سے کیموس محمود اور کن سے محمود ردی پیدا ہوتا ہے۔ (۵۵) کتاب فی افکار ایراسسطراطوس۔ مداوات امراض کے سلسلے میں آٹھ مقالوں کی شکل میں ہے۔ ایراسسطراطوس کے مداوات مرض کے سلسلے میں جو طریقے تھے ان کے غلط و صحیح ہونے کا بیان ہے۔ (۵۶) کتاب تدبیر امراض الحادہ۔ اس میں بقراط کی رائے کو ایک مقالے کی شکل میں پیش کیا ہے۔ (۵۷) کتاب التدبیر۔ یہ ترکیب ادویہ سے متعلق ہے۔ اس میں سترہ مقالے ہیں۔ سات مقالوں میں ادویہ مرکبہ کے اجناس کو الگ الگ بیان کیا ہے، بقیہ دس مقالوں میں ادویہ کے مواقع استعمال کو بیان کیا ہے کہ کس عضو پر کونسی دوا کام کرتی ہے۔ امراض کا سلسلہ سر سے شروع کیا ہے۔ یہ مکمل کتاب اب موجود نہیں ہے۔ آخر کے دس مقالے میامر کے نام سے موسوم ہیں۔ (میمر۔ طریق) اس میں ادویہ مرکبہ کے استعمال کا صحیح طریقہ بیان کیا ہے۔ (۵۸) کتاب الادویۃ التی یسہل وجودھا۔ اس کو الموجودہ فی کل مکان بھی کہتے ہیں۔ اس میں دو مقالے ہیں۔ حنین کے قول کے مطابق ایک مقالے کا اضافہ کر دیا ہے اور اس کی نسبت جالینوس کی طرف دے دی ہے۔ (۵۹) کتاب الادویۃ المقابلہ للادوار۔ دو مقالے ہیں۔ پہلے میں تریاق اور دوسرے میں معاجین کا بیان ہے۔ (۶۰) کتاب التریاق الی المنبلیانوس۔ ایک چھوٹا سا مقالہ ہے۔ (۶۱) کتاب التریاق الی قیصر۔ یہ بھی ایک مقالہ ہے۔ (۶۲) کتاب الحیلہ لحفظ الصحت۔ اس میں چھ مقالے ہیں۔ اس کی غرض یہ ہے کہ صحت مندوں کی صحت کی حفاظت کیونکر کرنی چاہیے، خواہ وہ صحت مکمل ہو یا نامکمل۔ (۶۳) کتاب الی ادمیوس۔ ایک مقالہ ہے جس میں یہ چھان بین کی ہے کہ صحت مند کی صحت کی حفاظت طب یا ریاضت سے کی جاتی ہے۔ اسی کی طرف کتاب تدبیر الاصحہ کے شروع میں اشارہ کیا ہے۔ (۶۴) کتاب الریاضۃ بالکرۃ الصغیرہ۔ ایک چھوٹا سا مقالہ ہے اس میں اس نے ریاضت کی تعریف کی ہے اور کرہ صغیرہ (گیند اور بلّے) کے کھیل کی افادیت کو بیان کیا ہے۔ اور اسے تمام اصناف ریاضت پر ترجیح دی ہے۔ (۶۵) کتاب رائے للبقراط اور کتاب طبیعت الانسان۔ کو تین مقالوں میں اکٹھا کر دیا ہے۔ جالینوس کا بیان ہے کہ طبیعت الانسان کی تفسیر کے بعد اس کی تالیف ہوئی۔ کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو اس کو بقراط کی تصنیف نہیں مانتے ہیں۔ (۶۶) کتاب ...... نام واضح نہیں ہے۔ لیکن اس میں اس نے یہ بتایا ہے کہ فاضل طبیب کے لئے فلسفی ہونا ضروری ہے۔ یہ ایک مقالے کی شکل میں ہے (۶۷) کتاب... اس کا بھی کوئی خاص نام نہیں ہے۔ یہ بھی ایک مقالے کی شکل

میں ہے جو بقراط کی صحیح وغیر صحیح کتب کے بارے میں ہے۔ (۶۸) کتاب فی البحث۔ یہ کتاب اصحاب بقراط سے متعلق ہے جس میں ان لوگوں نے کیفیاتِ اربعہ کو بیان کیا ہے۔ حنین کا بیان ہے کہ اس کتاب کے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتا ہوں کہ یہ جالینوس کی تصنیف ہے بھی یا نہیں۔ (۶۹) کتاب فی السباق۔ اس کتاب پر بھی حنین کو شک ہے۔ (۷۰) کتاب فی الفاظ البقراط۔ حنین کا بیان ہے کہ یہ کتاب ایک مقالے کی شکل میں ہے۔ اس کتاب کی غرض بقراط کے غریب الفاظ کی وضاحت کرنا ہے۔ (۷۱) کتاب فی تجدید الطبیب یہ ایک مقالہ ہے۔ اس میں اس نے اصحاب تجربہ اور اصحاب قیاس کے دلائل کی وضاحت کی ہے۔ (۷۲) کتاب فی البحث علی تعلیم الطب۔ حنین کا بیان ہے کہ جالینوس کی یہ کتاب ایسی ہے جس میں مینودوس کی کتاب بھی ہے۔ یہ عمدہ اور نافع کتاب ہے۔ (۷۳) کتاب فی اجمل التجربہ۔ یہ ایک مقالہ ہے۔ نام سے موضوع ظاہر ہوتا ہے۔ (۷۴) کتاب فی محنتہ افضل الاطباء۔ یہ بھی ایک مقالہ ہے جو اطبا سے متعلق ہے۔ (۷۵) کتاب فی اسمار الطبیہ۔ اس میں ان اسمار طبیہ کا تذکرہ ہے جن کو اطبا کسی خاص معنی میں استعمال کرتے ہیں۔ اس کے پانچ مقالے ہیں۔ اس کا ترجمہ جبیش نے کیا تھا۔ (۷۶) کتاب فی قوام الصناعات۔ حنین کا بیان ہے کہ یہ کتاب یونانی زبان میں نہیں مل سکی۔ (۷۷) کتاب . . . . اس کا کوئی خاص نام نہیں ہے۔ یہ علم طب کے متعلق افلاطون نے جن امور کا تذکرہ طیماؤس میں کیا ہے، اس کو چار مقالوں میں بیان کیا ہے۔ (۷۸) کتاب . . . . یہ ایک مقالہ ہے جو قویٰ، نفس، مزاج کے تابع ہوتے ہیں۔ اس سے متعلق ہے۔

یہ تو ان طبی تصانیف کا تذکرہ ہے جن کے نام کے ساتھ لفظ کتاب لگا ہوا تھا۔ کچھ ایسی بھی ہیں جن کو مقالہ کہہ کر ذکر کیا ہے۔

(۱) مقالۃ فی فضل ہیئات البدن: یہ مقالہ ہے۔ اس میں سوءِ مزاج اور اس کے اصناف کو بیان کیا ہے۔

(۲) مقالۃ فی دلائل علل العین: یہ مقالہ کمسنی میں اپنے غلام کے لئے لکھا تھا۔ طبقات چشم کے امراض کا دلائل کے ساتھ تذکرہ ہے۔

(۳) مقالۃ فی اوقات المرض: اس میں امراض کے چاروں اوقات یعنی ابتدا، تزائید، انتہا اور انحطاط کو بیان کیا ہے۔

(۴) مقالۃ فی الاورام: اس میں تمام اصناف اورام اور ان کے دلائل کو بیان کیا ہے۔

(۵) مقالۃ فی اسباب البادیہ: اس میں ان اورام کا تذکرہ ہے جو خارج بدن اسباب سے پیدا ہوتے ہیں۔ اس میں یہ بھی بیان کیا ہے کہ اسباب بادیہ کا بدن پر اثر کیسے ہوتا ہے۔

(۶) مقالۃ فی الاسباب المتصلہ بالامراض: ان میں ان اسباب متصلہ کو بیان کیا ہے جو کسی مرض کے لئے فاعل کی حیثیت سے ہوتے ہیں۔

(۷) مقالۃ: یہ رعشہ، فالج، اختلاج اور تشنج سے متعلق ہے۔

(۸) مقالۃ فی اجزاء الطب: اس میں طب کو مختلف قسموں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

(۹) مقالۃ فی تولد الجنین: اس میں جنین کی تولید کی بحث ہے۔

(۱۰) مقالۃ فی المرۃ السوداء: اس میں اس کی تمام صنفوں کو دلیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔

(۱۱) مقالۃ: اس میں بچوں پر جو صرع کا دورہ پڑتا ہے اسے بیان کیا ہے۔

کچھ قدیم اطباء کی تصانیف کے خلاصے ہیں اور کچھ خود اپنی کتابوں کے خلاصے مرتب کئے ہیں۔

(۱) اختصار کتاب لوقس فی التشریح: یہ کتاب سترہ مقالوں میں تھی جس کا خلاصہ جالینوس نے دو مقالوں میں کیا۔ (۲) اختصار کتاب مارینس فی تشریح: یہ تشریح بیس مقالوں میں ہے جس کا خلاصہ چار مقالوں میں ہے۔ (۳) اختصار کتاب المعروف بالنبض الکبیر: ایک ایسا مقالہ ہے جس میں نبض کو جالینوس نے مکمل طور سے بیان کر دیا ہے۔ لیکن حنین کا خیال ہے کہ جالینوس کی تالیف نہیں ہے۔ کسی اور نے اس کی طرف منسوب کر دیا ہے۔ (۴) اختصار کتاب الحیلۃ البرئۃ: اس کتاب کا خلاصہ دو مقالوں میں کیا ہے۔ (۵) اختصار: یہ خلاصہ ایسا ہے جس میں ایک مقالہ ہے جو تدبیر معطف سے متعلق ہے۔

کچھ کتابوں کی شرح و تفسیر بھی لکھی ہے۔

(۱) تفسیر کتاب عہد البقراط: یہ ایک مقالے کی شکل میں ہے۔ (۲) تفسیر کتاب الفصول للبقراط: اس میں سات مقالے ہیں۔ (۳) تفسیر کتاب الکبیر للبقراط۔ اس میں تین مقالے ہیں۔ (۴) تفسیر کتاب والخلع للبقراط۔ اس میں چار مقالے ہیں۔ (۵) تفسیر کتاب تقدمۃ المعرفۃ للبقراط۔ تین مقالے ہیں۔ (۶) تفسیر کتاب الامراض الحادہ للبقراط۔ شروع کے تین مقالے تو اس کے ہیں لیکن آخر کے دو مشکوک ہیں۔

(۷) تفسیر کتاب القروح للبقراط۔ یہ ایک مقالہ ہے۔ (۸) تفسیر کتاب جراحات الراس للبقراط۔ یہ ایک مقالے کی شکل میں ہے۔ (۹) تفسیر کتاب ابیذیمیا للبقراط۔ پہلے کی تفسیر تین مقالوں میں ہے۔ دوسرے کی چھ مقالوں

میں، تیسرے کی تین مقالوں میں، چھٹے کی آٹھ مقالوں میں لکھی ہے۔ لیکن چوتھے، پانچویں اور ساتویں کی تفسیر نہیں کی ہے۔ (۱۰) تفسیر کتاب الاخلاط للبقراط۔ یہ تین مقالوں میں ہے۔ (۱۱) تفسیر کتاب تقدمۃ الانذار للبقراط۔ اس کا کوئی نسخہ نہیں پایا جاتا ہے۔ (۱۲) تفسیر کتاب قاصیطریون للبقراط۔ یہ بھی تین مقالوں میں ہے۔ (۱۳) تفسیر کتاب الھواء و المساکن للبقراط۔ اس کے تین مقالے ہیں اور بعض نسخوں میں چار مقالے ہیں لیکن معتبر قول پہلا ہی ہے۔ (۱۴) تفسیر کتاب الغذاء للبقراط۔ اس میں چار مقالے ہیں۔ (۱۵) تفسیر کتاب طبیعۃ الجنین للبقراط۔ حنین کا خیال ہے کہ مجھے اس کی کوئی تفصیل نہیں مل سکی اور نہ خود جالینوس نے اپنی کتاب کی فہرست میں اس کا تذکرہ کیا ہے۔ دوسرے نام ضرور ملتے ہیں جنھوں نے تفسیر و ترجمہ کیا ہے جیسے جاسیسوس اسکندرانی نے تفسیر کیا ہے یا کچھ اجزا کو جو سریانی میں ہیں، جالینوس کی طرف منسوب کر دیا ہے جس کا ترجمہ مرجس نے کیا ہے۔ یا لیا لیس، سوراطوس وغیرہ کا بھی نام ملتا ہے۔ ان میں سے کچھ کا ترجمہ حنین نے کیا ہے۔ (۱۶) تفسیر کتاب طبیعۃ الانسان للبقراط۔ یہ دو مقالوں کا مجموعہ ہے۔ (۱۷) ایک تفسیر ارسطاطالیس کی کتاب اریمینیاس کی تین مقالوں میں ہے۔ حنین کا بیان ہے کہ اس کا صرف ایک ناقص نسخہ پایا جاتا ہے۔[۹۲] دوسرے مورخین نے جو فہرست پیش کی ہے ان میں چند کتابوں کے نام میں اختلاف ہے۔ پھر بھی اہم تصانیف کے نام مشترک ہیں۔ ان کتابوں کے علاوہ اور بہت سی کتابوں کو جالینوس کی طرف منسوب کر دیا گیا ہے۔ طب کے علاوہ دیگر علوم و فنون سے متعلق بھی اس کی بہت سی کتابیں ہیں۔

جابر بن حیان

(۷۳۲ء۔ ۸۱۳ء یا ۶۸۵ء۔ ۷۷۶ء)

ان کا پورا نام ابو عبداللہ جابر بن حیان بن عبداللہ الکوفی تھا۔ لیکن ان کو الصوفی بھی کہا جاتا ہے۔ شہرت دوام کے مالک جابر بن حیان کی شخصیت جس طرح معرض اختلاف میں ہے ایسے ہی سن ولادت میں بھی اختلاف ہے۔ یہ تاریخ کا ایک المیہ ہے کہ اتنی بڑی شخصیت کے صحیح خدوخال محفوظ نہ رہ سکے۔

غیراللہ کا بیان ہے کہ چونکہ یہ امام جعفر صادق علیہ السلام کے شاگرد تھے۔ اس لئے آٹھویں صدی میں گذرے ہیں[۹۳] اس کی تصدیق و تائید ابنِ ندیم کے بیان سے بھی ہوتی ہے کہ جابر کے سلسلے میں لوگوں میں اختلاف ہے۔ کچھ لوگ اسے کبار شیعہ میں شمار کرتے ہیں اور امام جعفر صادق علیہ السلام کا صحابی بتاتے ہیں۔[۹۴] غالباً جابر کی پیدائش ۶۸۵ء یا ۷۳۲ء میں خراسان میں ہوئی۔ ان کے آبا و اجداد قبیلہ بنی اسد سے تھے یہ کوفہ کے باشندے تھے۔ جابر کے والد ادویہ کی تجارت سے گذر اوقات کرتے تھے۔ ان کی کمسنی میں ان کے والد کو بادشاہ وقت کے حکم سے قتل کر ڈالا گیا۔ باپ کے قتل کے بعد قبیلہ بنی اسد میں تعلیم و تربیت ہوئی، ابتدائی تعلیم حربی الحمیری سے حاصل کی۔

جابر کی شخصیت کئی اعتبار سے قابلِ احترام ہے۔ جابر بحیثیت صوفی کے اتنے مشہور و مقبول ہوئے کہ 'الصوفی' ان کا لقب ہو گیا۔ دوسری حیثیت جابر کی کیمیاداں یا علم کیمیا کے موجد کی ہے اور تیسری حیثیت مترجم کی ہے۔ جابر کے زمانے میں سیاسی حالات بہت خراب تھے۔ کسی جگہ اس شخص کو سکون نہیں ملتا تھا۔ ابن ندیم کا بیان ہے کہ بادشاہ کے ڈر سے کسی ایک مقام پر قیام نہیں کرتا تھا۔[۹۵] اتنے خطرناک حالات میں اپنے کمالات کا سکہ جمانا جابر ہی کا کام تھا۔

جابر ٹھوکریں کھاتا ہوا جعفر برمکی کے پاس پہنچا۔ جعفر برمکی ہارون الرشید کا وزیر تھا اور

بڑا علم دوست تھا۔ یہ وزیر اسے دربار خلافت میں لے گیا۔ جابر کے فضل وکمال سے خلیفہ بہت متاثر ہوا اور یہ حکم دیا کہ اپنے تجربات اور علم کیمیا پر ایک کتاب لکھ ڈالے چنانچہ کتاب الزہرہ اسی سلسلے کی یادگار ہے۔ جابر نے یونانی کتابوں کا ترجمہ کیا جو خلیفہ کو بہت پسند آیا۔ خلیفہ نے یونانی کتابوں کے ترجمے کے لئے باقاعدہ ایک ادارہ قائم کر دیا اور جابر کو اس ادارے کا سرپرست بنا دیا۔ اس ادارے نے یونانی علوم کو عرصے تک عربی میں منتقل کیا۔ اگر جابر نہ ہوتا تو شاید یونانی علوم خصوصاً علم کیمیا کے اصول عربی میں منتقل نہ ہوتے اور نہ عرب علم کیمیا کے موجد قرار پاتے۔

جابر بحیثیت کیمیا داں :۔ ابن خیر اللہ کا بیان ہے کہ انھوں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے صرف کیمیا ہی کی تعلیم حاصل نہیں کی بلکہ ہیئت و تصوف میں بھی استفادہ کیا۔[۹۶] اس بیان سے اندازہ ہوتا ہے کہ تصوف و کیمیا کے سلسلے میں ان کے استاد حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام تھے۔ ظاہر ہے کہ جب تمام علوم کا ماہر استاد مل گیا ہو تو پھر شاگرد کیوں نہ پورے طور سے فیوض و برکات حاصل کرے۔ اس سلسلے میں کبیر الدین صاحب کا بیان ہے کہ اگر علم کیمیا کے بانی و موجد عرب ہیں تو جیسا اگستاؤ لیبان نے بجا طور پر اقرار کیا ہے، تو ان سارے عربوں میں سب سے اونچا مقام جابر کا ہے جو کیمیاوی اعمال کا مجذوبانہ حد تک شیدائی تھا۔ اس نے علم کیمیا پر متعدد کتابیں لکھی ہیں جو رسائل جابر کے نام سے مشہور ہیں۔[۹۷]

موجودہ دور کا مورخ میجر جب جابر پر قلم اٹھاتا ہے تو شروع اس طرح کرتا ہے کہ جابر بابائے کیمیا عرب کے نام سے مشہور ہیں۔[۹۸] یا اخبار اندلس میں ہے کہ معدنیات کے اکسیر اور گاسوں کے پیدا کرنے کی ترکیبوں اور نسخوں کو سب سے پہلے جابر کوفی نے (جن کو یورپ والے جیبر کہتے ہیں) بیان کیا ہے۔ ان کے حالات اب تک نامعلوم ہیں۔ کچھ مورخین نے جابر ابن افلح اندلسی کو ان سے مخلوط کر دیا ہے۔ بہر حال یہاں تک تو معلوم ہے کہ اہل عرب میں سب سے بڑے کیمیا داں تھے۔ آج تک ہر مہندس اور علم کیمیا سے واقفیت رکھنے والا ان کی خدمات کا معترف ہے اور ان کا نام عزت و احترام سے لیتا ہے۔ کسی کا یہ قول بالکل صحیح ہے کہ ان کو علم کیمیا سے وہی نسبت ہے جو بقراط کو علم طب سے۔

سب سے پہلے انھوں نے یہ نظریہ پیش کیا کہ حرارت سے گیسیں پیدا ہوتی ہیں۔ اور جن چیزوں سے یہ گیسیں بنتی ہیں ان کی اصلیت میں تغیر ہو جاتا ہے۔ جو چیز ان کی شہرت، خلعت دوام و بقا عطا کرنے کے لئے کافی ہے وہ ان کی ایجاد اکوالجیا نمک اور شورہ کا مرکب تیزاب ہے۔

AQVARAGIA جس کا ذکر ان سے پہلے کسی شخص نے نہیں کیا یہ سب چیزیں سب سے پہلے انھیں کے عمل سے نکلیں۔[۹۹]

پروفیسر ریوّن نے جابر کے متعلق لکھا ہے کہ جابر بن حیان کو قرون وسطی میں اہل یورپ گیبر کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ یہی مورخ برتھیلوٹ کے حوالے سے آگے چل کر لکھتا ہے کہ ماہرین علم کیمیا قدیم کا مقصد اصلی سنگ پارس اور آب حیات (الاکسیر) کی تلاش تھی۔ پھر بھی ان لوگوں نے بیش قیمت اور اہم معلومات فراہم کیں۔ عربوں کے احسانات کا اندازہ الکحل اور الانبیق جیسی اصطلاحات سے ہوتا ہے جو آج تک رائج ہیں۔[۱۰۰]

حکیم نیرواسطی نے ڈاکٹر جوزف ہیبر ز کے حوالے سے لکھا ہے کہ اہل مغرب جابر بن حیان کے نام کی بے حد تعظیم کرتے ہیں۔ پروفیسر ایڈورڈ جی براؤن، موسیو لیبان، موسیو گستاؤ لیبان اور دیگر مستشرقین و مورخین مغرب نے جابر کو تاریخ علم کیمیا کا ہیرو قرار دیا ہے۔ ہال مائرڈ اور سارٹن کی رائے ہے کہ مشہور عربی کیمسٹ جابر ایک نہایت بلند مرتبہ کیمیا داں ہے۔ اور فرانس کے مشہور اور ممتاز ڈاکٹر جوزف ہیبرز اپنی مشہور فرانسیسی کتاب تاریخ الطب عربی میں عہد بنی امیہ میں دور اول کے عربی اطبا کی مساعی جمیلہ کے ذکر کے ضمن میں امام جعفر صادق علیہ السلام اور جابر بن حیان کے عام طبی اور کیمیا کے تجربات اور انکشافات کو نہایت تحسین آمیز الفاظ میں تحریر کیا ہے۔[۱۰۱] پھر حکیم صاحب موصوف فرماتے ہیں کہ تمام منصف مزاج مغربی مورخین کو اعتراف ہے کہ جابر بن حیان نے علم کیمیا کو سائنٹیفک طور پر مرتب کیا۔ جابر ہی نے کشتہ جات، تیزابات اور معدنی نمکیات بنائے، تصعید، ترشیح، تبخیر، تقطیر وغیرہ کے طریقے ایجاد کئے۔ الکحل تیار کرنے کا طریقہ دریافت کیا۔ اور آرسنک (سنکھیا سیاہ) اور اینٹی مونی (ایک قسم کی دھات) وغیرہ کو ان کے مرکبات سے علیحدہ کرنے کے اصول معلوم کئے۔[۱۰۲]

تقریباً یہی خیالات میجر کے بھی ہیں۔ اس نے بھی کیمیا کے سلسلے میں عربوں کو خصوصاً جابر کی خدمات کو سراہا ہے۔ جابر کے متعلق کہتا ہے کہ عمل تبخیر، ترسیب، تحلیل، تصعید، ترشیح، قلمیں بنانے کا طریقہ اسی نے بتایا۔ اس نے ایک محلول NITRIC ACID اور SULPHURIC ACID بنایا تھا جس کو وہ AQVARAGIA کہتا تھا۔ اس میں سونا تحلیل ہو جاتا تھا۔[۱۰۳]

دوسرے مورخ کا خیال ہے کہ جابر جیسا کہ عرب نام لیتے ہیں، پہلا شخص ہے جس نے SULPHURIC ACID تیار کیا تھا اور اس کا نام زیت الزاج رکھا تھا۔ اگر سلفیورک ایسڈ ثقافتی اور معاشی ترقی کا نشان ہے

تو پھر جابر کو نسلِ انسانی کو سب سے زیادہ فائدہ پہونچانیوالا تسلیم کرنا پڑے گا۔[۴]

جابر بحیثیت مصنف :۔ ابن ندیم نے جابر کے متعلق لکھا ہے کہ یہ فاضل شخص بہت محنتی تھا۔ کبھی کبھی تو ہزاروں ورق کی کتاب میں مصروف رہتا تھا۔ کتابیں لکھتا تھا اور دوسروں کی طرف منسوب کر دیتا تھا۔ اس کی تصانیف بہت زیادہ اور بڑی اہم ہیں۔ اس کی بہت سی کتابیں مذہب شیعہ سے متعلق ہیں۔[۵]

جابر کی تصانیف رازی کو اتنی پسند تھیں کہ رازی نے جابر کی کتاب آلاس کو اشعار میں نظم کر لیا تھا۔[۶] جابر کا اندازِ تحریر مشکل تھا جس کی وجہ سے ہر ایک کے لئے سمجھنا آسان نہیں تھا۔ اس مشکل پسندی کی وجہ کی وضاحت نیرواسطی صاحب نے بڑے اچھے اور واضح انداز میں پیش کی ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے جابر صحیح معنوں میں ایک حکیم کامل ہونے کے علاوہ نہایت بلند پایہ ادیب وفاضل بھی تھا۔ اس کی مشکل پسند طبیعت عام طرزِ تحریر کو گوارا نہیں کرتی تھی۔ دوسرے جابر الفاظ کے پردوں میں دریائے معانی کو قصداً چھپانے کی کوشش کرتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ جا بجا مغلق طرز اختیار کیا ہے۔ علم کیمیا کو عامیوں سے اخفار کا دستور سلف سے چلا آتا تھا چنانچہ اس کی تائید میں ایک واقعہ بھی ہے۔ ایک شخص نے حضرت علی علیہ السلام سے کیمیا پر بار بار مسلسل سوالات کئے تو آپ نے چند معقول جوابات فرمانے کے بعد فرمادیا کہ اس سے زیادہ بتانے کا موقع ومحل نہیں ہے۔ جابر انھیں کا پیرو تھا۔ تیسرا سبب یہ ہے کہ جابر تو معارف الٰہیہ کو بے نقاب کرنا چاہتا تھا لیکن سرمایہ الفاظ ساتھ نہیں دیتے تھے۔ انھیں وجوہ کی بنا پر بیان مغلق اور ادق اشارات سے معمور ہے۔

ابن اصیبعہ نے جو جابر کی کتابوں کی حسب ذیل فہرست دی ہے ان کے بارے میں اس نے کہا ہے کہ ان کتابوں کو یا تو میں نے خود دیکھا ہے یا دیگر ثقہ نے مطالعہ کیا ہے۔

۱۔ کتاب اسطقس الاول	۵۔ کتاب الواحد الصغیر	۱۱۔ کتاب الخمائر الکبیر
۲۔ کتاب اسطقس	۶۔ کتاب الرکن	۱۲۔ کتاب الخمائر الصغیر
۳۔ کتاب الکمال	۷۔ کتاب البیان	۱۳۔ کتاب التدابیر الرائیہ
یہ تینوں کتابیں برامکہ کے لئے لکھی تھیں۔	۸۔ کتاب الترتیب	۱۴۔ کتاب الثالث
	۹۔ کتاب النور	۱۵۔ کتاب الروح
۴۔ کتاب الواحد الکبیر	۱۰۔ کتاب الصبغ الاحمر	۱۶۔ کتاب الزیبق

۱۷۔ کتاب الملاغم الحیوانیہ
۱۸۔ کتاب الملاغم البرانیہ
۱۹۔ کتاب العمالقۃ الکبیر
۲۰۔ کتاب العمالقۃ الصغیر
۲۱۔ کتاب البحر الذاخر
۲۲۔ کتاب النبض
۲۳۔ کتاب الام
۲۴۔ کتاب الشعر
۲۵۔ کتاب البنات
۲۶۔ کتاب الاستیفاء
۲۷۔ کتاب الحکمۃ المصوفۃ
۲۸۔ کتاب التبویب
۲۹۔ کتاب الاملاح
۳۰۔ کتاب الاحجار
۳۱۔ کتاب ابی قلمون
۳۲۔ کتاب التدویر
۳۳۔ کتاب الباہر
۳۴۔ کتاب التکریر
۳۵۔ کتاب الدرۃ المکنونۃ
۳۶۔ کتاب البدوح
۳۷۔ کتاب الخاص
۳۸۔ کتاب الحاوی
۳۹۔ کتاب القمر
۴۰۔ کتاب الشمس
۴۱۔ کتاب الترکیب
۴۲۔ کتاب الغفنۃ
۴۳۔ کتاب الحیوان
۴۴۔ کتاب البول
۴۵۔ کتاب التدابیر الاخر
۴۶۔ کتاب الاسرار
۴۷۔ کتاب کتمان المعاون
۴۸۔ کتاب الکیفیۃ
۴۹۔ کتاب اسمار
۵۰۔ کتاب الارض
۵۱۔ کتاب المجردات
۵۲۔ کتاب ابیض الثانی
۵۳۔ کتاب الحیوان الثانی
۵۴۔ کتاب الاملاح الثانی
۵۵۔ کتاب النبات الثانی
۵۶۔ کتاب الاحجار الثانی
۵۷۔ کتاب الکامل
۵۸۔ کتاب الطرح
۵۹۔ کتاب فضلات الخمائر
۶۰۔ کتاب العنصر
۶۱۔ کتاب الترکیب الثانی
۶۲۔ کتاب الخواص
۶۳۔ کتاب التذکیر
۶۴۔ کتاب البیان
۶۵۔ کتاب السئول
۶۶۔ کتاب روحانیہ عطارد
۶۷۔ کتاب الاستنشام
۶۸۔ کتاب الانواع
۶۹۔ کتاب البرہان
۷۰۔ کتاب الجواہر الکبیر
۷۱۔ کتاب الاصباغ
۷۲۔ کتاب الرائحۃ الکبیر
۷۳۔ کتاب الرائحۃ الصغیر
۷۴۔ کتاب الطین
۷۵۔ کتاب الملح
۷۶۔ کتاب الحجر الحق الاعظم
۷۷۔ کتاب للتبیان
۷۸۔ کتاب الطبعیہ
۷۹۔ کتاب مابعد الطبعیہ
۸۰۔ کتاب التلیح
۸۱۔ کتاب الفاخر
۸۲۔ کتاب الصارع
۸۳۔ کتاب الافرندو
۸۴۔ کتاب الصادق
۸۵۔ کتاب الروضہ

۸۶۔ کتاب الزاہر
۸۷۔ کتاب التاج
۸۸۔ کتاب الخیال
۸۹۔ کتاب تقدمتہ المعرفتہ
۹۰۔ کتاب الزرانیخ
۹۱۔ کتاب الالہی
۹۲۔ کتاب ابی خالطف
۹۳۔ کتاب ابی جمہور الفرنجی
۹۴۔ کتاب ابی علی بن یقطین
۹۵۔ کتاب مضارع الضاعتہ
۹۶۔ کتاب ابی علی بن اسحاق البرکی
۹۷۔ کتاب اغراض الضعتہ الی برالمکی
۹۸۔ کتاب الباہت
۹۹۔ کتاب عرض الاعراض
۱۰۰۔ کتاب التعریف
۱۰۱۔ کتاب الہدی
۱۰۲۔ کتاب العلیین الجبارہ الی ابرکی
۱۰۳۔ کتاب الطاہوت
۱۰۴۔ کتاب الباب
۱۰۵۔ کتاب الثلاثین حکمہ
۱۰۶۔ کتاب المنی

۱۰۷۔ کتاب الصفات
۱۰۸۔ کتاب العشرہ
۱۰۹۔ کتاب النعوت
۱۱۰۔ کتاب العہد
۱۱۱۔ کتاب السبعہ
۱۱۲۔ کتاب الحی
۱۱۳۔ کتاب الحکومتہ
۱۱۴۔ کتاب البلاغہ
۱۱۵۔ کتاب المشاکلہ
۱۱۶۔ کتاب خمسہ عشر
۱۱۷۔ کتاب الکعو
۱۱۸۔ کتاب الاحاطہ
۱۱۹۔ کتاب الراوق
۱۲۰۔ کتاب القید
۱۲۱۔ کتاب العتبط
۱۲۲۔ کتاب الاشجار
۱۲۳۔ کتاب المواصب
۱۲۴۔ کتاب المخنقہ
۱۲۵۔ کتاب الاکلیل
۱۲۶۔ کتاب الخلاص
۱۲۷۔ کتاب الوجیہ
۱۲۸۔ کتاب الرغیہ
۱۲۹۔ کتاب التخلف

۱۳۰۔ کتاب الہیتہ
۱۳۱۔ کتاب الروضہ
۱۳۲۔ کتاب الناصح
۱۳۳۔ کتاب النقد
۱۳۴۔ کتاب الظاہر
۱۳۵۔ کتاب اللیلہ
۱۳۶۔ کتاب المنافع
۱۳۷۔ کتاب العبد
۱۳۸۔ کتاب المصادر
۱۳۹۔ کتاب الجمع
۱۴۰۔ کتاب التصحیح
۱۴۱۔ کتاب المعنی
۱۴۲۔ کتاب الایضاح
۱۴۳۔ کتاب الجہتہ
۱۴۴۔ کتاب المیزان
۱۴۵۔ کتاب الاتفاق
۱۴۶۔ کتاب الشرط
۱۴۷۔ کتاب الفضلہ
۱۴۸۔ کتاب التمام
۱۴۹۔ کتاب الاعراض
۱۵۰۔ کتاب مصححات مرثاغورس
۱۵۱۔ " " بقراط
۱۵۲۔ " " افلاطون

۱۵۲۔ کتاب مصحات ارسطاطالیس
۱۵۳۔ 〃 〃 ارسجانس
۱۵۴۔ 〃 〃 ارکاغانیس
۱۵۵۔ 〃 〃 امورمس
۱۵۶۔ 〃 〃 دیمقراطیس
۱۵۷۔ 〃 〃 حربی
۱۵۸۔ 〃 〃 بناغس
۱۶۰۔ کتاب الزہردہ
۱۶۱۔ کتاب الانموذج
۱۶۲۔ کتاب الممجد
۱۶۳۔ کتاب سفر الاسفار
۱۶۴۔ کتاب البعید
۱۶۵۔ کتاب الفاصل
۱۶۶۔ کتاب العقیقہ
۱۶۷۔ کتاب البلورہ
۱۶۸۔ کتاب الساطع
۱۶۹۔ کتاب الاشراق
۱۷۰۔ کتاب المخابل
۱۷۱۔ کتاب المسائل
۱۷۲۔ کتاب التفاضل
۱۷۳۔ کتاب التشابہ
۱۷۴۔ کتاب التفسیر
۱۷۵۔ کتاب التمیز

۱۷۶۔ کتاب الکمال والتمام
۱۷۷۔ کتاب الضمیر
۱۷۸۔ کتاب الطہارہ
۱۷۹۔ کتاب الاعراض
۱۸۰۔ کتاب المبدار بالریاضۃ
۱۸۱۔ کتاب المدخل الی الصناعۃ
۱۸۲۔ کتاب التوقف
۱۸۳۔ کتاب الثقۃ لصحۃ العلم
۱۸۴۔ کتاب الوسطاق الصناعۃ
۱۸۵۔ کتاب الحسنۃ
۱۸۶۔ کتاب الحقیقت
۱۸۷۔ کتاب الاتفاق واختلاف
۱۸۸۔ کتاب السنن والحیرہ
۱۸۹۔ کتاب الموازین
۱۹۰۔ کتاب السر المغان مرض
۱۹۱۔ کتاب المبلغ الاقصی
۱۹۲۔ کتاب المخالفہ
۱۹۳۔ کتاب الشرح
۱۹۴۔ کتاب الاغراض فی النہایۃ
۱۹۵۔ کتاب الاستقصاء
۱۹۶۔ کتاب الطہارۃ آخر
۱۹۷۔ کتاب السلوہ
۱۹۸۔ کتاب الکامل

۱۹۹۔ کتاب الحیاء
۲۰۰۔ کتاب الزحل
۲۰۱۔ کتاب المریخ
۲۰۲۔ کتاب الشمس الاکبر
۲۰۳۔ کتاب الشمس الاصغر
۲۰۴۔ کتاب الزہرا
۲۰۵۔ کتاب العطارد
۲۰۶۔ کتاب القمر الاکبر
۲۰۷۔ کتاب یعرف نجامیہ لنفسہ
۲۰۸۔ کتاب المثنی
۲۰۹۔ کتاب الحاصل
۲۱۰۔ کتاب میزان العقل
۲۱۱۔ کتاب العین
۲۱۲۔ کتاب النظم
۲۱۳۔ کتاب الجسر والتشریح
۲۱۴۔ کتاب المزج اللطیف
۲۱۵۔ کتاب شرح اقلیدس
۲۱۶۔ کتاب شرح مجسطی
۲۱۷۔ کتاب المرایا
۲۱۸۔ کتاب الطبیعۃ الفاعلۃ الاولی المتحرکۃ وہی النار
۲۱۹۔ کتاب الطبیعۃ الثانیۃ الفاعلۃ الجامدہ وہی الماء۔

۲۲۰- کتاب الطبیعۃ الثالثۃ المتفعلۃ الیابسۃ ھی الارض۔

۲۲۱- کتاب الطبیعۃ الرابعۃ المنفعلۃ الرطبۃ ھی الھواء[۱۰۷]

ان کے علاوہ زہد، وعظ، عزائم وغیرہ پر کتابیں لکھیں۔ پانچ سو کتابیں فلسفیانہ تقلید سے متعلق تھیں۔ کتابوں کی اس طویل فہرست اور موضوعاتِ کتب سے اندازہ ہوتا ہے کہ جابر صرف کیمیا داں ہی نہیں تھا بلکہ مختلف قسم کے علوم و فنون پر اسے قدرت حاصل تھی۔ جابر کی شخصیت اگر صرف ایک پہلو لئے ہوتی تو وہی اس کی شہرت و دوام کے لئے کافی تھی لیکن جابر کی ذات ہر اعتبار سے قابلِ قدر ہے۔ جابر کی اہم کتابیں جو کیمیا سے متعلق تھیں ان کا گیرارڈ اوف کریمونا نے ۱۱۸۷ء میں لاطینی میں ترجمہ کیا تھا۔ یہی تراجم اہل یورپ کے لئے کیمیاوی معلومات کا اہم ذریعہ ہیں۔

علی بن ربن الطبری

ابن اصیبعیہ نے ان کا پورا نام ابوالحسن علی بن سہل بن ربن الطبری لکھا ہے۔[۱۰۸] لیکن ابن ندیم نے علی زین لکھا ہے۔[۱۰۹]

علی بن ربن الطبری کے نام کے اس اختلاف نے بعض مورخین کو اشتباہ میں ڈال دیا کہ شاید یہ دو شخصوں کے نام ہیں۔ ربن یا زین یہودی علماء کو کہا جاتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ یہ لقب اس کو اس لئے دیا گیا ہو کہ یہ مذہباً یہودی تھا۔ جس طرح اس کے نام کی صحت میں اختلاف ہے ایسے ہی اس کے سن پیدائش کے متعلق کسی مورخ نے یقین کے ساتھ کوئی سن نہیں لکھا ہے بلکہ ابن اصیبعیہ اور ابن ندیم نے تو کسی سن کا تذکرہ ہی نہیں کیا ہے۔

علی بن ربن الطبری شہر مرو میں جو طبرستان کا علاقہ ہے ۱۸۰ھ و ۱۹۲ھ کے درمیان پیدا ہوا تھا۔[۱۱۰] طبرستان کی مناسبت سے اس کو طبری کہا جاتا ہے۔ اس کا باپ ربن الطبری ایک یہودی طبیب تھا۔ اس بنا پر یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ طب اس کو ورثہ میں ملی تھی۔ ابتدائی تعلیم اس نے اپنے باپ سے حاصل کی۔ اس کا باپ عربی، سریانی، طب، ہندسہ، فلسفہ اور غالباً عبرانی و یونانی زبانوں کا ماہر تھا۔ چنانچہ اس نے اپنے باپ سے ان تمام علوم کو حاصل کیا اور ان علوم سے واقفیت کی بنا پر اپنی تصنیف فردوس الحکمت میں اس قسم کے علمی مسائل کی وضاحت بھی کی ہے۔ ابتدائی تعلیم سے فراغت کے بعد یہ شخص عراق گیا اور وہاں جا کر طب میں کمال حاصل کیا۔ اس کے علاوہ بہترین قسم کا کاتب بھی تھا۔ چنانچہ ابن ندیم کا بیان ہے کہ ابوالحسن علی بن سہل الطبری مازیا ابن قادن کا کاتب تھا۔[۱۱۱]

جب اس کی شہرت و رسائی دربار خلافت تک ہوئی تو معتصم کے دور میں اسلام لے آیا۔ اس سے اس کی قدر و منزلت میں اضافہ ہوگیا بلکہ متوکل نے تو اپنے ندیموں میں شریک کر لیا تھا۔ زکریا رازی نے

اس کی شہرت سے متاثر ہوکر اپنا استاد بنالیا تھا۔طبری کے فخر کے لئے یہی کیا کم ہے کہ رازی جیسی شخصیت کا استاد تھا۔ بذاتِ خود طبری یونانی، فارسی اور ہندی طب میں کمال رکھتا تھا۔

طبری جس دور میں گذرا ہے اس دور میں ہر طرف علمی چرچا تھا۔مختلف زبانوں سے علوم وفنون کو عربی، سریانی میں منتقل کیا جارہا تھا۔ بلکہ عرب کی تاریخ میں یہ ایک ایسا دور ملتا ہے جب یونان، عرب اور ہند کے علوم کو ایک دوسرے کے قریب کیا گیا تھا۔ایک دوسرے سے تبادلۂ خیالات کئے گئے۔ ایک دوسرے کے خیالات ونظریات اور اصول کو بڑی حد تک اپنایا گیا۔ اس طرح کے حالات تاریخ میں کسی اور زمانے میں نظر نہیں آتے ہیں۔ اس علمی فضا نے طبری کے ذہن کو بھی متاثر کیا چنانچہ اس نے اپنے لئے ایک نیا راستہ نکالا۔ اس نے کسی کتاب کا ترجمہ نہیں کیا بلکہ اپنے خیالات ونظریات کو فردوس الحکمت کی شکل میں پیش کیا۔

فردوس الحکمت :۔ یہ طب کی جامع کتابوں میں سے ایک کتاب ہے۔ تاریخ طب کے مورخ براؤن نے طب العرب پر جب لکچر دینا شروع کیا تھا تو اس نے چار مصنفین کی کتابوں کو منتخب کیا تھا۔ان میں سے ایک طبری اور اس کی تصنیف فردوس الحکمت تھی۔ فردوس الحکمت کو PARADISE OF WISDOM بھی کہتے ہیں۔ یہ کتاب سات انواع، تیس مقالات اور بیس ابواب کا مجموعہ ہے۔ اس کتاب کے نوع سابع کے مقالہ رابعہ کو جس میں ۳۶ ابواب ہیں۔ ہندی معلومات سے مخصوص کیا گیا ہے۔ تفصیل حسب ذیل ہے۔

۱۔پہلی نوع اس میں ایک مقالہ اور بارہ ابواب ہیں۔ اس میں فلسفیانہ مباحث مثلاً کون وفساد اور استحالہ وغیرہ کا تذکرہ ہے۔

۲۔دوسری نوع کے پہلے مقالے میں آٹھ باب ہیں جن میں تکوین جنین، اسقاط، تسہیل ولادت، معدہ اور امعاء اور حرکات اعضاء اور افعال وقوی کو بیان کیا ہے۔ دوسرے مقالے میں دس باب ہیں جن میں مزاج، نفس، بدن، الوان وارواح اور قوت مدبرہ بدن کا بیان ہے۔ تیسرا مقالہ اس میں بارہ ابواب ہیں جن میں مختلف اعضاء کے مزاج، شہوت، حافظہ، نسیان، رویا یا خواب اور قابوس وغیرہ کا بیان ہے۔ چوتھے مقالے میں پانچ باب ہیں جن میں تربیت اطفال، حفظ صحت اور تدبیر اعضا کا بیان ہے۔ پانچویں مقالے میں سات باب ہیں جن میں چاروں موسم، ربیع، صیف، خریف اور شتاء کی تدبیر اور اسفار وغیرہ کو بیان کیا ہے۔ تیسری نوع، اس میں ایک مقالہ اور تین باب ہیں جن میں تغذیہ کی غرض اور

انواع اغذیہ اور ان کی قویٰ کو بیان کیا ہے۔

چوتھی نوع، اس میں بارہ مقالات ہیں۔ پہلے مقالے میں نو باب ہیں۔ ان میں امراض عامہ کے نام، اسباب، اخلاط کو ہیجان میں لانے والے اسباب، ان کی علامات، علامات امراض باطنہ اور قانونِ علاج کو بیان کیا ہے۔ دوسرے مقالے میں چودہ باب ہیں جن میں امراض راس، اس کے اسباب وعلامات اور علاج کو بیان کیا ہے۔ تیسرے مقالے میں بارہ باب ہیں جن میں عین، اذن اور انف کے علامات وعلاج کا تذکرہ ہے۔ چوتھا مقالہ، اس میں سات باب ہیں۔ اس میں تشنج، کزاز، رعشہ، فالج اور لقوہ وغیرہ کے علاج کو بیان کیا ہے۔ پانچواں مقالہ، اس میں سات باب ہیں جن میں امراضِ حلق، لہات، صدر، ضیق النفس اور ربو وغیرہ کا تذکرہ ہے۔ چھٹا مقالہ، اس میں بھی سات باب ہیں۔ جن میں معدے کے امراض، دبیلہ معدہ، متلی، قے اور فواق وغیرہ کا بیان ہے۔ ساتواں مقالہ، اس میں پانچ باب ہیں جن میں امراض کبد اور استسقاء وغیرہ کا بیان ہے۔ آٹھواں مقالہ، اس میں چودہ باب ہیں۔ ان میں امراض قلب، ذریہ، مرارہ اور طحال وغیرہ کا بیان ہے۔ نواں مقالہ، اس میں ۱۹ باب ہیں۔ ان میں امراض امعاء، قولون، کلیہ، مثانہ، علیل، مقعد ورحم اور ان کے علاج کا تذکرہ ہے۔ دسواں مقالہ، اس میں ۲۶ باب ہیں۔ جن میں انواع حمیات کی علامات وعلاج، جدری حمرہ بحران۔ مختلف امراض کی علامات صالحہ اور علامات موت کا تذکرہ کیا ہے۔ گیارہواں مقالہ، اس میں ۱۳ باب ہیں جن میں وجع المفاصل، نقرس، عرق النساء، جذام برص، حکہ، خنازیر، سرطان، قوبہ، سعفہ، داء الفیل، دیگر اورام، خراجات اور آکلہ وغیرہ کا بیان ہے۔ بارہواں مقالہ، اس میں بیس باب ہیں جن میں فصد، مواضع فصد، حجامت، اسہال اور حمام وغیرہ کے اصول، بول کی رنگت ورسوب سے استدلال کا طریقہ جالینوس وغیرہ کی روشنی میں بیان کیا ہے۔

پانچویں نوع، اس میں صرف ایک مقالہ ہے جس میں نو ابواب ہیں جن میں خواص اشیاء، ان کے ذائقے وروائح اور سبب تخفیف وتکسیر اور جواہر معدنیہ وغیرہ کو بیان کیا ہے۔

چھٹی نوع، اس میں چھ مقالات ہیں۔ پہلے مقالے میں سولہ باب ہیں جن میں حبوب، بقول اثمار اور دودھ، گوشت، مچھلی وغیرہ کو بیان کیا ہے۔ دوسرے مقالے میں پانچ باب ہیں جن میں ادویہ مفردہ، صموغ، اصداف، طین، مختوم اور اصلاح ادویہ وغیرہ کا بیان ہے۔ تیسرے مقالے میں ایک باب

ہے جس میں ادویہ مسہلہ کی قوی اور اصلاح کا تذکرہ ہے۔ چوتھا مقالہ، اس میں بیالیس باب ہیں جن میں انسان اور دیگر حیوانات، مثلاً گھوڑے، گدھے، گائے، اونٹ، شیر، بلی، چوہے، خرگوش، مرغی، کبوتر، گوریا، سرطان نہری وغیرہ کے اعضاء سے جو فوائد حاصل کئے جاتے ہیں ان کا تذکرہ ہے۔ آخر میں دودھ گھی اور پنیر وغیرہ کے بیان پر ختم کیا ہے۔ پانچواں مقالہ، اس میں دو باب ہیں۔ پہلے میں سموم اور دوسرے میں علامات سموم وعلاج سمیات کو بیان کیا ہے۔ چھٹا مقالہ، اس میں آٹھ باب ہیں جن میں ادویہ مرکبہ، تریاقات اور ادویہ مسہلہ مرکبہ، اقراص، جوارشات، ربوبات، اشربہ، ادہان اور مراہم کا تذکرہ ہے۔

ساتویں نوع، پہلا مقالہ، اس میں گیارہ باب ہیں۔ اس میں شہروں، پانی و ہواؤں کی خصوصیات ان تینوں کے اثرات جو ابدان، الوان اور اخلاق وغیرہ پر پڑتے ہیں، ان کا بیان ہے۔ دوسرا مقالہ، اس میں پانچ باب ہیں۔ اس میں اشیاء کے قوی نباتات کے خواص، ایک دوسرے کے اثرات کو باطل کرنے کے وجوہ اور آخر میں نوادر الاطباء پر بیان ختم کیا ہے۔ تیسرا مقالہ، اس میں چھ باب ہیں جن میں فلکیات سے بحث کی ہے۔ چوتھا مقالہ ہندی کتب کے خلاصہ پر مشتمل ہے۔ اس میں ۳۶ ابواب ہیں۔ ابتداء طب کی غرض و غایت سے کی ہے اور اس کے بعد تولید حیوانات و انسان، تکوین جنین و اعضاء و اخلاط، تدبیر صحت، اغذیہ، اشربہ، ذائقہ، کھانے پینے میں تقدم و تاخر۔ شراب، دودھ، تدابیر ازمنہ، وغیرہ جو قدیم کتب سے اخذ کیا ہے۔ علامات امراض، مراتب امراض، حالات مریض، اسباب مرض اور ہیجان میں آنے والے اوقات، فواق سعال، عطش اسہال، سل حمیات وغیرہ کی علامات وعلاج کا بیان ہے۔ مریض کے طول بقا سرعت فنا کی علامات اور ایک ہندی عورت کی کتاب سے تنقیہ نفخ اور علاج قم رحم کو اخذ کیا ہے اور آخر میں ان ادویہ مرکبہ کا تذکرہ ہے جو ہندی وید استعمال کرتے ہیں جیسے دوا برہم، رسائن، سلاجیت، لوہے، سونے کے کشتے تیار کرنا اور آخر میں کچھ اشکال شطرنجیہ دیا ہے۔

فردوس الحکمت کے علاوہ ابن ندیم نے طبری کی تین اور کتابوں کا نام دیا ہے۔ (۱) تحفۃ الملوک۔ (۲) کناش الحضرۃ۔ (۳) کتاب منافع الاطعمہ والاشربہ والعقاقیر۔

اصیبعیہ نے حسب ذیل کتب کا تذکرہ کیا ہے۔

۱۔ فردوس الحکمت۔ ۲۔ ارفاق الحیات۔ ۳۔ تحفۃ الملوک۔ ۴۔ کناش الحضرۃ۔ ۵۔ منافع الاطعمہ والاشربہ والعقاقیر۔ ۶۔ کتاب حفظ الصحۃ۔ ۷۔ کتاب فی الرقی۔ ۸۔ کتاب الحجامت۔ ۹۔ کتاب ترتیب الاغذیہ[۱۱۲]

ان تصانیف میں زیادہ شہرت فردوس الحکمت کو ہوئی۔ ابتدا میں اس کے چند قلمی نسخے تھے۔ یہ کتاب پہلی بار ۱۹۱۸ء میں شائع ہوئی۔ ڈاکٹر زبیر احمد صدیقی نے اپنے استاد براؤن کے کہنے پر اس کتاب کے قلمی نسخوں کا تقابلی مطالعہ کر کے ایک نسخہ مرتب کیا۔ ڈاکٹر صاحب کے اس کام کو بہت سراہا گیا اور ان کو ڈاکٹریٹ کی ڈگری ملی۔ پہلی بار یہ کتاب برلن سے شائع ہوئی تھی۔ اب پاکستان سے عربی متن کے ساتھ اردو ترجمہ شائع ہوا ہے۔

حنین بن اسحاق الطبیب النصرانی

۸۰۹ء — ۸۷۳ء

ابوزید العبادی JOHANNITIUS ONAN **اور** HUNAINIUS

ابن ندیم نے اس کے بارے میں لکھا ہے کہ حنین بن اسحاق العبادی اس کا پورا نام تھا اور کنیت ابوزید تھی۔ اس کا تعلق عبادی حیرہ سے تھا۔ اس کی ولادت ۱۹۴ھ میں اور انتقال ۲۶۴ھ میں ہوا۔ دوسرے مورخین ولادت ۸۰۹ء اور وفات ۸۷۳ء لکھا ہے۔

حنین بن اسحاق فصیح و بلیغ مقرر اور بہترین شاعر تھا۔ اس کا قیام ایک عرصہ تک بصرہ میں رہا۔ اس نے خلیل بن احمد سے عربی تعلیم حاصل کی۔ طب کی تعلیم کے شوق میں یہ یوحنا بن ماسویہ کے درس میں شریک ہونے لگا۔ ابتداہی سے اس کے ذہن میں جودت اور فکر میں بلندی تھی۔ اس لئے اس نے یوحنا سے کچھ سوالات کرنے شروع کردیئے۔ یوحنا جب جواب نہ دے پایا تو ایک روز یہ کہہ کر نکال دیا کہ اہل حیرہ طب و تعلیم حاصل کرنے کے قابل نہیں ہیں۔ حنین آزردہ خاطر ہوکر درس سے نکل گیا۔ اپنے شوق کی تکمیل کے لئے یونانی زبان سیکھنے گئے۔ اس نے اپنا حلیہ تبدیل کیا اور ایک وقت وہ آیا کہ یونانی زبان کا ماہر ہوگیا۔ یونانی شعرا کا کلام دل بہلانے کے لئے گنگنانے لگا۔ عربی کے ساتھ ساتھ اس نے یونانی، سریانی اور فارسی زبان میں اتنا کمال حاصل کرلیا کہ کوئی اس دور میں اس کا ہم پلہ نہ تھا۔

حنین بحیثیت مترجم:۔ جب مختلف زبانوں پر اس کو عبور حاصل ہوگیا تو اس نے یونانی زبان سے طب کے سرمایہ کو عربی و سریانی میں منتقل کرنا شروع کیا۔ مامون کو جب اس کی صلاحیت کا علم ہوا تو اس نے یونانی کتابوں کے ترجمے کے لئے اس کو مقرر کیا۔ چنانچہ اس نے عربی میں ترجمہ کرنا شروع کردیا۔ معاوضہ میں اسے ترجمے کے برابر سونا دیا جاتا تھا۔ حنین کو دارالترجمے سے وابستہ کردیا گیا تھا۔ یہ شخص

خود بھی ترجمہ کرتا تھا اور دوسروں کے ترجمے پر نظر ثانی بھی کیا کرتا تھا۔ یونانی کتابوں کے حاصل کرنے کے لئے اس نے دور دراز مقامات کا سفر کیا۔ اگر حنین نے ترجمے سے دلچسپی نہ لی ہوتی تو شاید اس طرح سے یونانی علوم خصوصاً طب کا سرمایہ عربی میں منتقل نہ ہو پاتا۔ یہ حنین کا طب پر بہت بڑا احسان ہے۔

حنین کا امتحان :۔ حنین کی شہرت جب دور دور تک پھیل گئی تو خلیفہ نے حاسدوں کے کہنے پر حنین کا امتحان لیا۔ خلیفہ نے لالچ دے کر کہا کہ وہ کوئی ایسی دوا تیار کر دے جس سے وہ اپنے دشمن کا خاتمہ کر سکے۔ حنین نے جواب دیا کہ میں ادویہ نافعہ کے علاوہ کوئی اور دوا کسی کو بتاتا نہیں ہوں، خلیفہ اس پر برہم ہوا اور اسے قید کر دیا۔ قید خانے میں اس نے پھر تصنیف و ترجمہ کا کام شروع کر دیا۔ ایک مدت کے بعد خلیفہ نے اس کو قید خانے سے نکلوایا اور اس کے سامنے ایک طرف تو دولت کا انبار لگا دیا دوسری طرف قتل کا تمام سامان فراہم کرا دیا اور کہا کہ اگر میرے حکم کی تعمیل کرو گے تو یہ دولت مل گی، اور اگر نافرمانی کرو گے تو قتل کر دیے جاؤ گے۔ حنین نے پھر وہی پہلے والا جواب دیا اور جرائت کے ساتھ یہ بھی کہہ دیا کہ اگر مجھے آپ آج قتل کر دیں گے تو کل خدا میرا بدلہ آپ سے لے گا۔ اس پر خلیفہ مسکرایا اور کہا یہ تمہارا امتحان تھا تم اس میں پورے اترے۔ پھر خلیفہ نے دریافت کیا کہ یہ بتاؤ کہ میرے حکم کی تعمیل سے تم کو کس چیز نے روکا۔ اس نے جواب دیا "الدین والصناعتہ"

حنین کا تحفہ :۔ حنین کا ایک دوست یوسف طبیب تھا۔ ایک دن یہ جبریل کے یہاں گیا تو دیکھا کہ حنین جالینوس کی کتاب التشریح کا ترجمہ کر رہا ہے۔ جبریل اس سے بہت خوش ہوا۔ مکمل ترجمہ دیکھ کر اس نے کہا کہ اگر حنین زندہ رہا تو سرجیس مترجم کو بھی مات کر دے گا۔ اس پر حنین نے یوسف سے کہا کہ اب میرے راز کو فاش کر دو اور جو سنا ہے اس کا اعلان کر دو۔ اس پر یوسف نے کہا کہ میں تمہارے استاد یوحنا سے بھی یہ واقعہ دہراؤں گا۔ حنین نے کہا یہ کتاب الجوامع لیتے جاؤ اور یہ ان کو یہ کہہ کر دینا کہ یہ اس شخص کی کوششوں کا نتیجہ ہے جس کو آپ نے اپنے درس سے نکال دیا تھا۔ کتاب دیکھ کر یوحنا نے کہا یہ کتاب انسانی کوششوں کا نتیجہ نہیں ہے بلکہ الہامی کتاب ہے۔ پھر بعد میں اپنی حرکت پر ندامت کا اظہار کیا اور اپنے بچھڑے ہوئے شاگرد سے تعلقات درست کر لیے۔

موت کا سبب :۔ موت کے سلسلے میں ابن اصیبعہ کا بیان ہے کہ ستر سال زندہ رہنے کے بعد اس کا انتقال ۲۶۴ھ میں ذرب میں ہوا۔ اللہ کے اعتبار سے اس کی وفات ۸۷۳ء یا ۸۷۷ء میں ہوئی

یہ خلیفہ معتمد کے دور میں گذرا ہے۔[۱۱۶] اس نے سلیمان کا بیان نقل کیا ہے کہ خلیفہ متوکل کے دور میں غم وغصہ اور صدمہ کی وجہ سے اس کا انتقال ہوا۔ صدمہ یہ ہوا تھا کہ متوکل کو طیغوری کے ورغلانے کی وجہ سے حنین پر اعتماد نہیں رہا۔ ایک مرتبہ اس نے خفگی کے عالم میں یہ حکم دیا کہ میری دوا طیغوری کی نگرانی میں تیار ہوا کرے گی۔ اس کا حنین پر اتنا اثر ہوا کہ وہ رات کو جب سویا تو صبح کو مردہ پایا گیا۔ اس کے بارے میں کہنا مشکل ہے کہ اس کی موت صدمہ یا بیماری سے ہوئی یا اس نے اپنی زندگی کو خود ختم کر ڈالا۔

حنین کی خدمات اور تصانیف:۔ حنین طبیب اور مصنف ہونے کے ساتھ ساتھ بہترین مترجم بھی تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اس کی شہرت مترجم ہونے کی حیثیت سے زیادہ ہوئی۔ حنین دو کتابوں کا مصنف تھا۔ یہ دونوں کتابیں موضوع اور اپنی دیگر خصوصیات کی وجہ سے اتنی اہم ہیں کہ بحیثیت مصنف اس کا نام زندہ رکھنے کے لئے کافی ہیں۔ اس کی تصنیف پر الگوڈ نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ حنین کی ان دونوں کتابوں کی وجہ سے امراض چشم سے لوگوں کو بڑی دلچسپی پیدا ہوئی۔ اس کی تصنیف کا یہ اثر ہوا کہ معالجات کی کتب میں ایک خاص حصہ امراض چشم سے مخصوص کیا جانے لگا۔ حاوی میں رازی نے قانون میں شیخ نے اور مجوسی نے الملکی میں ایسا ہی کیا ہے۔[۱۱۷] حنین کے متعلق اسی مصنف نے لکلرک کے حوالے سے لکھا ہے کہ اگر حنین نے علم کا احیا نہ کیا ہوتا تو مشرق میں پھر کوئی ایسا نہ تھا جو اتنی تندہی، یقین اور سیر حاصل طریقہ سے حصہ لیتا۔ حنین کی تصانیف وتراجم وغیرہ کی فہرست بہت طویل ہے۔ ابن ابی اصیبعہ نے حسب ذیل کتابوں کا تذکرہ کیا ہے جس کا کسی نہ کسی طرح حنین سے تعلق ہے۔

۱۔ کتاب المسائل :۔ طب کے سلسلے میں پہلی کتاب ہے۔ اس میں اس نے مبادیات طب کو جمع کر دیا ہے۔ اس کتاب کے متعلق یہ بھی خیال ہے کہ یہ کتاب ناقص تھی جس کو اس کے شاگرد جیش نے مکمل کیا۔ ابن ابی صادق نے اس کی شرح لکھی۔ اس کتاب کے سلسلے میں یہ کہا جاتا ہے کہ یہ ایک مسودہ کی شکل میں تھی۔ حنین کے شاگرد و بھانجے جیش نے اس کو مرتب کیا اور بقیہ حصہ کو مکمل کر کے کتاب کی شکل دی۔ اسی مناسبت سے اس کو کتاب المسائل لحنین کہتے ہیں۔ جیش نے اس کتاب میں اوقات مرض کے تذکرہ سے آخر تک کا اضافہ کیا ہے۔ کچھ لوگوں کا بیان ہے تریاق کا بیان اضافہ شدہ ہے۔ یہ کتاب بغداد میں متوکل کے دور میں لکھی گئی تھی۔ اسی زمانے میں اس کو رئیس الاطباء بنایا گیا تھا۔

۲۔ کتاب العشر مقالات فی العین :۔ یہ بھی متوکل کے دور میں بغداد میں لکھی گئی تھی۔

اس کتاب کے مقالات بعض طویل اور بعض مختصر ہیں۔ جیش نے جب اس کتاب کو جمع کرنا چاہا تو اس کے صرف نو مقالے تھے۔ اس نے ایک مقالے کا اضافہ کر دیا۔ اس صورت میں دس مقالے ہو گئے جن کی تفصیل یہ ہے۔ پہلا مقالہ، اس میں طبیعت عین اور ترکیب عین کو بیان کیا ہے۔ دوسرا مقالہ، اس میں طبیعت دماغ اور اس کے فوائد کا تذکرہ ہے۔ تیسرا مقالہ عصب باصرہ، روح باصرہ اور فعل بصارت پر روشنی ڈالی ہے۔ چوتھا مقالہ، ان اشیاء کا تذکرہ ہے جن کا حفظ صحت کے لئے ذہن میں رکھنا ضروری ہے۔ پانچواں مقالہ، اس میں ان امراض کا بیان ہے جو آنکھ میں پیدا ہوتے ہیں۔ چھٹا مقالہ، ان علامات مرض کا تذکرہ ہے جو آنکھ میں ظاہر ہوتی ہیں۔ ساتواں مقالہ، عام ادویہ کے قوی کا تذکرہ ہے۔ آٹھواں مقالہ، آنکھ کی ادویہ کے تمام اجناس پر مشتمل ہے۔ نواں مقالہ، اس میں امراض چشم کا علاج بیان کیا ہے۔ دسواں مقالہ، امراض چشم کی ادویہ مرکبہ کے بیان پر مشتمل ہے۔ ایک مقالہ اور بھی پایا جاتا ہے جو اس کتاب میں اضافہ ہے۔ اس میں ان امراض چشم کو بیان کیا ہے جو لوہے سے پیدا ہوتے ہیں۔

۳۔ کتاب العین :۔ یہ سوال و جواب کے طور پر تین مقالوں کا مجموعہ ہے۔ یہ کتاب اس نے اپنے دونوں بیٹوں، داؤد و اسحاق کے لئے لکھی تھی۔ اس میں ۲۰۹ مسائل کو بیان کیا ہے۔ اس کتاب کا ایک قلمی نسخہ طبیہ کالج علی گڑھ کے کتب خانے میں موجود ہے۔ ان کے علاوہ حنین نے جالینوس کی کتابوں پر بہت کام کیا ہے۔ اس کی کتابوں کا خلاصہ تیار کیا، سوال و جواب کے انداز میں مرتب کر کے بقراط و جالینوس کی تصانیف کی شرحیں لکھیں۔ ان کتابوں میں سے چند کے نام حسب ذیل ہیں۔

۱۔ کتاب آراء بقراط و افلاطون ـــ اسے سوال و جواب کے انداز میں مرتب کیا ہے۔

۲۔ کتاب جالینوس فی البول ـــ اس کا انداز بھی سوال و جواب کا ہے۔

۳۔ کتاب جالینوس فی الحث علی تعلیم الطب ـــ یہ بھی اسی انداز میں ہے۔

۴۔ کتاب المنی جالینوس ـــ اس کا انداز بھی وہی ہے۔

۵۔ کتاب الفصول کی تفسیر بھی اسی انداز سے کی ہے۔

۶۔ کتاب تقدم المعرفتہ کی تفسیر بھی اسی انداز میں کی ہے۔ ۷۔ تدبیر الامراض الحادۃ ـــ بقراط کی تفسیر کا وہی انداز ہے۔ ۸۔ کتاب الجراحات فی الراس ـــ کی تفسیر کا وہی انداز ہے۔ ۹۔ ابیذیمیا جو بقراط کی کتاب ہے۔ اس کی تفسیر بھی اسی انداز سے کی ہے۔ ۱۰۔ قاطیطریون

جالینوس کی کتاب ہے جس کی تفسیر اسی طرح کی ہے۔ ۱۱۔ کتاب الهواء الازمنة والبلدان۔ بقراط کی جالینوسی تفسیر کو اسی انداز سے پیش کیا ہے۔ ۱۲۔ کتاب الهواء والماء والمساکن کی نامکمل شرح ہے۔ ۱۳۔ کتاب الغذا البقراط کی شرح لکھی ہے۔ ۱۴۔ کتاب البقراط فی المولودین کا خلاصہ تیار کیا۔ ۱۵۔ کتاب النضج بقراط کی تفسیر لکھی۔ ۱۶۔ کتاب حفظ صحت کی مکمل تفسیر لکھی۔

تفاسیر وغیرہ کے علاوہ کچھ مقالات کچھ رسائل اور کچھ دیگر تصانیف کا بھی تذکرہ کیا ہے۔

۱۔ قرص عود۔ ایک رسالہ ہے۔ ۲۔ قرص ورد۔ ایک رسالہ ہے۔ ۳۔ تدبیر ناقہین۔ ایک مقالہ ہے۔ ۴۔ غذا اور دوا کے فرق کو تین مقالوں میں بیان کیا ہے جو ایک کتاب کی شکل میں ہے۔ ۵۔ کتاب قوی الاغذیہ۔ تین مقالوں کا مجموعہ ہے۔ ۶۔ مقالۃ فی الدلائل۔ اس میں امراض کی معرفت کے دلائل پیش کئے ہیں۔ ۷۔ ماء الشعیر۔ ایک مقالہ ہے۔ ۸۔ مقالۃ فی الحمام۔ ۹۔ مقالۃ فی الاجال۔ ۱۰۔ مقالۃ فی الاغذیہ ۱۱۔ مقالۃ فی ضیق النفس۔ ۱۲۔ مقالہ جالینوس فی العادات۔ ۱۳۔ مقالہ کتاب قاطیفوریاس۔ ۱۴۔ مقالۃ فی تولد الحصات۔ ۱۵۔ مقالۃ فی اختیار الادویۃ المحرقتہ۔ ۱۶۔ مقالۃ فی تقاسیم علل العین۔ ۱۷۔ مقالۃ فی الصداع۔ ۱۸۔ مقالۃ الترکیب۔ ۱۹۔ ایک مقالہ حفظ صحت سے متعلق ہے۔ ۲۰۔ مقالۃ فی کون الجنین۔ ۲۱۔ کتاب فی النبض۔ ۲۲۔ کتاب فی الحمیات۔ ۲۳۔ کتاب فی البول۔ ۲۴۔ کتاب فی حالات الاعضاء۔ ۲۵۔ کتاب فی الیبس۔ ۲۶۔ کتاب فی حفظ الاسنان ۔ ۲۷۔ کتاب فی امتحان الاطباء۔ ۲۸۔ کتاب فی الطبائع الاغذیہ و تدبیر الابدان۔ ۲۹۔ کتاب فی اسماء الادویۃ المعزدہ۔ ۳۰۔ کتاب فی قسمۃ الاعضاء علی مارتبہا جالینوس۔ ۳۱۔ کتاب فی ترکیب العین۔ ۳۲۔ کتاب فی تدبیر السوداوین ۳۳۔ کتاب فی تدبیر الصبی بالمطعم والمشرب۔ ۳۴۔ کتاب فی العین۔ ۳۵۔ کتاب فی تدبیر المستقیمین۔ ۳۶۔ کتاب فی اسرار الادویۃ المرکبہ۔ ۳۷۔ کتاب اسرار الفلاسفہ فی الباہ۔ ۳۸۔ کتاب الفوائد۔ ۳۹۔ کتاب اختلاف الطعوم۔ ۴۰۔ کتاب فی تشریح اللذات الغذا۔ ۴۱۔ کتاب اختیار ادویۃ علل العین۔ ۴۲۔ جوامع۔ اس میں بقراط کی کتاب ابیذیمیا کے مقالہ اولیٰ ثانیہ و ثالثہ کو بطور سوال و جواب پیش کیا ہے۔ ۴۳۔ کتاب دفع الاعضاء والاغذیہ[۱۸]

صاحب طبقات نے جو فہرست دی ہے وہ دیگر کتب کی فہرست سے طویل ہے۔ اس میں صرف ان کتابوں کو درج کیا گیا ہے جن کا تعلق طب سے ہے۔ ابن ندیم نے ان کے علاوہ چند اور طبی کتب

کا تذکرہ کیا ہے جیسے کتاب علاج الامراض العین بالحدید۔ کتاب معرفۃ اوجاع المعدۃ و المصلحہا کتاب الشرح و تولدھا۔ کتاب علاج العین۔[۱۱۹]

الگڈ کا بیان ہے کہ مسجد صوفیہ کی لائبریری میں دو مخطوطے محفوظ ہیں جو حنین کی تصانیف کی فہرست ہیں۔ جن کو اس کے شاگردوں نے مرتب کیا تھا۔ اس نے ۹۵ کتابوں کا جو جالینوس کی تھیں سریانی میں ترجمہ کیا تھا اور ۳۹ کتابوں کا ترجمہ عربی میں کیا تھا۔ ان کے علاوہ وہ چھ کتابیں جن کا ترجمہ سریانی میں اور سترہ کتابیں جن کا ترجمہ عربی میں اس کے شاگردوں نے کیا تھا، حنین نے ان پر نظر ثانی کی تھی۔ حنین کے تراجم کا ترجمہ گیراڈ آف کریمونا وغیرہ نے کیا[۱۲۰] جس سے اہل یورپ ان کے خیالات و نظریات سے واقف ہوئے۔

حنین کی تصانیف کے تراجم دیگر زبانوں میں :- حنین کی دو کتابیں ہیں جو امراض چشم سے متعلق ہیں وہ طبی دنیا میں کافی مشہور ہیں۔ وہ یہ ہیں۔

۱۔ عشر مقالات فی العین ـــ اس کا انگریزی میں ترجمہ مائر ہوف نے کیا تھا اور اردو میں پروفیسر حکیم طیب صاحب نے کیا ہے۔ اس کتاب پر موصوف کو حکومت اتر پردیش کی طرف سے انعام ملا تھا۔

۲۔ کتاب المسائل فی العین ـــ مختلف زبانوں میں اس کا ترجمہ شائع ہو چکا ہے۔ اس کا ایک قلمی نسخہ اجمل خاں طبیہ کالج میں موجود ہے۔ پروفیسر زج نے ۱۹۱۳ء میں ایک کتاب شائع کی تھی جس کا عنوان سریانی تشریح ماہیۃ الامراض اور معالجات ہے۔ اس کا مصنف حنین کو بتایا ہے۔[۱۲۱] اس کی کچھ تصنیف کا ترجمہ قسطنطین افریقی نے بھی کیا تھا جس کے متعلق مشہور ہے کہ اس نے اسے اپنے نام سے شائع کرایا تھا اور یہ دعویٰ کیا تھا کہ یہ میری ذاتی تصنیف ہے۔

یوحنا بن ماسویہ

۷۷۷ء ـ ۸۵۷ء

ابن اصیبعیہ نے اس کی صلاحیت کے پیش نظر اس کے نام کے ساتھ طبیب، ذکی، فاضل اور خبیر جیسی صفات لکھی ہیں۔

یوحنا جندی شاہ پور میں پیدا ہوا اور تعلیم و تربیت بغداد میں ہوئی۔ عقیدتاً یہ عیسائی مسلک کا پیرو تھا۔ اس کے والد دوا سازی کا کام کرتے تھے۔ اسے اپنے والد کے پیشے سے صرف لگاؤ ہی نہیں تھا بلکہ مزید برآں مریضوں کے لئے بہترین نسخے تجویز کئے، معرکۃ الآرا علاج کئے۔ امراض کے سلسلے میں اپنی معلومات سے دوسروں کی رہنمائی کی۔ دوسری زبانوں کے علوم و فنون کو عربی زبان میں منتقل کر کے انھیں محفوظ کیا۔ اپنی فنی صلاحیت سے خلفاء پر ہمیشہ اثر انداز رہا اور ان سے بہت کچھ مالی منفعت حاصل کی۔ اپنے بعد ایسا علمی سرمایہ چھوڑا کہ ہر دور کے مورخ نے اس کی شخصیت کو متعارف کرایا۔ اس کی وفات سامرہ میں ۲۴۳ھ میں ہوئی۔[۱۲۲]

طب کے سلسلے میں میبجر کے بیان کے مطابق جبریل بختیشوع کی شاگردی اختیار کی تھی۔ بعد میں اس نے اتنی ترقی کی کہ اس کی عظمت و مقبولیت کی وجہ سے حسد کرنے والوں میں جبریل بختیشوع بھی ہو گیا تھا۔[۱۲۳]

ابن اصیبعیہ نے یوسف بن ابراہیم کے حوالے سے لکھا ہے کہ بغداد میں سب سے زیادہ بارونق اور باوقار مجلس یوحنا کے گھر ہوتی تھی جس میں اطباء، متکلمین، فلسفی اور ہر صنف کے ادیب شریک ہوتے تھے۔[۱۲۴] دربار خلافت پر اس کا بڑا اچھا اثر تھا۔ ہارون رشید کا معالج و طبیب تھا۔ اس کے علاوہ دیگر چار خلفاء کی بحیثیت طبیب خدمت کی تھی۔ اپنی زندہ دلی، ذہانت، ظرافت اور بزلہ سنجی کی وجہ سے دربار

خلافت کا مقرب ترین شخص تھا۔ خلفاء کو اس پر اعتماد ہی نہیں تھا بلکہ اس کو اپنے ندیموں میں شریک کر لیا تھا۔ خلیفہ واثق سے تو اس کے دوستانہ تعلقات ہو گئے تھے۔ خلیفہ اس کی ناز برداری کرتا تھا۔ ایک مرتبہ اسے بدذائقہ شراب پلادی گئی تو اس نے خلیفہ سے شکایت کی۔ خلیفہ نے تلافی کے طور پر ایک لاکھ درہم اس کے گھر پہنچانے کا حکم دیا۔ دوسرے وقت جب خلیفہ نے دریافت کیا کہ رقم یوحنا کے گھر پہنچادی گئی تو خادم نے جواب دیا کہ ابھی نہیں جاسکی ہے۔ تو خلیفہ نے کہا کہ اب دو لاکھ درہم عطا کیا جائے۔ ہر بار دریافت کرتا تھا اور رقم میں ایک لاکھ کے اضافہ کا حکم دیتا جاتا تھا۔ خازن نے جب یہ دیکھا تو ملازمین کو راتوں رات رقم پہنچانے کا حکم دیا۔ اس کو خطرہ ہوا کہ کہیں خزانہ نہ خالی کر دیا جائے۔

یوں تو یہ عیسائی خاندان میں پیدا ہوا تھا۔ لیکن اس کے عقیدے کا یہ عالم تھا کہ جب اس کی تیمارداری کے لئے کچھ پادری آئے اور اس کی صحت کے لئے دعا کرنے لگے تو اس نے کہا کہ میں تمہاری دعا سے نہیں بلکہ دوا سے ٹھیک ہو جاؤں گا۔[۱۲۵]

یہ اپنے دور کے کامیاب ترین اطباء میں سے تھا۔ اس نے لاکھوں درہم کمائے تھے۔ اس کے بہت سے معالجاتی واقعات کا تذکرہ ابن اصیبعہ اور خیر اللہ نے کیا ہے۔ ان میں سے ایک واقعہ یہ ہے کہ کسی شخص نے اپنی بیماری کی شکایت کی، اس نے علاج میں فصد بتایا تو اس شخص نے کہا کہ میں اس کا عادی نہیں ہوں۔ اس پر یوحنا نے جواب دیا کہ کوئی عادت ماں کے پیٹ سے لے کر نہیں آتا ہے۔ تم تو بیماری کے عادی نہیں تھے پھر بیمار کیسے ہو گئے۔ اگر صحت چاہتے ہو تو فصد کھلواؤ ورنہ صبر و سکون سے مصیبت جھیلو۔ یہ اس کی فنی مہارت اور حذاقت کی دلیل ہے۔

دوسرا واقعہ یہ ہے کہ ایک شخص نے اس سے اپنے معدے کی خرابی کی شکایت کی۔ اس نے باری باری بہت سی دوائیں بتائیں۔ وہ بار بار یہی کہتا رہا کہ یہ سب علاج کر چکا ہوں تو اس پر یوحنا نے کہا کہ تو پھر اگر تم صحت چاہتے ہو تو مسلمان ہو جاؤ اس لئے کہ اسلام معدہ کی اصلاح کرتا ہے۔ ایک واقعہ اور بھی ایسا ہے کہ جو اس کے فنی صلاحیت کی بہترین دلیل ہے۔ ایک مرتبہ ابو عثمان اور یوحنا اسماعیل بن بلبل کے دسترخوان پر کھانا کھا رہے تھے۔ یوحنا نے عثمان کو دودھ اور مچھلی ایک ساتھ کھانے سے منع کیا اس نے اپنی معلومات اور اپنے قیاس کو بہتر سمجھتے ہوئے دونوں چیزوں کو ایک ساتھ کھایا۔ اس پر یوحنا نے کہا کہ خدا خیر کرے۔ دوسرے دن اس پر فالج کا اثر ہو گیا۔ یوحنا نے کہا کہ اس نے اپنے قیاس پر عمل کیا میرے

تجربے کو ٹھکرا دیا اس کا انجام جو ہونا تھا ہوا۔ اس طرح کے اور بھی بہت سے واقعات ہیں جو اس کی فنی مہارت کی شہادت دیتے ہیں۔ اس کی شخصیت کا ایک اہم پہلو یہ بھی ہے کہ وہ نہایت دیانت دار اور باصلاحیت مترجم تھا۔ ہارون رشید نے جب اس کو اپنا معالج مقرر کیا تھا تو یونانی کتابوں کے ترجمے کی ذمہ داری بھی اس کے سپرد کی تھی۔ مامون نے تو اس کو مترجمین کا رئیس و صدر بنا دیا تھا۔ ہارون رشید کو جو کچھ علمی سرمایہ انقرہ وغیرہ میں ملا تھا اس نے ترجمہ کے لئے اسی کے سپرد کیا تھا۔ بعد میں مامون نے اس کو یونان اور دیگر مقامات پر یونانی نوادرات اکٹھا کرنے کے لئے بھیجا۔ حنین بن اسحاق نے اس کی بے پناہ صلاحیت سے متاثر ہو کر اس کی شاگردی اختیار کر لی تھی۔ بہر حال مترجمین کے سلسلے میں ان دونوں کا نام ہمیشہ سرِ فہرست رہے گا۔

خیر اللہ کا بیان ہے کہ عربوں میں غالباً یہ سب سے پہلا معالج ہے جس نے بندروں کا ڈسکشن کر کے بہت کچھ مشاہدہ کیا[۱۳۶]۔ یہ صرف معالج یا مترجم ہی نہیں تھا بلکہ اعلیٰ درجہ کا مصنف بھی تھا۔ اس کی تصانیف کے سلسلے میں اسی مورخ کا بیان ہے کہ اس کی تصانیف کو اس کے بہی خواہوں کی طرح اس کے بدخواہ بھی بڑی دلچسپی سے پڑھتے تھے۔ پھر آگے چل کر اسی مورخ نے لکھا ہے کہ عربوں میں یہ پہلا طبیب ہے جس نے بڑی ذہانت سے امراض چشم، جذام اور حمیات سے بحث کی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ قرابادین و سمومیات کے سلسلے میں بھی سبقت اسی کو حاصل ہو۔ جذام پر باقاعدہ ایک کتاب سب سے پہلے اسی نے لکھی تھی۔

اس کی بہت سی کتابوں کا لاطینی میں ترجمہ ہو چکا ہے۔ سنہ ۱۶۰۳ء میں وینس میں اس کی ایک کتاب چھپی تھی۔ جس میں ادویہ کے پودوں کی تصاویر بھی تھیں۔ یوں تو اس نے طب کے مختلف موضوعات پر مثلاً حمیات، نظامِ ہضم کی خرابی، نزلہ و زکام، امراض نسواں اور عمل کئی وغیرہ پر قلم اٹھایا لیکن تغذیہ اور ادویہ سے متعلق اس کی تصانیف کو بڑی قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ اس کا انتقال باعتبار عیون الانباء سامرہ میں ۲۴۳ھ میں ہوا تھا اور بقول میئرہوف ۷۷۷ء میں پیدا ہوا اور وفات ۸۵۷ء میں ہوئی۔ طبقات الاطباء میں اس کی حسب ذیل تصانیف درج ہیں۔

(۱) کتاب البرہان۔ (۲) کتاب التبصرہ۔ (۳) کتاب الکمال والتمام۔ (۴) کتاب الحمیات منجر۔ (۵) کتاب فی الاغذیہ۔ (۶) کتاب فی الاشربہ۔ (۷) کتاب الممنجح فی الصفات والعلاجات۔ (۸) کتاب

الفصد والحجامت۔ (۹) کتاب فی الجذام۔ یہ اس موضوع پر سب سے پہلی کتاب ہے۔ (۱۰) کتاب الجواہر (۱۱) کتاب الرجحان۔ (۱۲) کتاب فی ترکیب الادویۃ المسہلۃ واصلاحہا الخ۔ (۱۳) کتاب دفع مضار الاغذیہ (۱۴) کتاب غیر مما عجز عند غیرھا۔ (۱۵) کتاب السر کامل۔ (۱۶) کتاب فی دخول الحمام ومنافعہا ومضرتھا۔ (۱۷) کتاب السموم وعلاجھا۔ (۱۸) کتاب الدیباج۔ (۱۹) کتاب الازمنہ۔ (۲۰) کتاب الطبیخ۔ (۲۱) کتاب فی الصداع الخ۔ یہ کتاب عبداللہ بن طاہر کے لئے لکھی گئی تھی۔ (۲۲) کتاب السدر والدوار۔ (۲۳) کتاب لم امتنع الاطبار عن علاج الحوامل۔ (۲۴) کتاب محنۃ الطب۔ (۲۵) کتاب معرفۃ محنۃ الکحالین۔ (۲۶) کتاب دغل العین۔ (۲۷) کتاب مجستہ العروق۔ (۲۸) کتاب الصوت الجہ۔ (۲۹) کتاب ماء الشعیر۔ (۳۰) کتاب المرۃ السوداء۔ (۳۱) کتاب علاج اللواتی الخ۔ (۳۲) کتاب الحنین۔ (۳۳) کتاب تدبیر الاصحار۔ (۳۴) کتاب فی السواک والسنونات۔ (۳۵) کتاب المعدہ۔ (۳۶) کتاب القولنج۔ (۳۷) کتاب النوادر الطبیہ۔ (۳۸) کتاب التشریح۔ (۳۹) کتاب فی ترتیب سقی الادویۃ المسہلۃ۔ (۴۰) کتاب خلق الانسان الخ۔ یہ کتاب مامون کے لئے لکھی گئی تھی۔ (۴۱) کتاب الابدال الفصول۔ یہ حنین بن اسحاق کے لئے لکھی گئی تھی۔ (۴۲) کتاب المالیخولیا واسبابہا الخ۔ (۴۳) کتاب جامع الطب۔ (۴۴) کتاب حیلۃ البراء۔

تصانیف کے ناموں سے اندازہ ہو جاتا ہے کہ اس نے طب کے مختلف موضوعات پر کام کیا ہے۔

ثابت بن قرہ

۸۲۶ء — ۹۰۱ء

۲۸۱ھ — ۲۸۸ھ

YUHANNA IBN MASAWAYH

ابوالحسن ثابت بن قرہ حرانی ۲۲۱ھ میں پیدا ہوا تھا۔ یہ حران میں صرافی کا پیشہ کرتا تھا۔ بعد میں اس نے علوم و فنون کے حصول کے لیے بغداد میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ محمد بن موسیٰ جو علم ریاضی وغیرہ کا عالم و فاضل تھا وہ اس کی صلاحیت سے بہت متاثر ہوا اور اسے اپنے ساتھ حران سے بغداد لیتا آیا۔ کچھ دنوں اپنے گھر میں ٹھہرایا اس کے بعد دربار تک رسائی کا ذریعہ بنا۔

خلیفہ کے دربار میں اپنی بہترین صلاحیت کی وجہ سے منجمین کے زمرہ میں شامل کر لیا گیا۔ بعد میں بحیثیت مترجم، معالج اور خلیفہ کے معتمد ترین شخص کی حیثیت سے اس کی تہہ دار شخصیت متعارف ہوئی۔

عقیدہ کے اعتبار سے یہ صابی تھا، لیکن مسلم خلیفہ اختلاف عقیدے کو کوئی اہمیت نہیں دیتا تھا۔ اس کا تعلق حرانی اسکول سے تھا۔ حرانی اسکول نے یونانی علوم و فنون کے تحفظ و اشاعت میں اہم رول ادا کیا تھا۔ ثابت کے ساتھ ساتھ اس کے بیٹے سنان اور پوتے ابراہیم نے بھی علوم و فنون کی خدمات میں اس کا نام روشن کیا۔

خلیفہ معتضد کو جب اسماعیل بن بلبل کے گھر میں قید کیا گیا تھا تو صرف اس کو اس سے ملنے کی اجازت تھی۔ یہ دن میں دو تین بار دلبستگی اور علوم و فنون کی تعلیم دینے کی غرض سے جایا کرتا تھا۔ جب معتضد قید سے چھوٹا اور خود خلیفہ ہوا تو اسے جاگیریں عطا کیں۔ اپنے ساتھ صرف اس کو اپنے باغ فردوس میں ٹہلانے

لے جاتا تھا۔ اس کے ہاتھ پر تکیہ کر کے آرام کرتا تھا۔

ثابت بن قرہ یوں تو اپنے دور کے تمام علوم وفنون مثلاً علم نجوم ہئیت، اخلاقیات فلسفہ ومنطق اور دینیات وغیرہ میں کمال رکھتا تھا۔ طب کے سلسلے میں بقول ابن اصیبعہ ثابت بن قرہ کے دور میں کوئی طبیب میں اس کا ہم پلہ نہ تھا[۱۲۶] یہ عربی سریانی اور یونانی زبانوں کا ماہر تھا۔ ان زبانوں پر عبور ہونے کی وجہ سے اس کا ترجمہ معیاری سمجھا جاتا تھا۔

بحیثیت مترجم: مترجمین کے سلسلے میں خیراللہ کا بیان ہے کہ حنین بن اسحاق، اس کا لڑکا اسحاق، پوتا جیش ثابت بن قرہ، قسطا بن لوکا اور الکندی سبھی صاحب معارف ونظر تھے۔ یہ بحر العلوم ENCYCLOPEDIC KNOWLEDGE دیانتدار اور بلند کردار تھے۔ یہ لوگ صرف متعلقہ مضامین ہی سے واقفیت نہیں رکھتے تھے بلکہ جس زبان سے جس دوسری زبان میں ترجمہ کرتے تھے اس سے بھی خوب واقف تھے[۱۲۷] اسی مورخ نے اس کے پورے خاندان کو اول درجہ کا مترجم کہا ہے۔ ترجمہ کے سلسلے میں یہ اتنا محتاط تھا کہ اس نے ابن بطریق اور مجسطی کے ترجموں کو رد کر کے حنین سے دوبارہ ترجمہ کرایا تھا اور پھر خود اس پر نظر ثانی کی تھی۔

بحیثیت معالج: یہ مصنف یا مترجم ہی نہیں تھا بلکہ پایہ کا معالج بھی تھا۔ اس کا ایک معالجاتی واقعہ ہے کہ ایک قصاب کے مرنے پر اس کے اعزا گریہ و زاری کر رہے تھے۔ اس نے مریض کا معائنہ کیا اور قصاب کی پنڈلی پر مخصوص طریقہ سے ضرب لگانے کی ہدایت کی۔ تھوڑی دیر میں اس کی نبض پلٹ آئی۔ اس کے بعد کچھ دوائیں مریض کے حلق میں ڈلوائیں۔ جس سے وہ بالکل ٹھیک ہوگیا۔ لوگوں نے خوش ہوکر خلیفہ سے کہا کہ اس نے تو اعجاز مسیحائی دکھادیا۔ مردہ میں جان ڈال دی۔ جب خلیفہ نے دریافت کیا تو اس نے بتلایا کہ وہ مرا نہیں تھا بلکہ اس پر سکتہ طاری ہوگیا تھا۔ میں نے سکتہ کا علاج کیا تو وہ ٹھیک ہوگیا۔[۱۲۹]

اقوالِ زریں: بوڑھوں کے لیے بہترین باورچی اور خوبصورت لونڈی سے زیادہ مضر کوئی شئے نہیں ہے۔ ایسی صورت میں وہ زیادہ کھائے گا اور کثرت سے جماع کرے گا جس سے وہ بیمار ہوگا یا پیرِ فرتوت ہو جائے گا۔

جسم کی راحت کم کھانے سے ہے، نفس کی راحت کم گنہہ گاری میں، قلب کی راحت کم ہم و غم میں ہے اور زبان کی کم بولنے میں ہے۔

اس نے بہت سے موضوعات پر بہت سی کتابیں لکھی ہیں۔

(١) کتاب فی النبض
(٢) کتاب وجع المفاصل والنقرس
(٣) کتاب اصناف الامراض
(۴) کتاب اصناف الامراض
(۵) کتاب فی التوقفات و فی السکون الخ
(۶) جوامع تفسیر الکتاب النقرط
(٧) کتاب الحی المتولد فی السکلی والمتقاز
(٨) کتاب فی البیاض الخ
(٩) کتاب فی سائنۃ الطبیب
(١٠) کتاب فی سوء المزاج
(١١) کتاب فی تدبیر الامراض الحادہ
(١٢) رسالۃ الجدری والحصبہ
(١٣) مقالۃ فی الضفرۃ العارضہ
(١۴) مقالہ فی وجع المفاصل
(١۵) مقالۃ فی صنعۃ کون الجنین
(١۶) کتاب فی تدبیر الصحہ
(١٧) کتاب فی تشریح بعض الطیور
(١٨) کتاب البحر البصیر فی العین
(١٩) کتاب الجامعۃ فی تشریف صناعہ

(٢٠) کتاب فی اجناس ما تنقسم الیہ الادویہ
(٢١) کتاب فی اجناس ما توزن الادویہ
(٢٢) جوامع کتاب الاعضاء الالم لجالینوس
(٢٣) کتاب جالینوس فی الادویہ المنقیہ
(٢۴) اختصار کتاب ایام البحران لجالینوس
(٢۵) کتاب اختصار حیلۃ البراء لجالینوس
(٢۶) اختصار کتاب جالینوس فی قوی الاغذیہ
(٢٧) اختصار کتاب النبض الصغیر لجالینوس
(٢٨) جوامع کتاب الفصد لجالینوس
(٢٩) جوامع کتاب جالینوس فی المولودین لسبعۃ اشہر
(٣٠) جوامع کتاب تشریح الرحم لجالینوس
(٣١) جوامع کتاب الکثرۃ لجالینوس
(٣٢) جوامع کتاب الامراض الحادہ لجالینوس
(٣٣) جوامع سوء المزاج المختلف لجالینوس
(٣۴) جوامع کتاب المرۃ السوداء لجالینوس
(٣۵) کتاب الادویہ المفردہ لجالینوس

سلسلہ

ابوبکر محمد بن زکریا رازی

۸۴۱ء ـــــ ۹۲۶ء

لاطینی میں رازی کو ABUBEKER RAZI RHAZES UBACAR کہتے ہیں۔

ابوبکر کنیت، نام محمد اور باپ کا نام زکریا تھا۔ یہ رے میں طہران کے قریب ۸۴۱ء میں پیدا ہوا تھا[۱۳۱]۔ رے میں اس کی نشو نما ہوئی۔ ابتدائی عمر اس کو علوم عقلیہ کے علاوہ علم ادب سے دلچسپی تھی۔ شاعری بھی کرتا تھا۔ بقول میجر شروع ہی سے یہ موسیقی نواز ماہر طبیعیات و کیمیا تھا[۱۳۲]۔ کیمیا گری و صرافی اس کا خاندانی پیشہ تھا۔ وہ خود کہا کرتا تھا کہ جو شخص علم کیمیا سے واقف نہیں ہے میں اسے فلسفی کا خطاب نہیں دے سکتا[۱۳۳]۔

طب کی تعلیم کی طرف چالیس سال گزرنے کے بعد متوجہ ہوا۔ اس نے طب کی تعلیم بغداد میں شروع کی اور اس سلسلے میں علی بن ربن طبری کو اپنا استاد بنایا۔ بغداد میں طب کی تعلیم کے دو خاص محرک کا اکثر مورخین نے تذکرہ کیا ہے۔ ایک تو یہ کہ جب وہ عضد الدولہ کے شفاخانے کو دیکھنے گیا تو وہاں اس کی ملاقات ایک دوا ساز سے ہوئی دوا ساز سے اس نے کچھ باتیں دریافت کیں۔ یہ معلوم کیا کہ سب سے پہلے کون سی دوا دریافت کی گئی تو اس نے جواب دیا کہ جس دوا کا سب سے پہلے علم ہوا وہ حی العالم تھی۔ پھر اس کے دریافت کرنے پر افعال و خواص بیان کیے۔ رازی کو اس کی باتوں سے دلچسپی ہو گئی۔

دوسرا محرک یہ ہوا کہ شفاخانے میں ایسے نوزائیدہ بچے کو دیکھا جو دو منھ اور

ایک سر کا تھا۔ اس نے اطباء سے اس کی وجہ پوچھی تو انھوں نے اس کی وجہ بیان کی پھر اس کے علاوہ بہت سے سوالات کیے جن کے جوابات کو ذہن نشین کرتا گیا اور آخر میں طب کی طرف مائل ہو گیا۔ تفصیلی طور پر اس واقعہ کو ابن اصیبعہ نے بھی ذکر کیا ہے۔[۱۳۴]

رازی کے متعلق بجا طور پر کہا جا سکتا ہے کہ وہ قدماء کی تو عظمت کا قائل تھا لیکن کورانہ تقلید سے بہت دور تھا بلکہ مولانا عبدالسلام ندوی کے انداز میں رازی ایک خاموش فلسفی اور خاموش طبیب نہ تھا بلکہ اس کی طبیعت مناظرہ پسند واقع ہوئی تھی۔ وہ اپنے معاصرین کے علاوہ اپنے زمانے سے پیشتر کے لوگوں پر قدح کرتا تھا۔[۱۳۵] پھر آگے چل کر رازی کی عظمت کی نشاندہی کرتے ہوئے علامہ خلقان کے حوالے سے لکھتے ہیں۔ "وہ علم طب میں اپنے وقت کا امام تھا اور اس کے زمانے میں اس کی طرف انگلیوں سے اشارہ کیا جاتا تھا۔ وہ فن طب میں کامل اور اس کے اصول و قواعد کا ماہر تھا اور علم طب حاصل کرنے کے لیے لوگ اس کے پاس سفر کر کے آتے تھے۔" پھر لکھتے ہیں کہ "رازی کی طبی مہارت کا خلاصہ صرف ایک فقرہ میں بیان کیا جاتا ہے جو بطور ضرب المثل مشہور ہو گیا ہے وہ یہ ہے کہ فن طب مردہ ہو گیا تھا۔ جالینوس نے اس کو زندہ کیا۔ وہ پراگندہ تھا۔ رازی نے اسے ایک شیرازہ میں منسلک کیا۔ وہ ناقص تھا۔ ابن سینا نے اس کی تکمیل کی۔" طب کے ان پراگندہ مسائل کا سب سے بڑا مجموعہ اس کی کتاب حاوی ہے جس میں اس نے امراض اور ان کے طریقہ علاج کے متعلق قدماء کی اور ان کے بعد اپنے زمانے کے اطباء کی کتابوں میں جو کچھ تھا سب کو ایک جگہ جمع کر دیا ہے اور ہر قول کو اس کے قائل کی طرف منسوب کیا ہے۔[۱۳۶]

موجودہ دور کے مؤرخ ڈاکٹر محمود نجم آبادی جنھوں نے رازی اور دیگر اطباء پر بہت کچھ کام کیا ہے۔ ان کے حوالے سے صاحب حکماء اسلام نے لکھا ہے "بعض لوگوں کے نزدیک رازی یونانی سے واقف تھا اور اس نے طب و کیمیا کی تعلیم براہ راست یونانی زبان سے حاصل کی تھی۔[۱۳۷]

شفاخانہ عضدی: شفاخانہ عضدی سے رازی کا گہرا تعلق تھا جب شفاخانے کی تعمیر کا مسئلہ رازی کے سامنے آیا تو اس نے اسپتال کی زمین کے انتخاب میں ایک ایسا طریقہ اختیار کیا جس سے بعد والے جو نظریہ جراثیم کے قائل ہیں چونک پڑتے ہیں۔ رازی نے بغداد کے مختلف حصوں میں گوشت کے ٹکڑے لٹکوا دیے جو ٹکڑا سب سے بعد میں خراب ہوا اس جگہ کو شفاخانے کے لیے منتخب کیا اور وہیں شفاخانہ عضدی قائم ہوا۔ کچھ مورخین کو اشتباہ ہو گیا کہ اس شفا خانہ عضدی سے کون سا شفا خانہ مراد ہے؟ اس شفاخانے کی جگہ کی جو نشاندہی کی گئی ہے کہ مغربی بغداد میں پل کے قریب قائم کیا گیا تھا۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ جدید شفاخانہ بنوایا گیا تھا جس سے رازی کا تعلق تھا۔ اس شفاخانے کے لیے اطباء کا انتخاب بھی رازی نے نئے انداز سے کیا تھا۔

ابن اصیبعہ نے کمال الدین کے حوالے سے بیان کیا ہے۔ عضدالدولہ نے اس اسپتال کے لیے مشہور اطباء کی ایک جماعت کو بلوایا جن کی تعداد سو تھی۔ ان سو میں سے علم وفضل کے اعتبار سے پچاس کو منتخب کیا جن میں ایک رازی تھا ان پچاس کو پھر علم وفضل کی کسوٹی پر کسا گیا تو ان میں سے دس پورے اترے۔ ان دس میں ایک رازی تھا۔ پھر ان دس میں سے ایک کا انتخاب ہوا تو وہ فرد فرید رازی تھا۔ اس بنیاد پر رازی بیمارستان عضدی کا ساعور مقرر کیا گیا۔[۳۵] رازی نے رے کے شفاخانے کی بھی نگرانی کی تھی۔ آخر زمانے میں اس کی بینائی میں فرق آ گیا تھا جس کی دو وجہیں بیان کی جاتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ کسی رئیس یا خلیفہ نے رازی کو سونا بنانے کا حکم دیا، عدم تعمیل کی صورت میں رازی کے سر پر ایسی ضرب لگائی کہ بینائی متاثر ہوگئی۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ اس کو سبزی کھانے کا شوق تھا چنانچہ اس کے کثرت استعمال سے اس کی بینائی جاتی رہی۔

جب رازی کی نگاہ متاثر ہوئی تو شاگردوں نے چاہا کہ نزول الماء کا آپریشن کرا دیں چنانچہ ایک سرجن کو لائے جب رازی کے سامنے وہ شخص آیا تو رازی نے اسکا

کا امتحان لینا شروع کیا جب وہ معیار پر نہیں اترا تو آپریشن کرانے سے انکار کر دیا اور یہ بھی کہا کہ اب مجھے بینائی کی ضرورت نہیں ہے۔ دنیا کو دیکھتے دیکھتے آنکھیں پتھرا گئی ہیں۔ مجھے میرے حال پر چھوڑ دو۔ عمر کا آخری زمانہ سخت تنگ حالی میں گزرا۔ اس نے جو کچھ کمایا تھا اپنی فیاضی کی وجہ سے غریبوں میں تقسیم کر دیا جس کی وجہ سے شدائد کا سامنا کرنا پڑا۔ اس باکمال شخصیت کا انتقال ۹۳۰ء میں ہوا۔ اگرچہ اس کی ولادت اور وفات میں بڑا اختلاف ہے۔ اپنے حالات زندگی رازی نے خود قلم بند کیے تھے لیکن وہ زمانے کے ہاتھوں تباہ ہو گئے۔

رازی کا طریقہ مطب:۔ رازی نے جس طرح سے بہت سی چیزوں کو ایجاد کیا ہے۔ طریقہ مطب بھی رازی کا ایجاد کردہ ہے۔ رازی کے مطب میں حسب لیاقت و تجربہ اس کے شاگردوں کے تین درجات تھے۔ مریضوں کو سب سے پہلے ابتدائی درجے کے شاگرد دیکھتے تھے۔ ان کے بعد دوسرے درجے والوں کا نمبر آتا تھا اور پھر تیسرے درجے والے جو رازی کے قریب ہوتے تھے دیکھتے تھے۔ ضرورت پڑنے پر رازی تمام شاگردوں کو معلومات اور تجربات سے فیضیاب کرتا تھا۔

طب عملی: طب عملی کا موجد بلاشبہ زکریا رازی ہے۔ طبی دنیا میں رازی کی شخصیت ایسی ہے کہ اس کی خدمات کو شمار کرنا آسان نہیں۔ رازی پہلا شخص ہے جس نے اسپتال کا باقاعدہ نظام مقرر کیا۔ مریضوں کے حالات کا اندراج کا طریقہ رائج کیا اور ادویہ اغذیہ اور طریقہ علاج میں ایجاد سے کام لیا۔

رازی پہلا شخص ہے جس نے جدری و حصبہ کو ایک نئے مرض کی حیثیت سے بیان کیا اور اس سلسلے میں اپنی معلومات کو قلمبند کر کے دنیا کے سامنے پیش کیا۔

رازی بقراط و جالینوس سے بہت متاثر تھا لیکن اس کے باوجود اس میں شان اجتہاد مخفی۔ طبی دنیا میں شیخ الرئیس کو رازی کا ہم پلہ قرار دیا جا سکتا ہے۔ لیکن دونوں میں بڑا فرق ہے۔ شیخ فلسفی زیادہ، طبیب و معالج اس کے مقابلے میں

کم ہے۔ اس کے طریقہ علاج اور تصانیف پر فلسفہ کی گہری چھاپ ہے۔ لیکن رازی نے طب کو فلسفہ کی مباحث سے الگ رکھا۔ اس نے فلسفہ کائنات اور فلسفہ حیات وموت کو ایک دوسرے سے خلط ملط نہیں کیا۔

رازی کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس کی تمام معلومات عمل اور مشاہدے میں آچکی ہیں۔ دوسروں کے یہاں یہ بات نہیں ملتی ہے کہ مریضوں کے بستر کے قریب بیٹھ کر معلومات کو تحریر کیا ہو۔ رازی کے متعلق جس قدر معالجاتی واقعات مشہور ہیں۔ شاید کسی اور طبیب کے اتنے واقعات نہیں ملتے ہیں۔ ہر واقعہ میں رازی کی ذہانت مجتہدانہ شان اور اپنی تجویز پر اعتماد کا بیّن ثبوت ملتا ہے۔ اپنی تجویز پر اس قدر اعتماد اسی کو ہو سکتا ہے جس کا تجربہ ومشاہدہ وسیع ہو۔

رازی کی تصانیف: رازی کی تحریر میں سادگی، سلاست اور کشش پائی جاتی ہے۔ پڑھنے والے کا ذہن تھکتا نہیں ہے۔ رازی نے قدیم اطباء کے حوالے دیے ہیں ان سے اس کی معلومات کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اس کا مطالعہ کس قدر وسیع تھا۔

رازی کی شخصیت ایک معمہ ہے رازی بیک وقت عظیم المرتبہ مصنف تھا تو دوسری طرف شفاخانے کی ذمہ داریاں، طلباء کو درس دینا، خلفاء ورؤساء کی خدمت غرباء سے لگاؤ رکھنا بیک وقت یہ متضاد چیزیں ملتی ہیں اور ہر ایک میدان میں رازی کامیاب نظر آتا ہے۔ جس طرح وہ بہترین مصنف ہے ایسے ہی باکمال معالج بھی ہے۔ اگر اعلیٰ درجہ کا منتظم ہے تو بلند پایہ مدرس بھی ہے اگر رئیسوں کی نازبرداری کرتا ہے تو غریبوں کے آبگینوں کو ٹھیس نہیں لگنے دیتا ہے۔ ابن اصیبعہ نے جو کتابوں کی فہرست دی ہے اس میں حسب ذیل کتب کے نام دیے ہیں۔

۱۔ کتاب الاقلیدس
۲۔ کتاب فی الرد علی الناشی
۳۔ کتاب فی وجع المفاصل
۴۔ کتاب فی سیرت الحکماء

۵۔ مقالہ البطن
۶۔ مقالہ فی الجدری والحصبہ
۷۔ مقالہ فی حصاۃ الکلیہ والمثانہ
۸۔ کتاب فی الفالج
۹۔ کتاب فی القوۃ
۱۰۔ کتاب فی ہیئت العین
۱۱۔ کتاب فی ہیئت الکبار
۱۲۔ کتاب فی ہیئت انثیین
۱۳۔ کتاب فی ہیئت القلب
۱۴۔ کتاب فی ہیئت الصماخ
۱۵۔ کتاب فی ہیئت المفاصل
۱۶۔ کتاب فی الخیار الامر
۱۷۔ کتاب فی تفصیل الاغتذاء
۱۸۔ کتاب فی الفضال الادویہ المرکبہ
۱۹۔ کتاب فی خواص الاشیاء
۲۰۔ کتاب فی نقص الطب الروحانی
۲۱۔ کتاب فی الحرکتہ
۲۲۔ مقالتہ فی الرد احمد بن الطیب
۲۳۔ کتاب فی الرد امنعو

کتاب فی المدتقتہ
۲۵۔ کتاب فی الباہ
۲۶۔ کتاب الزیاد التی زاد ما فی الباہ
۲۷۔ مقالتہ فی ان الجسم تحریکا من دابنہ
۲۸۔ کتاب فی الضاع العلقہ
۲۹۔ مقالتہ فی الاسباب المجلیتہ القلوب
۳۰۔ مقالتہ فی الغذاء
۳۱۔ کتاب الفاخر الکناش
۳۲۔ کتاب فی العلتہ
۳۳۔ کتاب فی فضل العین
۳۴۔ کتاب العلتہ
۳۵۔ رسالتہ فی العلل
۳۶۔ رسالتہ فی العلل لمثانہ
۳۷۔ کتاب المتمن فی الطب
۳۸۔ رسالتہ فی امحنتہ الطب
۳۹۔ اختصار کتاب الحیلتہ البرء لجالینوس
۴۰۔ اختصار کتاب النبض الکبیر لجالینوس
۴۱۔ تلخیص کتاب العلل والاغراض (لجالینوس)

۴۲۔ تلخیص کتاب الاعضاء الالمد (لجالینوس)
۴۳۔ کتاب منافع الاغذیہ و دفع مضارھا
۴۴۔ کتاب فی الشراب سکر
۴۵۔ کتاب فی قولنج
۴۶۔ مقالتہ فی القولنج الحاد
۴۷۔ کتاب فی تفسیر کتاب جالینوس
۴۸۔ کتاب فی ابتداء و علاجہا
۴۹۔ کتاب فی استفراغ المحمو مین قبل النضج
۵۰۔ کتاب شروط النظر
۵۱۔ کتاب الات الطبیعتہ
۵۲۔ کتاب خطا غرض الطبیب
۵۳۔ رسالتہ فی العطش
۵۴۔ کتاب فی العمل بالحدید والجبر
۵۵۔ کتاب فی منافع الاعضاء
۵۶۔ کتاب الکافی فی الطب
۵۷۔ کتاب سر الطب
۵۸۔ کتاب فی الشرف الفصد

۵۹۔ کتاب المرشد
۶۰۔ کتاب مختصر فی اللبن
۶۱۔ کتاب المدخل الی لطب
۶۲۔ مقالتہ فی البواسیر الشتقاق المقعد
۶۳۔ مقالتہ فی الحرقتہ الاحلیل والمثانہ
۶۴۔ کتاب طب الفقراء
۶۵۔ مقالتہ صیدلتہ الطب
۶۶۔ کتاب فی جواہر الاجسام

۶۷۔ کتاب فی صفات البیمارستان
۶۸۔ مقالتہ فی الاغذیہ
۶۹۔ کتاب فی الدواء المسہل والمقی
۷۰۔ مقالتہ فی علاج العین بالحدید
۷۱۔ کتاب المدخل التعلمی
۷۲۔ کتاب المدخل العلی
۷۳۔ کتاب الاسفار

۷۴۔ کتاب التدبیر
۷۵۔ کتاب الحجر
۷۶۔ کتاب الاکسیر
۷۷۔ کتاب شرف الصناعہ
۷۸۔ کتاب الترتیب
۷۹۔ کتاب التدابیر
۸۰۔ کتاب الشواہد
۸۱۔ کتاب المحبتہ
۸۲۔ کتاب الحیل

۸۳۔ کتاب البرہان۔ اس میں دو مقالے ہیں پہلے میں سترہ فصلیں اور دوسرے میں بارہ فصلیں ہیں۔

۸۴۔ کتاب الطب الروحانی۔ اس کو طب النفوس بھی کہتے ہیں اس میں ۲۰ فصلیں ہیں۔

۸۵۔ کتاب فی ان الانسان خا لقا متقنا حکیما۔ اس میں دلائل تشریح اور منافع الاعضاء سے ثبوت دیا ہے کہ انسانی تخلیق اتفاقی نہیں ہے۔

۸۶۔ کتاب فی قتل المریخ المسموم اکثر الحیوان۔ یہ بھی ایک مقالہ ہے۔

۸۷۔ کتاب اللذت۔ لذت کو داخلی شئے قرار دیا ہے۔

۸۸۔ ایک کتاب ایسی ہے جس میں ایک مقالہ اس سلسلے میں ہے کہ خریف مرض پیدا کرتی ہے اور ربیع اس کی ضد ہے جب کہ دونوں زمانوں میں آفتاب ایک ہی مدار میں ہوتا ہے اس کی وجہ کو بیان کیا ہے۔

۸۹۔ کتاب الشکوک والمناقضات۔ یہ جالینوس کی کتب سے متعلق ہے۔

۹۰۔ کتاب فی کیفیت الابصار۔ اس میں یہ ثابت کیا ہے کہ آنکھ سے کوئی شعاع

نہیں نکلتی ہے جس سے دکھائی دیتا ہے۔

۹۱۔ کتاب فی علل المفاصل والنقرس وعرق النساء۔ اس میں ۲۲ فصلیں ہیں۔

۹۲۔ کتاب فی ان الحمیتہ المفرطتہ والمبادراہ الی الادویتہ۔ غذا کا کم کردینا صحت کی حفاظت نہیں کرتا ہے بلکہ مرض پیدا کرتا ہے۔ جاہل اطباء مریض کو جو خواہش ہوتی ہے اس سے اس کو منع کردیتے ہیں۔

۹۳۔ کتاب الادویتہ الموجودۃ بکل مکان۔ اس میں ایسی ادویہ کا تذکرہ ہے جس کے بعد طبیب حاذق کو دوسری دوا کی ضرورت نہیں پڑتی ہے۔ وہ دوائیں گھر، باورچی خانہ وغیرہ میں موجود ہوتی ہیں۔

۹۴۔ کتاب التقسیم والتشجیر۔ اس میں امراض اس کے اسباب وعلاج کو شرح بسط کے ساتھ بطور شجرہ بیان کیا ہے۔

۹۵۔ کتاب الطب الملوکی فی العلل والامراض کا ہیا بالاغذیہ۔ غذاؤں سے پیدا ہونے والے اسباب وامراض کا تذکرہ کیا ہے۔

۹۶۔ ایک مقالہ ایسا ہے جس میں سنبل الطیب کی خطا کو قوت شامہ کے سلسلے میں ظاہر کیا ہے۔

۹۷۔ ایک مقالہ عادات سے دوسرا اطراف اجفان کی منفعت سے تیسرا مقالہ جس میں پتلی کے سکڑنے پھیلنے کو اندھیرے اجالے میں بیان کیا ہے۔

۹۸۔ ایک مقالے میں برف سے پیاس بڑھنے کو جہالت بتایا ہے۔ ایک مقالے میں برف سے جلنے اور زخم پیدا ہونے کو بیان کیا ہے۔

۹۹۔ کتاب جس میں یہ بیان کیا ہے کہ بعض علل آسان ہوتے ہیں لیکن بعض کی شناخت اور علاج دشوار ہوتا ہے۔

۱۰۰۔ ایک کتاب جس میں یہ بیان کیا ہے کہ طبیب حاذق ہر مرض کو دور کرنے پر قدرت نہیں رکھتا ہے۔

۱۰۱۔ ایک رسالہ جس میں بیان کیا ہے کہ اگر کوئی ایک فن میں مہارت رکھتا ہے

تو وہ کچھ اور امراض کا بھی علاج کامیابی سے کر سکتا ہے۔

۱۰۲۔ ایک مقالہ ہے جس میں اس علت کو بیان کیا ہے جس کی وجہ سے ابوزید بلخی کو موسم ربیع میں گلاب سونگھنے سے زکام ہو جاتا تھا۔

۱۰۳۔ ایک کتاب جس میں اس علت کا بیان ہے جس کی وجہ سے لوگوں کو زکام جیسی بیماری آتی ہے۔

۱۰۴۔ ایک رسالہ تخلیق سباع و ہوام اور ان کی علت کے بیان میں۔

۱۰۵۔ ایک رسالہ جس میں ایسے امراض کا ذکر ہے جن کا دور کرنا طبیب کے لیے دشوار ہوتا ہے۔ اسے تجربات سے کام لینا پڑتا ہے اس کے بعد بھی پریشانی ہوتی ہے۔

۱۰۶۔ ایک رسالہ ابوالحسن علی بن عیسٰی بن داؤد الجراح کے لیے ان علل کے سلسلے میں لکھا تھا جو ظاہر جسم میں ہوتے ہیں۔

۱۰۷۔ ایک رسالہ، اپنے شاگرد یوسف بن یعقوب کے لیے ادویہ چشم اور علاج و تدابیر کے لیے لکھا تھا۔

۱۰۸۔ ایک مقالہ نزلہ و زکام، امتلاء راس و سینہ پر نزلہ گرنے، منخرین کے بند ہونے کے سلسلے میں لکھا تھا۔

۱۰۹۔ ایک مقالہ جو دوائیں طب میں مستعمل ہیں ان کے بدل علاج اور اصول استعمال وغیرہ کے سلسلے میں لکھا تھا۔

۱۱۰۔ ایک رسالہ ابوالعباس احمد بن علی کے لیے انسانوں کی عمر کے سلسلے میں لکھا تھا

۱۱۱۔ ایک رسالہ کل حیوانات کے اثرات کی توضیح میں ہے۔

۱۱۲۔ ایک رسالہ، حمام کے منافع و مضرت کے سلسلے میں ہے۔

۱۱۳۔ ایک مقالہ کیفیات سے متعلق ہے۔[۱۳۹]

رازی کی تصانیف جن کا ترجمہ دوسری زبانوں میں ہوا ہے یا ان کے مطبوعہ یا قلمی نسخے موجود ہیں:۔

حاوی: یہ فن طب کی انسائیکلو پیڈیا اور طب کی مستند کتابوں میں سے

ہے۔ اس کتاب کے قلمی نسخے کو رازی کے بعد ابوالفضل بن عمید نے حاصل کیا تھا۔ رازی کے شاگردوں نے اس کو مرتب کیا تھا۔ اس کا قلمی نسخہ رازی کی بہن کے پاس تھا۔ اس کتاب کو رازی نے کئی برس میں لکھا تھا۔ یہ کتاب گویا اس کی زندگی بھر کے تجربات ومعلومات کا نچوڑ ہے اس میں سر سے پیر تک کے امراض کا تذکرہ اور جا بجا معالجاتی واقعات کا ذکر ہے۔ دوسرے لفظوں میں یہ کتاب طبی انسائیکلوپیڈیا کی حیثیت سے ہے۔ اس کتاب میں رازی نے قدیم اطباء کے حوالے دیے ہیں اور ان کے نام دیے ہیں جن سے اس کتاب کی اہمیت میں اور اضافہ ہو گیا ہے۔ اس کی شہرت ومقبولیت اور افادیت آج بھی مسلم ہے۔

اس کتاب کا ترجمہ پروشیا میں ۱۴۸۶ء، ۱۵۰۹ء اور ۱۵۳۶ء میں لاطینی زبان میں ہوا تھا۔

اس کے متعدد نسخے برٹش میوزیم۔ کتاب خانہ میونخ۔ کتاب خانہ آکسفورڈ کتب خانہ کیمبرج۔ کتب خانہ اسکوریال کتب خانہ سلیم آغا (استنبول)، کتب خانہ سلیمانیہ (استنبول)، کتب خانہ شہید علی پاشا (استنبول)، کتب خانہ موصل۔ کتب خانہ آستانہ قدس رضوی۔ کتب خانہ رام پور کتب خانہ مدراس۔ کتب خانہ آقا حسین ملک طہران میں موجود ہیں۔[۱]

حیدرآباد دائرۃ المعارف سے بڑے اہتمام سے اس کی بہت سی جلدیں شائع ہو چکی ہیں۔

کتاب المنصوری: رازی کو امیر منصور بن اسحاق نے ایک مرتبہ اپنے یہاں بلایا تھا۔ اس نے جانے سے تو معذرت کی لیکن یہ کتاب لکھ کر اس کے پاس بھیج دیا۔ اس میں طب کے تمام علمی وعملی نکات کو مختصر طور سے تحریر کیا ہے۔

یہ کتاب دس مقالوں کا مجموعہ ہے۔ پہلے مقالے میں مدخل طب، اعضاء کی شکل وغیرہ کا بیان ہے۔ دوسرے مقالے میں مزاج ابدان، ان کی ہیئت، اخلاط کے غلبہ کا استدلال بیان ہے۔ تیسرے مقالے میں اغذیہ وادویہ کی قوت کا تذکرہ

ہے چوتھے مقالے میں حفظ صحت پانچویں میں زینت چھٹے میں تدبیر مسافرین۔ ساتویں میں جبر، جراحات و قروح کا بیان ہے، آٹھویں میں سموم ہوام، نویں میں سر سے پیر تک کے امراض کا تذکرہ ہے۔ دسویں میں حمیات ان کی معرفت اور ان کے علاج کا بیان ہے۔ اس کتاب میں ایک مقالہ امور طبعیہ سے متعلق ہے جو اضافہ کیا گیا ہے۔

رازی کی یہ تصنیف بھی بہت اہمیت کی حامل ہے۔ یہ کتاب اتنی مقبول تھی کہ درس گاہوں میں داخلِ نصاب رہ چکی ہے۔

اس کتاب کی بہت سی شرحیں لکھی گئیں۔ اس کے ترجمے کیے گئے۔ یورپ کے کتب خانوں میں اس کے متعدد نسخے پائے جاتے ہیں۔ طہران کے متعدد کتب خانوں میں اس کے نسخے موجود ہیں۔

مرشد: اس کا اصلی نام الفصول فی الطب ہے۔ یہ بھی رازی کی ان اہم تصانیف میں سے ہے جس کو اطباء نے اپنا معمول بنا رکھا ہے۔ اس کا ترجمہ عبرانی اطالوی زبانوں میں کیا جا چکا ہے جو اب بھی موجود ہے۔ اس کے قلمی نسخے ایران میں آقا حسین ملک کے کتب خانے ہیں۔ استنبول کے کتب خانے ایا صوفیہ اور دوسرے کتب خانوں میں موجود ہیں۔ اس میں ۲۹ فصلیں ہیں۔ یہ سولہ صفحہ کا رسالہ ہے ہر صفحہ پر ۱۴ سطریں ہیں۔

کتاب التقسیم والتشجیر: اس کتاب کو قدیم مؤرخین نے کتاب التقسیم و التشجیر کے نام سے لکھا ہے۔ اس میں امراض کو شجرہ کے طور پر تقسیم کیا گیا ہے اور ان کے اسباب و علامات کو بیان کیا ہے۔ اس کا قلمی نسخہ آقا حسین ملک اور آقا شکائسی کے کتب خانے میں موجود ہے۔

کتاب الطب الملوکی: یہ کتاب ایک حاکم طبرستان علی بن درہوزان کے لیے لکھی گئی تھی۔ اس میں امراض کا علاج اغذیہ سے کرنے کا طریقہ بیان کیا گیا ہے۔ اس کا قلمی نسخہ لیڈن کے کتب خانے میں ایک نسخہ ایران میں آقا

مرزا محمد طاہر شکائمی کے کتب خانے میں ہے۔ ۲۸ صفحات ہیں۔ ہر صفحہ پر ۱۹ سطریں ہیں۔

کتاب من لایحضرہ الطبیب: اس کا دوسرا نام طب الفقراء و طب البیوت ہے اس میں اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ جن مقامات پر اطباء موجود نہ ہوں۔ لوگ معمولی دواؤں اور غذاؤں سے اپنا علاج خود کر سکتے ہیں۔ اس کتاب میں ۲۶ باب ہیں۔ اس کے قلمی نسخے کتب خانہ آقا حسین، مانچسٹر، رام پور، بانکی پور اور لکھنؤ کے کتب خانوں میں موجود ہیں۔ اس کا ترجمہ میں نے اردو میں کیا ہے جو چھپ چکا ہے۔

کتاب منافع الاغذیہ و دفع مضارھا: یہ کتاب امیر ابو العباس احمد بن علی کے لیے لکھی گئی تھی۔ اس میں غذاؤں کے فوائد اور نقصانات بتائے ہیں۔ یہ کتاب مصر میں ۱۳۰۵ھ میں چھپی تھی اس کے حاشیہ پر شیخ بو علی سینا کا ایک رسالہ بھی تقریب تقریب اسی موضوع پر چھاپا گیا ہے۔ اس کے قلمی نسخے پیرس، کتب خانہ آقا حسین ملک، کیمبرج، قاہرہ، موصل، بانکی پور وغیرہ کے کتب خانوں میں موجود ہیں۔

کتاب الجدری والحصبہ: رازی پہلا شخص ہے جس نے چیچک کی تحقیق کر کے اس کو الگ مستقل مرض کی حیثیت سے بیان کیا ہے۔ علماء اہل یورپ نے اس کو بڑی اہمیت دی ہے۔ لیٹن فرنچ اور انگریزی زبانوں میں اس کے ترجمے ہو گئے ہیں۔ لیٹن ترجمہ چالیس بار یورپ کے مختلف شہروں میں چھاپا گیا۔ اس کے قلمی نسخے لیڈن، ایا صوفیہ، آستانہ رضوی مشہد اور بہت سے کتب خانوں میں موجود ہیں۔ ۱۸۷۲ء میں بیروت میں چھاپا گیا۔

کتاب الحصی فی الکلی و المثانہ: یہ کتاب گردے اور مثانے کی پتھری سے متعلق ہے۔ لیڈن میں فرنچ میں اس کا ترجمہ ۱۸۹۶ء میں ہوا تھا۔

کتاب القولنج: نہایت عمدہ رسالہ ہے اس کے قلمی نسخے کتب خانہ آقا حسین ملک کتب خانہ ایا صوفیہ اور دوسرے کتب خانوں میں پائے جاتے ہیں۔

کتاب اوجاع المفاصل: نقرس عرق النساء اور وجع المفاصل پر بہت مختصر رسالہ ہے۔ آقا حسین ملک کے کتب خانے میں اس کے دو نسخے ہیں

مقالتہ فی ابدال الادویتہ المستعملہ فی الطب والعلاج:
بیس۲۰ صفحات کا مختصر رسالہ ہے۔ اس میں دواؤں کے بدل کا تذکرہ ہے۔ اس کا قلمی نسخہ ایا صوفیہ، مجلس شوریٰ ملی ایران، اور آقا علی محمد کے کتب خانے میں موجود ہیں۔

کتاب الاطعمتہ المرضی: اس میں مریضوں کی غذا کا بیان ہے۔ اس کا قلمی نسخہ آستانہ قدس رضوی اور دوسرے کتب خانوں میں موجود ہیں۔

مقالتہ فی السکنجبین: سکنجبین کے منافع و خواص پر ایک مختصر رسالہ ہے۔ اس کا قلمی نسخہ مشکاتی اور آقا حسین کے کتب خانے میں موجود ہے۔

تقدیم الفاکہتہ قبل الطعام و تاخیرھا منہ: اطباء میں یہ اختلافی مسئلہ ہے کہ پھل غذا سے پہلے کھانا چاہیے یا اس کے بعد۔ رازی نے یہ رسالہ اس موضوع پر لکھا ہے۔

کتاب فی ترتیب اکل الفاکہہ: کے نام سے اس کے قلمی نسخے آقا حسین ملک، اس کوریال کے کتب خانوں کے علاوہ دوسرے کتاب خانوں میں بھی موجود ہیں۔

مقالتہ فی السبب فی قتل الریح السموم الاکثرا لحیوان: اس میں لو لگنے کا بیان ہے۔ یہ نہایت مختصر رسالہ ہے۔ اس کا ایک قلمی نسخہ آقا محمد ملک ترتیب کے کتب خانے میں موجود ہے۔

کتاب فی ان الحمیتہ المفرطتہ تضر بالابدان: بہت زیادہ پرہیز اور تقلیل اغذیہ صحت کے لیے مضر ہے۔ اس کا ایک قلمی نسخہ ایا صوفیہ کے کتب خانے میں موجود ہے۔

کتاب فی الباہ: آٹھ صفحات کا مختصر رسالہ ہے۔ اس میں ۱۲ فصلیں ہیں۔ اس کا ایک قلمی نسخہ ایا صوفیہ اور آقا حسین ملک کے کتب خانوں میں موجود ہے

کتاب المدخل فی الطب: علم طب سیکھنے کے لیے کون کون سے علوم کا حاصل کرنا ضروری ہے اس سے متعلق ہے اس کا قلمی نسخہ میڈرڈ اور پیرس کے کتب خانوں میں ہے۔

کتاب الفاخر فی الطب: اس میں سر سے پیر تک کے تمام امراض کا بیان ہے۔ قانون شیخ کی اکثر شرحوں میں اس کا نام آیا ہے۔ اس کے قلمی نسخے لینن گراڈ کتب خانہ علی پاشا استنبول اور کتب خانہ آقا حسین ملک میں موجود ہیں۔ ملک کے کتب خانے کا نسخہ ۳۰۷ صفحات کا ہے۔ ہر صفحے میں ۲۵ سطریں ہیں۔ اس کتاب کے دو حصے ہیں۔ دوسرا حصہ برلن کے کتب خانے میں ہے۔

مقالۃ فی العلۃ التی من اجلہا یعرض الزکام فی فصل الربیع عند شم الورد

ابوزید بلخی کو فصلِ بہار میں گلاب کے پھول سونگھنے سے زکام ہو جاتا تھا اس کی وجہ بیان کی ہے۔ صرف ۵۳ سطر کا رسالہ ہے۔

کتاب فی الفصد: فصد سے متعلق ۴ صفحات کا رسالہ ہے جس میں دس باب ہیں۔ اس کے قلمی نسخے کتب خانہ آقا حسین ملک، محمد علی ترتیب، کتب خانہ آصف (استنبول) اور دوسرے کتب خانوں میں موجود ہیں۔

قرابادین صغیر: چودہ صفحات کا رسالہ ہے اس میں ۱۲ باب ہیں۔ اس میں مرکب دواؤں کا بیان ہے۔ اس کے قلمی نسخے کتب خانہ آقا حسین ملک اور کتب خانہ شکا ئی میں موجود ہیں۔

کتاب فی التجارب: اس میں وہ تجربے مذکور ہیں جو خود اس نے یا اوروں نے مختلف امراض پر کیے تھے۔ اس کا ایک قلمی نسخہ آقا حسین ملک کے کتب خانے میں کتاب التجارب کے نام سے موجود ہے اس میں ۲۱ ابواب ہیں اس کا ایک نسخہ قاسم غنی کے کتب خانہ میں ہے۔

مقالۃ فی انہ لما یحس النائم من البرد والرعشۃ من الیقظان

سونے والوں کو جاگنے والوں سے زیادہ سردی کیوں معلوم ہوتی ہے۔ اس کا قلمی

نسخہ آغا محمد علی ترتیب کے کتب خانے میں موجود ہے۔

کتاب البراء الساعۃ: یہ کتاب قاسم بن عبداللہ کی فرمائش سے لکھی تھی۔ اس میں ان دواؤں کا ذکر ہے جن کے استعمال سے امراض فوراً زائل ہو جاتے ہیں۔ یہ اس کی بہت مشہور اور مقبول ترین کتاب ہے۔ اس کے قلمی نسخے کتب خانہ کیمبرج، کتب خانہ علی پاشا، کتب خانہ موصل، کتب خانہ ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ، کتب خانہ آصفیہ، کتب خانہ بانکی پور، کتب خانہ احمد تیمور پاشا، کتب خانہ آستانہ قدس رضوی وغیرہ میں موجود ہیں۔ بہت سی زبانوں میں اس کے ترجمے ہو چکے ہیں۔ اس کا فرنچ ترجمہ عربی اصل کے ساتھ ۱۹۰۳ء میں پیرس میں چھپا تھا۔ اردو زبان میں اس کا ترجمہ ۱۳۰۶ء میں لکھنؤ میں ہوا۔ فارسی زبان میں اس کا ترجمہ دوبار ہوا۔ بہترین ترجمہ احمد بن حسین الشریف شکائی کا ہے۔ یہ دوبارہ چھپ چکا ہے۔

کلام فی الفروق بین الامراض: اس میں امراض متشابہ کی تشخیص کا طریقہ بتایا ہے۔ اس میں پانچ مقالے ہیں۔ آقا حسین ملک کے کتب خانے میں اس کا قلمی نسخہ موجود ہے۔

مقالۃ فی الزکام والنزلہ: یہ رسالہ فی التحفظ من النزلہ کے نام سے کتبخانہ آصفیہ میں موجود ہے۔

کتاب الکافی الطب: اس کا ترجمہ عبرانی میں ہو گیا ہے اس کا قلمی نسخہ آکسفورڈ کے کتب خانے میں موجود ہے۔ ان کے علاوہ کچھ کتابیں کیمیا سے متعلق ہیں۔

کتاب المدخل التعلیمی: کیمیا سے متعلق ہے۔ اس کا قلمی نسخہ آکسفورڈ، ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ کے کتب خانے میں موجود ہے۔

کتاب سر الاسرار: کیمیا سے متعلق ہے۔ رازی کا ایک رسالہ مفید الخاص سے آستان قدس رضوی کے کتب خانہ میں ہے۔ غالباً وہ یہی ہے۔

کتاب سر الصناعہ: کیمیا سے متعلق ہے اس کا قلمی نسخہ اسکوریال میڈریڈ کے قومی کتب خانے میں موجود ہے۔ اس کا ترجمہ ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ کے کتب خانے میں بھی ہے۔

ان کے علاوہ ابن احبیبعہ نے حسب ذیل کتابوں کا بھی ذکر کیا ہے۔

کتاب المدخل البرہانی	کتاب الاثبات
کتاب التدبیر	کتاب الحجر
کتاب الاکسیر	کتاب شرف الصناعہ
کتاب الاحجار	کتاب الاسرار
کتاب التوبیب	کتاب رسالۃ خاص
کتاب الاحجار الاصغر	کتاب رسائل الملوک
کتاب الرد علی الکندی	۱۴۲

ان دونوں علوم کے علاوہ دوسرے علوم و فنون پر بھی رازی کی بہت سی تصانیف ہیں۔ رازی ان خوش نصیب اطباء میں سے ہے۔ جن کی بہت سی کتابیں اب بھی موجود ہیں اور ان پر کام ہو رہا ہے۔ رازی کے لیے ایک شرف یہ بھی ہے کہ اس کی کتابیں درسی کتابوں میں شامل رہ چکی ہیں۔ اس کی کئی جلدوں کا ترجمہ اردو میں ہیں نے اپنے رفقاء کے ساتھ کیا ہے۔

کارنامے: رازی کے کارناموں کی فہرست بہت طویل ہے انہیں سے چند حسب ذیل ہیں۔

(۱) گوشت کے ٹکڑوں کو لٹکوا کر ذہنوں کو تعفن اور تعدیہ کی طرف متوجہ کیا۔

(۲) بیمارستان کے لئے روزانہ کی روداد لکھنے دوا تجویز کرنے کی رسم ایجاد کی۔

(۳) جدری و حصبہ کو ایک الگ مرض کی حیثیت سے متعارف کرایا۔

(۴) پارہ کا استعمال سب سے پہلے بطور مسہل کیا۔ سفیدہ کا مرہم اسی نے ایجاد کیا۔ ۱۴۳ آنکھوں میں لگانے کی دوائیں بنائیں۔ جس کو TROCHISCUS - (RHASIS) کہا جاتا ہے۔

(۵) جانوروں کے امعاء سے آپریشن میں ساختوں کے جوڑنے یا سینے کے

پیے بطور دھاگہ استعمال کرنا ایجاد کیا۔[۱۴۴]

(۶) روشنی سے پتلی کے متاثر ہونے کو سب سے پہلے اسی نے بیان کیا۔[۱۴۵]

اسحاق بن سلیمان اسرائیلی

۸۳۰ء ——— ۹۲۰ء

اس کا نام اسحاق بن سلیمان اسرائیلی تھا۔ اس کو سلیمان اسرائیلی یا صرف ۔۔۔۔ اسرائیلی بھی کہتے تھے۔ یہ یہودی طبیب تھا۔ اسرائیلی کا شمار عالم وفاضل اور اور طبیب حاذق میں ہوتا ہے۔ یہ مصر میں پیدا ہوا تھا اور امراضِ چشم کا بہترین معالج تھا۔ بعد میں مصر کو چھوڑ کر شمالی افریقہ کے شہر قیروان میں سکونت اختیار کرلی تھی۔ اس نے اسحاق بن عمران کی شاگردی اختیار کی تھی۔ اس کی طبیعت میں ظرافت تھی۔ اکثر اپنی علمی صلاحیتوں سے دوسروں کو بڑی آسانی سے مغالطے میں مبتلا کر دیا کرتا تھا۔ اس نے ۱۰۰ سو سال کی طویل عمر پائی تھی۔ لیکن شادی نہیں کی تھی جس کی وجہ سے کوئی اولاد نہیں تھی۔ جب کوئی کہتا تھا کہ تمہارا نام لیوا کوئی نہیں رہے گا تو برجستہ جواب دیا کرتا تھا کہ میرا ذکر جتنا میری کتاب، کتاب الحمیات سے باقی رہے گا اتنا اولاد سے نہیں رہے گا۔ وہ کہتا تھا کہ میری چاروں کتابیں اولاد سے بڑھ کر میرا نام زندہ رکھیں گی۔ یہ حقیقت اب تک واضح ہے۔ اس کا سن وفات اصیبعہ کے نزدیک ۳۲۰ھ ہے۔

تصانیف: کتاب الحمیات۔ یہ کتاب پانچ کتابوں کا مجموعہ ہے۔ اپنے موضوع پر اس دور میں اس سے بہتر کوئی کتاب نہ تھی۔ دوسری کتاب کا نام کتاب البول تیسری کا کتاب الاسطقسات۔ چوتھی کتاب کا نام کتاب الحدود والرسوم۔ پانچویں کا نام بستان المفردات چھٹی کا نام المدخل الی الصناعۃ الطب۔ ساتویں کا نام کتاب فی النبض۔

آٹھویں کتاب کا نام کتاب التریاق اور نویں کا نام کتاب فی الحکمت ہے۔ یہ فہرست وہ ہے جو ابن اصیبعہ[۱۳۶] نے تحریر کی ہے۔ اسرائیلی کو جن کتابوں پر ناز تھا وہ کتابیں یہ ہیں۔

کتاب الحمیات، کتاب الاغذیہ والادویہ، کتاب البول اور کتاب الاسطقات۔

علی بن رضوان اس کی کتاب الحمیات کی بڑی قدر کرتا تھا۔ اس کا بیان تھا کہ میں نے اس کتاب کو مطب یا علاج و معالجہ کے سلسلے میں بہت مفید پایا ہے بلکہ یہ کہہ سکتا ہوں کہ اس سے بہتر کوئی کتاب نہیں ہے۔[۱۳۷]

میجر نے روجر بیکن کے حوالے سے لکھا ہے کہ بقراط، جالینوس، رازی، علی عباس مجوسی کی طرح یہ بھی ان مصنفین میں سے ہے جس کی کتاب الحمیات آکسفورڈ اور پیرس میں نصاب میں داخل تھی پھر یہی مصنف سنگر کے حوالے سے لکھتا ہے کہ قرون وسطی میں اس مضمون پر سب سے بہتر کتاب مانی گئی ہے۔

اس کی چاروں کتابیں جن کو وہ خود بھی اہمیت دیتا تھا ان کا لاطینی میں ترجمہ ہو چکا ہے۔ پہلی دو کا قسطنطین افریقی نے کیا تھا اور بقیہ دونوں کا جیرالڈ اوف کریمونا نے۔ اس کی تمام تصانیف عربی میں تھیں۔

ابوالحسن طبری

اس طبیب کے حالات کسی مورخ نے قلم بند نہیں کیے ہیں۔ نام کے ساتھ چونکہ طبری لگا ہوا ہے۔ اس مناسبت سے یہ کہا جاتا ہے کہ طبرستان کا رہنے والا تھا تعلیم و تربیت اور ابتدائی حالات کا کوئی تذکرہ نہیں ہے۔ اس کے سن پیدائش کو بھی مورخین نے کوئی اہمیت نہیں دی۔ ابن اصیبعہ نے تو چند سطروں میں اس

کا تذکرہ کیا ہے۔ سن پیدائش کا اس نے بھی کوئی تذکرہ نہیں کیا۔ میجر نے اتنا بتایا ہے کہ یہ دسویں صدی عیسوی کا طبیب تھا۔[۱۴۹]

اس میں شک نہیں کہ یہ شخص طب کے رموز و اسرار سے واقف تھا۔ اپنے دور کا عالم و فاضل، طبیب کامل اور محقق تھا۔ امیر رکن الدولہ نے اس کی مقبولیت اور فنی مہارت کی وجہ سے اس کو اپنے معالج کا اعزاز بخشا تھا۔

اس نے اپنے مقالات کے مجموعہ کو کتاب الکناش کا نام دیا بعد میں یہی کتاب کناش طبری اور معالجات بقراطیہ کے نام سے مشہور ہوئی۔ اس کا شمار اہم طبی تصانیف میں ہوتا ہے۔ اس شخص کو اسی کتاب نے متعارف کرا کر حیاتِ نو بخشی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ اس کتاب میں بہت سا مواد اکٹھا کر دیا گیا ہے۔ یہ کافی ضخیم کتاب ہے۔ اس کا ایک قلمی نسخہ اجمل خاں طبیہ کالج کی لائبریری میں موجود ہے۔ اس کتاب میں بیشتر امراض اور ان کے علاج کا طریقہ بہت سادہ طریقہ سے بیان کیا گیا ہے گویا یہ کتاب طبی معلومات کا خزانہ ہے۔

اس نے اسی کتاب میں جرب کے سلسلے میں ایسا نظریہ پیش کیا جس نے دنیا کو چونکا دیا۔ جرب کے سلسلے میں اس نے سب سے پہلے جرثومہ جرب کا تذکرہ کیا ہے۔ یہ پہلا شخص ہے جس نے اس نظریہ کو پیش کیا اور یہ کہا ہے کہ یہ جرثومہ انتہائی چھوٹا جوں جیسا ہوتا ہے اس چھوٹے جرثومہ یا ذی حیات کو سوئی کی نوک سے الگ کیا جا سکتا ہے۔[۱۵۰]

اس نظریے کو اس سے پہلے کسی نے پیش نہیں کیا تھا۔ دور جدید کے طبی ماہرین اس کو طبری کا بہت بڑا کارنامہ تصور کرتے ہیں اور اس کو بھی طبی دنیا کے محققین میں شمار کرتے ہیں۔

علی بن عباس مجوسی

وفات ۹۹۴ء

ALI ABBAS

تمام غیر مسلم اطبا میں علی بن عباس مجوسی ایک ایسا طبیب گزرا ہے جس کا مقام بہت بلند ہے۔ اس کی ولادت کے متعلق کسی نے بھی کوئی نشاندہی متعین طور سے نہیں کیا ہے۔ کیمبل نے اپنی تاریخ میں یہ کہا ہے کہ رازی کے پچاس سال بعد مشہور ہوا تھا یہ ۹۹۲ء میں مرا ہے۔ [۱۵۱]

براؤن نے یہ لکھا ہے کہ عضدالدولہ جو عضدی ہسپتال کا بانی تھا اس کے دور میں دسویں صدی عیسوی کے آخر میں گذرا ہے۔

یہ اہواز کا رہنے والا تھا۔ مجوسی مسلک کا پیرو تھا۔ یہ ممتاز حیثیت کا جید طبیب گذرا ہے۔ [۱۵۲] طب کے سلسلے میں اس کا استاد ابو ماہر موسیٰ بن لیار تھا۔ طبی دنیا میں مجوسی کا نام بہت مشہور ہے۔ حالانکہ طبی دنیا میں رازی کے بعد جس کی شہرت و عظمت کا سکہ عرب دنیا پر اتنا جم چکا تھا صدیوں تک کسی طبیب کا حیثیت معالج یا مصنف اپنا مقام پیدا کرنا دشوار تھا۔ لیکن یہ مجوسی کی صلاحیت تھی کہ جس نے رازی کے بعد اور شیخ سے پہلے وہ مقام حاصل کر لیا کہ ان دونوں شخصیتوں کے درمیان اپنی شخصیت کو نمایاں طور سے برقرار رکھا ہے۔ مجوسی کی صرف ایک کتاب الملکی بہت مشہور ہوئی۔ یہ کتاب عضدالدولہ کے لیے لکھی گئی تھی اس کی اس معرکتہ الآرا تصنیف کا یہ اثر ہوا کہ ابن سینا جیسے دوسروں کے علم و فضل کا کم اعتراف کرنے والے شخص نے اس کے لیے اپنے کو یہ کہنے پر مجبور پایا کہ اگر کامل الصناعہ میری نظر سے پہلے گذری ہوتی

تو مجھے قانون لکھنے کی ضرورت نہ ہوتی[۱۵۲]

اسی الملکی کا دوسرا نام کامل الفناعہ بھی ہے۔ اس کو لاطینی میں LIBERREGIUS کہتے ہیں۔ یہ کتاب ہر حیثیت سے مکمل ہے۔ اگرچہ مختصر ہے موضوع سے متعلق ہے۔ اس کتاب کی وجہ تصنیف خود مصنف نے بیان کی ہے۔ مجوسی نے دیباچہ میں لکھا ہے کہ میں نے قدیم و جدید اطبا کی تصانیف میں کوئی بھی ایسی مکمل کتاب نہیں دیکھی جس میں فن طب کی تمام ضروریات ہوں[۱۵۳]

علی بن عباس نے اطبائے قدیم کے نظریات و معلومات کا بڑی تحقیقی نظر سے جائزہ لیا۔ اس نے بقراط، جالینوس اوریباسیوس، بولیوس، اہرن، یوحنا بن سرابیون اور رازی کو خاص طور سے اپنے پیش نظر رکھا۔ رازی کی تصنیف حاوی و منصوری کی قدر کرتا تھا۔ لیکن یہ بھی کہتا تھا کہ رازی کی کتابوں کے مقصد تک رسائی آسان نہیں ہے۔ حاوی ایسی تصنیف ہے جس میں بہت زیادہ طوالت سے کام لیا گیا ہے۔ برخلاف اس کے منصوری میں بہت اختصار سے کام لیا ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ دونوں کتابیں ہر ایک کے لیے مفید نہیں ہیں۔ جالینوس کے کلام میں طول اور تکرار ہے اس نے بقراط کے متعلق کہا ہے کہ بقراط کا سارا کارنامہ کلیات سے متعلق ہے۔ اس قسم کے تبصروں سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس نے قدیم تصانیف کا مطالعہ گہری نظر سے کیا تھا۔ اس کے بعد اس نے جو رائے قائم کیا اس کا اظہار کر دیا۔

الملکی عربی زبان میں ہے۔ اس میں بیس مقالات ہیں۔ ہر مقالہ میں متعدد ابواب ہیں شروع کے دس مقالے جزنظری سے متعلق ہیں اور آخر کے دس مقالے جز عملی کی وضاحت میں ہیں۔ اس کتاب کا زیادہ تر ماخذ حاوی ہے لیکن یہ حاوی و منصوری کے درمیانی انداز میں لکھی گئی ہے۔ اس کا انیسواں مقالہ جس میں گیارہ باب ہیں بہت اہم ہے یہ جراحیات سے متعلق ہے۔ مجوسی کا تعارف یورپ میں اسی حصے کے لاطینی ترجمہ سے ہوا۔ پہلا مقالہ کافی دلچسپ ہے۔ اسی حصے میں بقراط و جالینوس وغیرہ کی طبی تصانیف پر تبصرہ ہے۔ اس کتاب کو عربی طب کی بہترین تصنیف قرار دیا گیا ہے۔ قانون شیخ سے پہلے سو برس تک یہ کتاب طب کی درسی

کتاب کی حیثیت سے تھی۔ عربی میں لاہور و قاہرہ سے یہ کتاب شائع ہو چکی ہے۔ اس کتاب کا لاطینی ترجمہ دو تین مرتبہ شائع ہو چکا ہے۔ اس کا فرانسیسی ترجمہ ۱۹۰۳ء میں شائع ہوا تھا اس کتاب کی عظمت کی گواہی شیخ نے دی ہے اس کا مقابلہ اگر حاوی و منصوری سے کیا جائے تو یہ کتاب ان دونوں کے درمیان کی بہترین کڑی ہے۔ مجوسی نے نہ تو بہت زیادہ طول سے کام لیا ہے اور نہ بالکل اختصار سے۔ بلکہ جس طرح رازی نے قدیم اطباء سے پورا فائدہ اٹھایا تھا۔ مجوسی نے قدیم اطبا کے علاوہ رازی سے بھی فائدہ اٹھایا۔ جو خامیاں اسے حاوی وغیرہ میں نظر آئیں ان سے ہٹ کر اس نے یہ کتاب لکھی۔ اگر قانون شیخ سے اس کا مقابلہ کیا جائے تو یہ کتاب کسی صورت سے قانون سے کم نہیں ہے۔ کچھ لوگوں نے دونوں کے درمیان بس اتنا فرق کیا ہے کہ شیخ نے جز عملی پر زیادہ زور دیا ہے اور مجوسی نے جز نظری پر زیادہ توجہ دی ہے۔

کچھ لوگوں نے یہ اعتراض کیا ہے کہ یہ کتاب مریض کے بستر سے ہٹ کر لکھی گئی ہے حالانکہ یہ بات کچھ زیادہ درست نہیں ہے جو شخص بیمارستان میں حاضری پر زور دے کر طلباء کے متعلق کہے کہ طلباء کو چاہیئے کہ وہ بیماروں کو اسپتالوں اور گھروں پر جا کر دیکھا کریں اور اساتذہ کی مدد سے مریض کے حالات پر غور کریں ان کی علامات کو ذہن میں موجود رکھیں وہ بھلا یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ خود اس نے اسے یہ ضروری نہ سمجھا ہو اور صرف فرضی و سماعی باتوں پر یا قیاسات کی بنیاد پر اتنی بڑی کتاب لکھ دی ہو اگر حاوی بنیاد و ماخذ ہے تو یہ اعتراض بے بنیاد ہے۔

الملکی کے علاوہ دوسری کتاب کے متعلق براؤن نے کیمپل کے حوالے سے یہ لکھا ہے کہ گوتھا میں علی بن عباس مجوسی کا ایک مخطوطہ ہے جو خود ایک طبی رسالہ کی حیثیت سے ہے۔ لیکن اس نے یہ بھی کہا ہے کہ اس کی دوسری کتاب TROTATUS DE MEDICINA ہے جو تین کتابوں LIAR MORBI, LIBER SICIRUM, LIAR SAMATATIS کا مجموعہ ہے یہ مخطوطہ کی شکل میں ہے۔

مجوسی نے کچھ ایسی چیزیں بیان کی ہیں جن کی طرف قدیم اطباء متوجہ نہیں ہوئے تھے۔ اس

نے طب کے شعبۂ جراحیات کو بھی وہی اہمیت دی ہے جو دوسرے شعبوں کو ہے اس سلسلے میں اس نے بہت سی تشریحی معلومات پیش کی ہیں اس نے بتایا کہ درہم لوزتین میں اگر غرغرے وغیرہ سے فائدہ نہ ہو تو عمل جراحی کے ذریعے نکال دینا چاہیے۔ مجوسی سب سے پہلا شخص ہے جس نے اخراج جنین کے متعلق یہ کہا ہے کہ جنین کا اخراج رحم کے انقباض کی وجہ سے ہوتا ہے [۵۶]

نظام عروق شعریہ کی تحقیق سب سے پہلے اس نے کی الگڈ کا خیال ہے کہ مجوسی کا انداز بیان اور ترتیب وغیرہ قانون شیخ سے بہتر ہے۔ مجوسی بھی ان خوش نصیب مصنفین میں سے ہے جس کی کتابیں طبی درس گاہوں میں داخل نصاب رہ چکی ہیں، بلکہ یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ قانون شیخ سے پہلے کامل الصناعہ کا وہی مرتبہ تھا جو اس وقت قانون شیخ کا ہے۔

ابن جلجل

پورا نام ابوداؤد سلیمان بن حسان تھا لیکن ابن جلجل کے نام سے مشہور ہے۔ یہ ابوالقاسم زہراوی کا ہمعصر تھا۔ عالم و فاضل اور بحیثیت معالج ماہر طبیب تھا۔ ہشام مؤید باللہ کا درباری طبیب تھا۔ اس کو علم ادویہ سے بڑی دلچسپی تھی جس کی وجہ سے ادویہ مفردہ کی شناخت اور افعال و خواص وغیرہ کی معلومات بہت زیادہ تھیں۔ اپنی معلومات کے سہارے اس نے دیسقوریدوس کی کتاب الادویہ پر کام کیا تھا۔ اس کی بہت سی دواؤں کی تفسیر اور مبہم مقامات کی وضاحت کی اس نے جب تحقیقی کام کرنا شروع کیا تو یہ پہلے ہی بتا دیا کہ یہ وہی کتاب ہے جس کا ترجمہ اصطفن نے عربی میں کیا تھا۔ اصطفن جن مقامات کا اپنی کوتاہی کی وجہ سے ترجمہ نہیں کیا تھا۔ اور یہ کہہ کر چھوڑ دیا تھا کہ بعد والے بقیہ کام کو پورا کریں گے میں نے اسی کو پورا کر دیا ہے دیسقوریدوس کی یہ وہی کتاب تھی جس کے ترجمہ کے لیے نکولا راہب بلایا گیا تھا اور اس کی مدد سے علمائے فن نے کی تھی اتنی کوششوں کے بعد بھی دس دوائیں ایسی رہ گئی تھیں جو ان لوگوں کی سمجھ میں نہیں آئی تھیں ابن جلجل نے اپنی سمجھ سے ان دواؤں کی وضاحت کر کے اس کتاب کو مکمل کر دیا۔

دیسقوریدوس کی کتاب الادویہ کی ایک تفسیر قرطبہ میں ہشام کے زمانے میں لکھی گئی تھی اسی کے ساتھ ساتھ اس نے بطور اضافہ ایک مقالہ ایسی دس مستعمل ادویہ پر بھی لکھا جن کا تذکرہ

دیسقوریدوس نے بیان نہیں کیا تھا۔ ان دواؤں کے متعلق ابن جلجل کا بیان ہے کہ ان کو یا تو دیسقوریدوس نے دیکھا نہیں تھا یا اس کے زمانے میں استعمال میں نہ تھیں۔ یہ ابن جلجل کی تحقیقی نظر اور تبحر علمی کی دلیل ہے۔

اس نے ایک رسالہ ایسا بھی لکھا تھا جس میں طبیبوں کی غلطیوں کا ازالہ کا تذکرہ کیا تھا اس کی ایک کتاب اطباء و فلاسفہ کے حالات سے متعلق تھی۔ یہ کتاب اب نایاب ہے۔

ابن جلجل نے دو اہم کام کیے ایک تو یہ کہ ان دواؤں کے نام اور ان کی تفصیل بیان کی جو یونانی راہب نکولا اور اس کے معاون عرب ماہرین نہ کر سکے تھے۔ اس طرح اس نے اس کتاب کے نقص کو دور کر کے اس کو مکمل کر دیا۔

دوسرے دس مزید ایسی ادویہ مستعملہ کا اضافہ کیا جن کا تذکرہ دیسقوریدوس نے بھی نہیں کیا تھا۔

ابوالقاسم زہراوی

۹۳۶ء ـــــــ ۱۰۱۳ء

ابوالقاسم زہراوی کو لاطینی میں ALBUCA[illegible]IS–ABULCA[illegible]IS

ZAHRAVIU–EZZAHRAWY–AL[illegible]ARVI کہتے ہیں۔

یہ عربوں میں سب سے بڑا سرجن گذرا ہے۔ اس کے باپ کا نام ابن عباس زہراوی تھا۔ ابوالقاسم زہراوی قرطبہ کے قریب مدینۃ الزہرہ میں ۹۳۶ء میں پیدا ہوا تھا۔ اسی مقام کی مناسبت سے اس کو زہراوی کہا جاتا ہے علمی دنیا میں پورا نام بہت کم لیا جاتا ہے بلکہ صرف زہراوی کے نام سے متعارف ہے۔ ابتدائی حالاتِ زندگی کے متعلق کوئی تفصیل نہیں ملتی ہے۔

زہراوی کا تعلق ایک ایسی جگہ سے تھا جو اس دور میں قدیم علوم و

فنون کا مرکز تھا۔ قرطبہ میں اعلیٰ درجے کی یونیورسٹی قائم تھی، علمی فضا تھی۔ قرطبہ کی علمی مرکزیت بغداد سے کسی طرح کم نہ تھی۔ جس زمانے میں زہراوی گزرا ہے۔ قرطبہ میں شاندار قسم کے شفا خانے تھے جن کی تعداد پچاس سے کم نہ تھی۔ عظیم الشان لائبریری تھی جس میں دو لاکھ پچیس ہزار کتابیں تھیں[۱۵۸]۔ کیمپل نے یہ بھی کہا ہے کہ ہسپانیہ کے مسلمانوں نے دنیا کو سب سے زیادہ اور بہترین مصنفین دیے ہیں۔ ظاہر ہے کہ اس شاندار ماحول، بہترین تعلیم گاہ و لائبریری اور عظیم الشان شفا خانوں سے زہراوی کو کتنا فیض پہنچا ہو گا۔

یہ زہراوی کی خوش قسمتی تھی کہ اس کو تمام چیزیں گھر بیٹھے نصیب تھیں۔ تعلیم سے فراغت کے بعد امیر عبدالرحمٰن سوم (۹۱۲ء۔ ۹۶۱ء) نے اس کو اپنا طبیب خاص مقرر کیا تھا۔ اس کی موت کا سن ابن خیر اللہ نے ۱۰۱۳ء لکھا ہے[۱۵۹]۔ اس کا مدفن قرطبہ ہے۔ زہراوی جس دور میں گزرا ہے اس دور میں دیگر علوم و فنون کی طرح مسلمانوں نے علم جراحت میں بھی کمال حاصل کر لیا تھا۔ طبی درسگاہوں اور شفا خانوں میں علمی و عملی تعلیم کا بہت معقول انتظام تھا۔ طلباء کو بہت باقاعدہ تعلیم دی جاتی تھی۔ اسپتالوں میں چھوٹے بڑے ہر قسم کے آپریشن ہوتے تھے۔ کسر و خلع کا علاج، صدر و احشاء کا آپریشن عام تھا۔ قرطبہ کے شاہی شفا خانوں سے زہراوی کا بحیثیت سرجن تعلق تھا۔ اسپتال میں مریضوں کا معائنہ کرتے ہوئے زہراوی کو اکثر مصوروں نے دکھایا ہے۔ ڈاکٹر محمود صدیقی بے نے اس قسم کی تصویر کو شائع کرایا ہے۔

زہراوی کے متعلق کیمپل نے کہا ہے کہ طب و جراحت کی ترقی کی بنیاد عرب مصنفین میں ابن رشد اور ابوالقاسم نے رکھی[۱۶۰]۔ اس سے بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے کہ زہراوی کی جراحت کے سلسلے میں اہم خدمات ہیں۔ زہراوی کی وہ تصنیف جس نے اسے شہرت و دوام بخشا ہے۔ التصریف لمن عجز عن التالیف ہے عام طور سے اس کو

التصریف ہی کہتے ہیں۔ علم جراحت کے سلسلے میں یہ بہت اہم تصنیف ہے۔ اس کتاب کی حیثیت طبی انسائیکلو پیڈیا کی سی ہے اس کتاب کو باعتبار مضامین تین حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ حصہ اول ادویہ سے متعلق ہے۔ حصہ دوم کیمیا و دوا سازی سے اور تیسرا حصہ جو اس کتاب کی جان ہے جراحت سے متعلق ہے جراحیات کے تین باب ہیں۔ باب اول میں کئی کا ذکر ہے، باب دوم میں فصد و حجامت اور خراجات کا بیان ہے۔ باب سوم میں جبر و خلع وغیرہ کا ذکر ہے۔ ان تینوں بابوں میں ۳۰۰ فصلیں ہیں۔

یہ کتاب علمی و عملی دونوں اعتبار سے بہت اہم ہے۔ ضخامت کے اعتبار سے تقریباً ایک ہزار صفحات پر مشتمل ہے۔ مکمل کتاب پٹنہ لائبریری میں موجود ہے۔ تصریف کا وہ حصہ جو جراحیات سے متعلق ہے۔ جراحت الزہراوی کے نام سے مطبع نامی لکھنؤ سے شائع ہو چکی ہے۔

زہراوی کے سلسلے میں ابن اصیبعیہ نے بہت اختصار سے کام لیا ہے اس کے متعلق صرف ساڑھے تین سطریں ہیں۔ زہراوی کو طبیب فاضل، ادویہ مفردہ و مرکبہ سے واقف اور ماہر معالج بتایا ہے۔ تصریف کو سب سے بڑی اور مشہور کتاب لکھا ہے۔[۱۶۱]

بہرحال قدیم و جدید مورخین بالاتفاق رائے التصریف کو جراحیات کی مستند کتاب سمجھتے ہیں۔ زہراوی کی اس کتاب کی چند خصوصیات ہیں جن کی وجہ سے اس کو اتنی مقبولیت ہوئی۔

یہ پہلی کتاب ہے جس میں آلات جراحیہ کی تصاویر دی گئی ہیں۔ ان کی تعداد تقریباً دو سو سے زیادہ ہے۔[۱۶۲] ان آلات کی ایجاد اور ان کو بنانے کا سہرا بھی زہراوی کے سر ہے۔ یہ آلات کا خود ہی موجد اور صانع تھا۔ آلات کی شکل زیادہ تر جانوروں کے مختلف اعضاء سے مشابہہ ہیں۔ گرفت کے لیے ضرورت کے مطابق جسامت و ساخت کے اعتبار سے بہت سے آلات بنائے تھے۔ گویا

زہراوی پہلا شخص ہے جس نے اپنے ذاتی مشاہدے سے آلات کا خاکہ بنا کر آلات تیار کیے۔ شکلیں تو زیادہ خوبصورت نہیں ہیں لیکن کام کے اعتبار سے بہترین قسم کے آلات کہے جا سکتے ہیں۔ ان آلات کی ایجاد سے معلوم ہوتا ہے کہ زہراوی دھاتوں کی ماہیئت وغیرہ سے بھی بخوبی واقف تھا۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو آلات کی تیاری ان کے استعمال اور صفائی میں اس کو بڑی دشواری ہوتی۔

چند آلات کے نام یہ ہیں۔ منماس (موچنہ)، مسلط (سوزن)، فلاح اللاسنان (زنبور)، قاثاطیر، مخفن (حقنہ کا آلہ)، مقراض (قینچی)، منشار (آری)، سکین (چاقو)، کلوب (زنبور ہندی)، منجفہ (پچکاری)، مبرد (سوہن)، مقصد (نشتر)، مبزع (نشتر بیطار)، مبضع (نشتر جراح)، مجراف (زخم کی گہرائی معلوم کرنے کا آلہ)، ملقاط (چمٹی)۔ ان آلات کی تصویریں موقع ومحل کے اعتبار سے دی گئی ہیں۔

کیمپبل نے جراحیات کے متعلق یہ تجزیہ کیا ہے کہ یہ پہلا شخص ہے جس نے عمل کئی کو بیان کیا ہے۔ اس سلسلے میں اس نے ہدایت کی ہے کہ یہ عمل پوری احتیاط سے کرنا چاہیے۔ اس سلسلے میں کام آنے والے آلات کی تصویریں بھی دی ہیں۔ دوسرا حصہ عمومی جراحیات سے متعلق ہے۔ گردے کے آپریشن کے علاوہ اعضاء کے قطع کرنے امراض چشم اور امراض اسنان کا بھی تذکرہ کیا ہے۔ ہر ایک کا علاج بھی بتایا ہے۔

تیسرا حصہ کسر وخلع وغیرہ سے متعلق ہے اس سلسلے میں یہ بھی بتایا ہے کہ فقرات کے کسر وخلع سے فالج ہو جاتا ہے۔[۱۴۳]

اعمال جراحیہ کے سلسلے میں جو اصطلاحات پائی جاتی ہیں مثلاً لبسط، مجدع، قطع، قدح، جرح، جبر وکسر، کئی الاجفان، تشجیر العین، جرد العین، قطع الاسنان، قطع ورم لہاۃ، شق، خنازیر، بزل استسقاء، اخراج حصات، اخراج جنین

میت، جراحت بطن، قطع اطراف وغیرہ ان کی پوری تفصیل زہراوی نے
بیان کی ہے۔ ان سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ وہ کتنا بڑا سرجن تھا۔
خیر اللہ نے اسپنسر کے حوالے سے تحریر کیا ہے کہ یہ پہلا شخص تھا جس
نے منہ کی بد وضعی کو درست کرنے کا طریقہ اور دانتوں کا علاج بیان کیا
اور اسی نے سب سے پہلے علم القابلہ کے سلسلے میں اس وضع کو بیان
کیا۔ جسے اب WALCHER POSITION کہا جاتا
ہے۔[۱۶۴]

التصریف کی خصوصیات جو نیر واسطی نے بیان کی ہیں ان کا خلاصہ یہ ہے۔

۱۔ اس کی تالیف کے ماخذ نہایت مستند ہیں یعنی کتاب الزہراوی کے لیے اس
کے فاضل مؤلف نے جن کتب اور تالیفات سے معلومات اخذ کیے ہیں وہ
نہایت معتبر و مستند تالیفات ہیں۔ زہراوی کی کتاب کا شاہکار اس
کا حصہ جراحت ہے۔

۲۔ اس کتاب میں اس کے فاضل مؤلف کی ذاتی معلومات اور تجربات ہیں۔
جا بجا اپنی نادر معلومات کا ذکر بھی کیا ہے

۳۔ مؤلف کا انداز بیان سلیس اور طرز نگارش عام فہم ہے۔

۴۔ یہ تالیف فن جراحت میں عملی حیثیت سے نہایت مفید ہے۔ ذہنی و فکری
مسائل سے قطع نظر کرتے ہوئے زیادہ تر ان فنی مباحث کا ذکر کیا ہے جو
عملی دنیا میں نہایت کارآمد اور مفید ہیں۔

۵۔ آلاتِ جراحیہ کی تصاویر جا بجا دی گئی ہیں۔

۶۔ اس کی مقبولیت خداداد ہے جو اس کی تمام مشرق و مغرب میں حاصل
ہوئی۔ یہ تالیفات مشرقی اطباء کا دستور کار رہی ہے اور مغرب میں
موجودہ ترقی یافتہ دور جراحت کا سنگِ بنیاد ہے۔[۱۶۵]

زہراوی کے واضح بیانات نے یورپ کے محققین کو اپنی طرف متوجہ

کر لیا۔ پانچ سو برس تک یہ اثر یورپ پر قائم رہا۔ زہراوی کے حوالے بطور سند دیے جاتے تھے۔ گوزے ڈی شولیک جس کو اس کی خدمات کی وجہ سے RESTORER OF SURGERY کہا جاتا ہے۔ اس نے زہراوی کا اقتباس دوسرے مقامات پر پیش کیا ہے۔ ایسے ہی روجراف پرما اور سولیٹو نے بھی بہت زیادہ استفادہ کیا ہے۔[۱۷۶]

ان وجوہ کی بنا پر کہا جاسکتا ہے کہ زہراوی کی شخصیت علمی اور عملی دونوں اعتبار سے یورپ والوں کے لیے مشعل راہ رہی۔ میجر نے آگے چل کر واضح لفظوں میں اقرار کیا ہے کہ یہ بہت جلد مستند حیثیت کا مالک بن گیا تھا کہ جن کے حوالے قرون وسطی کے یورپین اطباء و سرجن جالینوس سے زیادہ زیادہ دیتے تھے۔ اس کتاب کی مقبولیت اور اثر کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ لاطینی زبان میں پانچ مرتبہ اس کا ترجمہ شائع ہوا۔ اس کتاب کے مترجمین میں جیراڈو آوف کریمونا، سیمن آف جینوا اور ابراہیم آف طارطوز قابل ذکر ہیں۔

اس کا پورا نام ابو علی محمد بن حسن بن ہثیم ہے۔ عام طور سے ہثیم کے نام سے مشہور ہے۔ کچھ مورخین اس کو ابن حسن بھی کہتے ہیں۔ یہ ۹۶۵ء میں بصرہ میں پیدا ہوا تھا۔ ابن سینا سے بعض مورخین کے اعتبار سے ۳۵ سال بڑا تھا۔ اور اس کا ہم عصر تھا۔ اس کا انتقال ۱۰۳۰ء یا ۱۰۳۹ء میں ہوا۔ ہو سکتا ہے کہ شیخ کی شہرۂ آفاق شخصیت نے اپنے دور میں اس کو ابھرنے کا موقع نہ دیا ہو۔ آخر عمر میں اپنے وطن سے منتقل ہو کر مصر چلا گیا تھا۔ آخر وقت تک یہیں مقیم رہا۔

ابن ابیصبیعہ نے شیخ علیم الدین مہندس کے حوالے سے لکھا ہے کہ ابتدا میں ابن حسن بصرہ کے قرب و جوار میں رہتا تھا۔ اس میں فضائل و حکمت سے دلچسپی لینے کا جذبہ پایا جاتا تھا۔ وہ ان مشاغل سے نجات کا خواہش مند تھا جن کی وجہ سے وہ علمی مسائل میں غور و فکر سے کام نہیں لے پاتا تھا۔ لیکن بد قسمتی سے الٹا اثر ہوا کہ اس کی عقل میں فتور پیدا ہو گیا، تصورات بدل گئے اور یہ صورت اس وقت تک رہی جب تک اس نے اپنا لائحہ عمل بدل نہ دیا۔ جب وہ قاہرہ گیا تو اس کا قیام جامعہ ازہر تھا۔ اقلیدس و مجسطی لکھتا تھا اور اسے فروخت کر کے ضروریات زندگی پوری کرتا تھا۔[۱۷]

یہ عابد و زاہد اور امور خیر سے دلچسپی لینے والا شخص تھا جس طرح اس کی موت و حیات میں اختلاف ہے۔ اس کے عقائد میں بھی محققین میں یکسانیت نہیں ہے۔

یہ عربی زبان کا ماہر تھا اس کو علم ہندسہ اور طب سے گہری دلچسپی تھی۔ علم ہندسہ سے اس کو اتنا لگاؤ تھا کہ مہندس بصری کہلاتا تھا اور لوگ اسے مہندس کے نام سے پکارتے تھے۔ علم ہندسہ کے سہارے اس نے دریائے نیل کا مطالعہ کیا اور حاکم وقت کو یہ اطلاع بھجوائی کہ اگر مجھ کو موقع دیا جائے تو میں دریائے نیل کو ایسا کر سکتا ہوں کہ وہ ہر حالت میں اہل مصر کے لیے مفید ہو جائے۔ حاکم مصر اس اطلاع سے بہت خوش ہوا اور مال و متاع بھیج کر اس کو بلوایا جب وہ آیا تو حاکم نے خود بڑھ کر استقبال کیا۔ اس کے رہنے سہنے کا بہترین انتظام کرایا۔ کچھ دنوں قیام کے بعد حاکم نے دریائے نیل کے متعلق دریافت کیا تو اس نے اپنے دعوے کی تصدیق کی۔ اپنی مدد کے لیے معماروں اور ریاضی دانوں کو طلب کیا اور ان کی ایک جماعت کو لے کر دریا کے کنارے جائزہ لیتا ہوا چلا۔ پوری طرح معائنہ اور جائزے کے بعد اس نتیجے پر پہنچا کہ قدیم مہندس جتنا کر گئے ہیں اس سے زیادہ اصلاح کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ اس نتیجہ پر پہنچنے کے بعد اس کو بڑی مایوسی ہوئی۔ شرمندگی سے زیادہ اپنی جان کا خطرہ ہوا۔ چنانچہ اس نے اپنے کو پاگل مشہور کر دیا حاکم نے اس کو ایک جگہ قید کرا دیا جب اس حاکم کا انتقال ہو گیا تو اس نے صحیح حالات سے لوگوں کو باخبر کیا۔ حاکم وقت نے اس کا سرمایہ واپس کر دیا اور قید سے رہا کر دیا۔

رہائی کے بعد یہ جامعہ ازہر چلا گیا اور وہاں تصنیف و تالیف میں مشغول ہو گیا۔ اس واقعہ کے سلسلے میں عبدالسلام ندوی صاحب کا یہ بیان ہے کہ ابن ہیثم کے متعلق یہ خیال نہیں کیا جا سکتا کہ ان آثار و عمارات سے اپنے وطن میں ناواقف تھا بلکہ اس کا اصل سبب یہ تھا کہ اس کام کے شروع کرنے کے لیے جس قدر مصارف اور جس تجربہ کار عملے اور جس قدر معدنی آلات کی ضرورت تھی اس وقت مصر اس کو مہیا نہیں کر سکتا تھا۔ اگر وہ کام کو شروع

کر کے ادھورا چھوڑ دیتا تو اس سے مصر کو بجائے نفع کے نقصان پہنچ جاتا۔[۱۴۸]

ابن ہیثم بہت ہی ذہین انسان تھا۔ اس کو تصنیف و تالیف سے بڑی دلچسپی تھی۔ اس نے علم ہندسہ کے ساتھ ساتھ طب سے بھی دلچسپی لی۔ اور وہ اس فن میں کامل دستگاہ رکھتا تھا لیکن اس نے عملیات سے کوئی دلچسپی نہیں لی۔ علاج و معالجہ کی طرف اس کا میلان نہیں تھا۔ پھر بھی اس کی تصانیف افادیت سے بھرپور ہیں[۱۴۹] یہ شخص کثیرالتصانیف تھا اسی لیے مورخ نے آگے چل کر یوسف اسرائیل کے حوالے سے لکھا ہے کہ ابن ہیثم سال میں تین کتابیں اقلیدس، متوسطات اور مجسطی سے متعلق لکھ لیتا تھا۔ جس کے عوض اس کو ڈیڑھ سو مصری دینار مل جاتے تھے جو اس کے سال بھر کے خرچے کے لیے کافی ہو جاتا تھا۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ پیشہ ور مصنف نہیں تھا بلکہ اس کی تصانیف علمی حیثیت سے اتنی اہم ہوا کرتی تھیں کہ اس کا معقول معاوضہ فوراً مل جایا کرتا تھا۔ ذاتی تصنیفات کے علاوہ اس نے جالینوس کی بہت سی طبی کتابوں کا خلاصہ بھی لکھا ہے۔ ابن اصیبعہ نے کتب ابن ہیثم کی ایک طویل فہرست دی ہے جس میں سے طب کے متعلق حسب ذیل کتابیں ہیں۔

۱۔ کتاب المناظر
۲۔ کتاب فی تقویم الصناعۃ الطبیہ
۳۔ کتاب فی البرہان
۴۔ کتاب فی فرق الطب
۵۔ کتاب فی الصناعۃ الصغیرہ
۶۔ کتاب فی التشریح
۷۔ کتاب فی القوی الطبیعۃ
۸۔ کتاب فی منافع الاعضاء
۹۔ کتاب فی آراء بقراط و افلاطن
۱۰۔ کتاب فی المنی
۱۱۔ کتاب فی الصوت
۱۲۔ کتاب فی العلل والاعراض
۱۳۔ کتاب فی اصناف الحمیات
۱۴۔ کتاب فی البحران
۱۵۔ کتاب فی النبض الکبیر
۱۶۔ کتاب فی الاسطقسات

۱۷۔ کتاب فی رمز المزاج
۱۸۔ کتاب فی خوف الادویہ المرکبہ
۱۹۔ کتاب فی مواضع الاعضاء الالمہ
۲۰۔ کتاب فی حیلہ البرء
۲۱۔ کتاب فی حفظ الصحتہ
۲۲۔ کتاب فی جودۃ الکبد ورداشہ
۲۳۔ کتاب ان قوی الخلق تابعتہ المزاج البدن
۲۴۔ کتاب فی سوء المزاج المختلف
۲۵۔ کتاب فی ایام البحران
۲۶۔ کتاب فی الکثرہ
۲۷۔ کتاب فی استعمال الفصد لشفاء الامراض
۲۸۔ کتاب فی الذبول
۲۹۔ کتاب فی افضل ہئیات البدن
۳۰۔ مقالہ فی المرایا المحرقہ
۳۱۔ مقالتہ فی جوہر البصر وکیفیتہ وتوسع الابصار
۳۲۔ مقالہ فی الرد علی الا لفرج
۳۳۔ مقالتہ فی المرایا الدوائر۔
۳۴۔ مقالہ فی المرایا بالقطوع
۳۵۔ مقالہ فی المناظر علیٰ لقتہ بطلیموس [۱۱]

ان کتابوں کے ناموں سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس باکمال مصنف نے طب کے مختلف موضوعات پر قلم اٹھایا لیکن اس کی شہرت علم المناظر کے سلسلے میں ہوئی اور اس فن پر جو اس کی تصانیف ہیں وہ بڑی اہمیت کی حامل تصور کی جاتی ہیں۔

علم المناظر میں اس کی سب سے زیادہ مشہور تصنیف کتاب المناظر ہے۔ ابن خلدون نے لکھا ہے کہ اس فن میں بہت سے یونانیوں نے کتابیں لکھیں اور مسلمانوں میں جن لوگوں نے اس فن پر کتابیں لکھیں ان میں سب سے زیادہ مشہور ابن ہیثم ہے [۱۲] اسی مؤرخ نے آگے چل کر لیبان اور تمدن عرب وغیرہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ ان تمام تصانیف میں ابن ہیثم کی کتاب المناظر ایک عجیب تصنیف ہے ۔ جس کا ترجمہ لاطینی، اطالوی زبانوں میں کیا گیا اور جن سے کیپلر نے اپنی کتاب المناظر میں بہت کچھ کام لیا۔ اس میں نہایت محققانہ ابواب ہیں۔ جن میں آئینوں کے نقطۂ اجتماع، تماثیل

کے ظاہری مقامات، مسئلہ منکوس شعاعی اور تمانثیل ظاہری کا بڑا ہوتا وغیرہ جیسے بہت سے مسائل سے بحث کی گئی ہے۔

موسیو شائن سے بہتر اس سلسلے میں رائے دینے والا کوئی اور شخص نہیں ہے۔ اس نے الحسن (ابن ہیثم) کی کتاب کو یورپ کی کل معلومات علم مناظر کا ماخذ خیال کیا ہے۔

اس کتاب کی شرحیں وقتاً فوقتاً لکھی گئی ہیں جن میں کمال الدین کی تنقیح المناظر خاص اہمیت رکھتی ہے۔ اس کتاب کو جناب عنایت احمد صاحب نقوی نے پانچ سال کی محنت شاقہ کے بعد علی گڑھ میں مرتب کیا ہے۔ اس کے نسخے اگرچہ مختلف کتب خانوں میں موجود ہیں مگر ان میں کوئی بھی قابلِ قبول و وثوق اور صحیح نہیں ہیں۔ اس کتاب کو مرتب کرنے کے بعد جرمنی بھیجا گیا تو مشہور مستشرق پروفیسر ڈاکٹر کرنکو کے ایک دیباچہ کے ساتھ یہ کتاب ہندوستان واپس آئی اور دارالترجمہ حیدرآباد دکن سے شائع ہوئی۔

اس کتاب میں مختلف مضامین و مسائل سے بحث کی گئی ہے مثلاً روشنی کا انعکاس کیوں کر ہوتا ہے۔ سورج و چاند افق پر بڑے کیوں نظر آتے ہیں؟ تارے کیوں جھلملاتے ہیں؟ انسان کو ایک کے بجائے دو آنکھیں کیوں عطا کی گئی ہیں؟ اس طرح کے دیگر سوالات کے جوابات اس کتاب میں موجود ہیں؟

وہ اپنے علم کو مشاہدے پر قائم کرتا تھا۔ کسی مسئلہ کے متعلق جو نور سے تعلق رکھتا ہو پہلے وہ اس کے لیے عملی طریقہ اختیار کرتا تھا اس کے بعد وہ اپنے مشاہدے و نتائج کو من وعن بیان کر دیتا تھا۔ آئینوں سے متعلق جو تحقیقات ہیں ان کی بنیاد مشاہدے پر تھی۔ مثلاً کسی اندھیرے کمرے میں ایک سوراخ کیا جائے جس سے روشنی کا گزر ہو سکے۔ تو اس سے دیوار پر اس کا عکس پڑے گا اور اس عکس میں بیرونی اشیاء کی تصویریں الٹی نظر آئیں گی۔ اس کو کیمرہ ابسکیورا کہتے ہیں۔ اسی مشاہدے کا نتیجہ وہ فوٹو کیمرہ ہے جس سے

عکس کشی کی جاتی ہے۔ ابن ہیثم نے اس کا مشاہدہ سب سے پہلے کیا تھا اور اس کا استعمال اسی نے سب سے اوّل اوّل کیا تھا۔ ابن ہیثم کا نظریہ، نور جس کے متعلق اوپر ذکر کیا گیا ہے، یہ تھا کہ شعاعیں آنکھ تک پہنچ کر ہمیں نور سے متعلق خبر دیتی ہیں۔ یہ نظریہ اس زمانے میں بالکل انوکھا نظریہ معلوم ہوتا تھا۔ اس لیے کہ بطلیموس اور دیگر علماء یونان کے نظریوں کی رو سے روشنی کی خاصیت بالکل جداگانہ خیال کی جاتی تھی۔[۲۲]

ابو سہل مسیحی

وفات ــــ ۱۰۱۳ء

ابو سہل مسیحی کا مولد جرجان تھا۔ اس کی پرورش بغداد میں ہوئی۔ اس کا تعلق نصرانی خانوادہ سے تھا۔ ابو سہل کی ذہانت، حکمت نظری میں مشہور تھی۔ اس کا ادبی ذوق بہت ستھرا تھا۔ یہ خوش نویسی میں بھی مشہور تھا۔ طب میں علم وعمل کے اعتبار سے کامل وفاضل تھا۔ اس کی عبارت میں فصاحت اور تصانیف میں جدت پائی جاتی ہے۔ یہ عبارت اور اعراب وغیرہ کا بہت زیادہ خیال رکھتا تھا۔ اس کی عبارت میں سادگی اور ادبی چاشنی پائی جاتی ہے۔ اہم سے اہم مطلب کو سیدھے سادے انداز میں بیان کرتا تھا۔ ابن ابیبعیہ نے مہذب الدین اور عبدالرحیم کے حوالے سے لکھا ہے کہ جو فصاحت و بلاغت اور حسن معنی ابو سہل کے کلام میں ہے وہ قدیم وجدید اطبا انصاری میں سے کسی کے یہاں نہیں۔[۱۶۳] بقول مورخ مذکور طب کے سلسلے میں یہ شیخ الرئیس کا استاد تھا چنانچہ انھوں نے مسیحی کے نام سے کچھ کتابیں لکھی تھیں۔[۱۶۴]

ابو سہل کے کمالات کی شہرت جب مامون کے دربار تک پہنچی تو مامون نے اپنے دربار میں طلب کیا۔ کچھ دنوں کے لیے مسیحی چلا گیا اور التعبیر نام کی کتاب لکھ کر اس کے نام سے منسوب کر دی۔ خوارزم شاہ کے دربار میں ایک وزیر ابوحسین تھا اس کو صاحبانِ کمال سے والہانہ لگاؤ تھا چنانچہ اس نے دربار میں بہت سے باکمال اصحاب کو اکٹھا کر رکھا تھا۔ ان لوگوں میں اس نے شیخ مسیحی، ابوریحان اور ابوالخیر کو بھی بلا رکھا تھا۔ یہ لوگ اس دربار میں بہت دنوں تک علمی خدمات میں مشغول رہے۔ سوءِ اتفاق سلطان محمود سے کچھ لوگوں نے شیخ و مسیحی کے بارے میں کچھ جڑ دیا۔ سلطان محمود نے خوارزم شاہ کو ایک خط لکھا کہ تمھارے دربار میں بہت سے باکمال اکٹھا ہو گئے ہیں۔ تم ان میں ابو سہل اور شیخ الرئیس کو میرے دربار میں بھیج دو تاکہ ہم لوگ بھی ان سے فیض یاب ہو سکیں۔ جب یہ خط خوارزم شاہ کو ملا تو وہ ابن سینا مسیحی کے پاس گیا۔ اپنی تمام مجبوریاں

بیان کیں۔ یہ بھی کہا کہ میں سلطان محمود کا مقابلہ نہیں کر سکتا ہوں اور نہ اس کے حکم کی نافرمانی کر سکتا ہوں۔ اب مجھے کیا کرنا چاہیئے، یہ مشورہ چاہتا ہوں۔ ظاہر ہے کہ دونوں محمود کی نیت سے باخبر تھے چنانچہ خوارزم شاہ نے یہ طے کیا کہ قاصد کی واپسی سے پہلے ان لوگوں کو چپکے سے اپنے یہاں سے رواہ کر دے۔ اس نے ایسا ہی کیا اور قاصد سے کہا کہ تمہارے آنے سے پہلے ہی ابوسہل اور ابن سینا دونوں میرے یہاں سے کہیں اور چلے گئے۔ اگر بادشاہ چاہے تو میں دوسرے افراد کو بھیج دوں۔ جب یہ خبر سلطان کو ملی تو اس نے فوراً مصوروں کو ان لوگوں کی تصویریں بنانے کا حکم دیا اور مختلف آدمیوں کو تصویریں دے کر یہ فرمان جاری کر دیا کہ ان شکلوں کا جو بھی ملے گرفتار کر کے میرے پاس لایا جائے۔ ایک مرتبہ کچھ لوگ دونوں کو ملے کچھ تو تلاش کرنے والے مشکوک تھے دوسرے ان لوگوں نے شبہ میں ڈال دیا۔ اور جان بچا کر نکل گئے۔

ایک مرتبہ ابوسہل اور ابن سینا ایک کنوئیں پر دم لے رہے تھے کہ ابن سینا نے کہا کہ دیکھو یہ ستارہ ہم لوگوں کی گردش تقدیر کا پتہ دے رہا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ہم لوگ راستہ بھول گئے ہیں۔ ابوسہل نے جواب دیا کہ ہم لوگ خدا کے فیصلے پر راضی ہیں۔ میں بھی جانتا ہوں کہ اس سفر میں جان بچنا مشکل ہے۔ اس واقعہ کے چوتھے دن زوروں کی آندھی آئی جس کی گرد سے دنیا تاریک ہو گئی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ یہ لوگ راستہ بھول گئے۔ ادھر ادھر چکر لگاتے رہے آخرکار ابوسہل گرمی کی شدت وصعوبت کو برداشت نہ کر سکا اور پیاس سے تڑپ کر مر گیا۔ اس کا انتقال ۴۰۳ھ میں ہوا۔ کچھ لوگوں نے لکھا ہے کہ انتقال کے وقت اس کی عمر چالیس سال تھی۔ اس کا مدفن گرگان و خوارزم شاہ کے درمیان ہے۔

اس لحاظ سے اس طبیب نے بہت کم عمر پائی۔ اس میں سے بھی بیشتر حصہ پریشانیوں میں گذرا۔ لیکن اس مختصر سی عمر میں اس نے بہت بڑا علمی سرمایہ چھوڑا ہے۔ اگرچہ تعداد کے اعتبار سے بہت مختصر ہے۔ اس نے جو کچھ لکھا ہے قدماء کی تصانیف سے کسی طرح کم درجہ کی نہیں ہیں۔ اس نے قدماء کی تصانیف کو پیش نظر رکھا۔ وہ اپنی تصانیف کو بجا طور پر قدیم تصانیف سے کسی طرح کم نہیں سمجھتا تھا۔

ابن اصیبعہ کا بیان ہے کہ اس نے اپنی کتاب کے شروع میں انصاف پسند اہل علم کو مخاطب کیا ہے کہ وہ میری کتاب اور قدماء کی تصانیف میں جو فرق ہے اس کو بطور حکم بیان کریں۔ وہ مطالب و معانی جو آج تک پوشیدہ تھے، میں نے ان کو تحقیق و تدقیق کے بعد بیان کیا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ اس کی تصنیف کا انداز اس دور کی تصانیف سے بالکل جداگانہ ہے۔ اس کے موثر انداز کا موجد خود مسیحی ہے۔ ہو سکتا

ہے ابو سہل کی تصنیف نے شیخ کے ذہن میں قانون لکھنے کا خیال پیدا کیا ہو۔[۱۷۶]

تصانیف: طبی دنیا میں ابو سہل مسیحی کی کتاب المائتہ فی الطب بہت مشہور تصنیف ہے۔ ابن اصیبعہ کا بیان ہے کہ اس کے ایک شاگرد امین الدولہ نے اس پر حاشیہ لکھا تھا جس میں اس نے کہا تھا کہ اس کتاب پر پورے طور سے اعتماد کرنا چاہیئے اس لیے کہ اس میں تحقیقات زیادہ ہیں تکرار کم ہے۔ عبارت واضح اور علاج منتخب ہے[۱۷۷]۔ یہ کتاب سو بابوں کا مجموعہ ہے اسی مناسبت سے اسے مائتہ کہا جاتا ہے۔ ہر باب کو کتاب کے نام سے موسوم کیا ہے۔ پہلے یہ قلمی حالت میں تھی لیکن اب دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن سے چھپ چکی ہے۔

مسیحی نے جسم کو دنیا کی دیگر موجودات کی طرح بتایا ہے کہ یہ تین قسم کی مادی چیزوں کا مجموعہ ہے۔ سیال جسے اخلاط کہتے ہیں، جامد جن کو اعضا کہا جاتا ہے اور بخارات جن کو ارواح کا نام دیتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ موجودات کی یہی تین صورتیں ہوا کرتی ہیں۔ اس طرح سے جسم کی تقسیم سب سے پہلے مسیحی کے یہاں ملتی ہے یا ایک مقام پر اس نے دودھ کو خون سے تشبیہ دی ہے اگر دیکھا جائے تو افعال و خواص اور مزاج کے اعتبار سے دونوں میں بڑی یکسانیت پائی جاتی ہے۔ اخلاط کی تعریف قدماء کے یہاں واضح طور سے نہیں ملتی تھی لیکن مسیحی نے اخلاط کی تعریف انتہائی سیدھے سادے الفاظ میں کی ہے۔ مسیحی کی دوسری تصانیف اظہار حکمت اللہ فی خلق الانسان ہے۔ تیسری کتاب فی العلم الطبعی، چوتھی کتاب الطب، پانچویں مقالہ فی جدری، چھٹی اختصار کتاب المجسطی، ساتویں کتاب تعبیر الرویا۔ آٹھویں کتاب فی الوباء ہے جو خوارزم شاہ کے لئے لکھی گئی تھی[۱۷۸]

شیخ الرئیس ابن سینا

۹۸۰ء۔ ۱۰۳۷ء

پورا نام ابو علی الحسین بن عبداللہ بن سینا تھا۔ ابن سینا اس کی کنیت تھی۔ اس کنیت سے وہ زیادہ مشہور ہے۔ یہ اپنی عظمت کی بنا پر شیخ الرئیس کہلاتا ہے۔

یہ بخارہ کے قریب ۳۷۰ھ مطابق ۹۸۰ء میں پیدا ہوا تھا۔ اس کے بارے میں اصیبعہ نے بالکل درست کہا ہے کہ ان کی شخصیت اتنی مشہور ہے کہ ان کے فضائل بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے اور نہ ان کی شخصیت ان کے حالات بیان کرنے کی محتاج ہے۔[۱۷۹]

موجودہ دور کا مستند مورخ ایل گڈ شیخ کی شخصیت کے بارے میں یوں رقمطراز ہے کہ دنیا کی عظیم ترین شخصیت کے حالات و واقعات کو اجاگر کرنے چلا ہوں۔ اس شخصیت کا تعلق نہ تو شاہی خاندان سے تھا نہ وہ اس کا فرد تھا بلکہ دور افتادہ علاقے کے ایک متوسط گھرانے سے تعلق رکھتا تھا۔ اس کو زندگی کی تمام سہولتیں بھی میسر نہ تھیں۔ ماں باپ کا مشورہ ضرور سہارا دے رہا تھا۔ لیکن کچھ دنوں بعد یہ عظیم شہری بن گیا اور اس کی تصانیف نے پورے یورپ پر حکمرانی کی۔ اس کو اہلِ وطن عظمت سے معلم ثانی اور استاذ الاساتذہ کہتے تھے۔ چھ سو سال بعد ہاروے یہ کہتا ہوا نظر آتا ہے کہ جاؤ جاؤ ارسطو، اسسرو اور ابن سینا کا مطالعہ کرو۔[۱۸۰]

حالاتِ زندگی کے متعلق اسی مورخ نے لکھا ہے کہ میرزا محمود جو پروفیسر براؤن کے بڑے معاون تھے ان کے بیان کے مطابق شیخ کی ملاقات ابو عبید سے ۱۰۱۳ء میں ہوئی۔ اس وقت شیخ کی عمر ۳۲ سال کی تھی۔ ابو عبید کی بدولت دنیا نے شیخ کے حالات و تصانیف کو جانا ورنہ شیخ تو بہت لاپروا انسان تھا۔ وہ اپنے مسودے بغیر نقل کیے حوالے کر دیتا تھا ۳۲ سال کے بعد کے حالات ابو عبیدہ نے بیان کیے اس سے پہلے کے حالات خود شیخ نے قلم بند کیے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ جتنی تفصیل سے شیخ کے حالات معلوم ہیں اتنی تفصیل سے کسی اور کے حالات صفحۂ تاریخ پر نظر نہیں آتے ہیں۔

شیخ کا بیان ہے کہ میرے باپ بلخ کے رہنے والے تھے۔ بادشاہ منصور کے زمانے میں بلخ سے بخارا آئے۔ یہاں سے قریب ہی ایک جگہ افشنہ تھی۔ وہاں میرے والد نے شادی کی جہاں میں پیدا ہوا۔ میرے لئے علم قرآن و ادب کا انتظام کیا گیا۔ میں نے دس سال کی عمر میں ابتدائی علوم کی تکمیل کر لی۔ اس کے بعد فلسفہ، ہندسہ اور حساب الہند کی تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد میرے والد مجھے ابو عبید اللہ ناقلی کے پاس لے گئے۔ یہ فلسفہ میں مشہور زمانہ تھا۔ اس سے پہلے میں نے فقہ کی تعلیم پورے طور سے حاصل کر لی تھی۔ جب ناقلی سے منطق پڑھنا شروع کیا تو تھوڑے دنوں میں یہ عالم ہو گیا کہ استاد نے مجھے کہہ دیا کہ اب تم خود پڑھ لیا کرو تم کو درس دینے کی ضرورت نہیں رہی ہے۔

اقلیدس کے سلسلے میں بھی یہی ہوا کہ پانچ شکلیں تو باقاعدہ پڑھیں بقیہ کو خود ہی حل کر لیا۔ اس کے بعد طبیعیات الٰہیات کی طرف توجہ ہوئی تو گویا تمام علوم کے دروازے مجھ پر کھل گئے۔ ان تمام علوم سے فراغت کے بعد طب کی طرف متوجہ ہوا اور طبی تصانیف کا مطالعہ شروع کیا۔ اس سے اندازہ ہوا کہ علم طب مشکل علم میں سے نہیں ہے، تھوڑے ہی دنوں میں مجھ پر طب کے فضائل ظاہر ہو گئے۔ طب کی تعلیم کے ساتھ ساتھ مریضوں کو بھی دیکھنا شروع کیا جس سے تجربات میں معالجات کے ابواب منکشف ہو گئے۔ اس وقت میری عمر سولہ سال تھی۔ دورانِ مطالعہ کبھی پوری رات نہیں سویا بلکہ رات و دن مطالعہ میں اور علمی مشاغل میں منہمک رہتا تھا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تمام علوم پر بقدر امکان انسانی میں حاوی ہو گیا۔ جتنا مجھے اس وقت علم حاصل ہو گیا تھا اس میں کوئی اضافہ نہیں ہوا۔

شیخ کی شہرت بحیثیت معالج دور دور تک پھیل گئی تھی اگرچہ وہ اس وقت کمسن تھا چنانچہ نوح بن منصور جب بیمار ہوا تو شیخ نے اس کا علاج کیا۔ جب وہ شیخ کے علاج سے صحت مند ہو گیا تو شیخ نے اس سے خواہش ظاہر کی کہ وہ کتب خانے میں جانے کی اجازت دے دے۔ شیخ کا بیان ہے کہ میں نے اس کتب خانے میں ایسی کتابیں دیکھی ہیں جن کا اکثر لوگوں نے نام تک نہیں سنا تھا۔ میں نے خود نہ ان کا نام سنا تھا اور نہ دیکھا تھا۔ ۱۸ سال کی عمر میں تمام علوم پر حاوی ہو گیا تھا۔

اس کے بعد شیخ کی زندگی کا ایک نیا باب شروع ہوا یعنی اب شیخ تصنیف و تالیف کی طرف متوجہ ہوئے۔ شیخ کے ایک پڑوسی ابوالحسین عروضی تھے۔ غالباً وہ شیخ کی صلاحیت سے متاثر ہوئے اور انھوں نے شیخ سے ایک کتاب لکھنے کی فرمائش کی۔ شیخ نے المجموع نام کی ایک کتاب انھیں کی فرمائش سے لکھی۔ اس میں ریاضی کے علاوہ تمام علوم کا تذکرہ تھا۔ شیخ کی عمر اس وقت صرف ۲۱ سال تھی۔ یہ شیخ کی سب سے پہلی تصنیف تھی۔ ایک اور پڑوسی ابوبکر البرقی خوارزمی تھا۔ یہ فقہ و تفسیر کا ماہر تھا۔ اس نے بھی ایک کتاب لکھنے کی فرمائش کی تو اس کے لئے کتاب الحاصل المحصول لکھ دی۔ کتاب البر والاثم بھی اسی کی فرمائش پر لکھی تھی۔

اسی دوران والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا جس کے ساتھ تمام حالات بدل گئے۔ معمولی سی ملازمت کرنی پڑی اور آخر میں بخارا کو چھوڑنا پڑا۔ اس کے بعد تو پریشانیوں کی بنا پر سفر کا لامتناہی سلسلہ شروع ہو گیا۔ طوس جرجان وغیرہ کا سفر کرنا پڑا۔ اتنا ضرور تھا کہ ہر جگہ اپنے وقار کو برقرار رکھا۔

شیخ جب سفر کرتا ہوا رے گیا تو وہاں اس نے مجد الدولہ جو وہاں کا حاکم تھا اس کا کامیاب علاج کیا۔

اس کو شفا ہوئی۔ شیخ نے کتاب المعاد یہیں لکھی۔ ہمدان کے حکمراں شمس الدولہ کو جب شیخ کی عظمت کا علم ہوا تو اس نے درد قولنج کے علاج کے لئے شیخ کو بلایا۔ علاج سے فائدہ ہوا تو اس نے بہت کچھ انعام واکرام کے بعد اپنے ندیموں میں شریک کر لیا اور کچھ دنوں کے بعد عہدۂ وزارت بھی سپرد کر دیا لیکن شاہی فوج نے کسی بدگمانی کی بنا پر شیخ کا گھر لوٹ لیا اور اسے قید کر لیا اور شمس الدولہ سے قتل کرنے کو کہا۔ شمس الدولہ نے مجبوراً اپنی حکومت سے چلے جانے کو کہا۔ شیخ وہیں کسی مکان میں روپوش تھے کہ شمس الدولہ پر بھی قولنج کا حملہ ہوا۔ بڑی مشکل سے شیخ ہاتھ آئے۔ شمس الدولہ نے معافی مانگی اور دوبارہ وزارت سونپ دی۔ شیخ نے کتاب الشفا کی بحث طبیعیات لکھنا شروع کر دیا تھا۔ وہ قانون کی پہلی کتاب مکمل کر چکے تھے۔ شیخ رات کو طالب علموں کو کتاب القانون کا درس دیتے تھے اور دن میں دوسرے مشاغل میں مصروف رہتے تھے۔ شمس الدولہ کی موت کے بعد بدستور عہدۂ وزارت پر رہنے پر اصرار کیا گیا لیکن سیاسی حالات اتنے خراب ہوئے کہ تاج الملک کے حکم سے شیخ کو قید خانے میں ڈال دیا گیا۔ چار مہینے بعد جب دوسرا حکمراں علاء الدولہ آیا تو شیخ قید سے رہا ہوئے۔ اسی دوران ۱ نھوں نے کتاب الھدایۃ۔ رسالہ حی بن یقظان اور کتاب القولنج تصنیف کی۔ کتاب الادویہ القلبیہ بھی اسی وقت کی تصنیف ہے۔

شیخ کا تعلق خوارزم شاہ کے دربار سے بھی رہ چکا تھا۔ لیکن وہاں شیخ کو بہت کم دنوں سکون مل سکا۔ محمود نے خوارزم شاہ کے پاس حکم بھیجا تھا کہ چند آدمیوں کو میرے پاس بھیج دو ان میں سے ایک شیخ تھا۔ حالات کی نزاکت کو محسوس کرتے ہوئے اس نے اپنے یہاں سے چپکے سے روانہ کر دیا تھا۔ یہ اور مسیحی جان بچا کر جرجان کی طرف بھاگ گئے تھے لیکن ابو سہل سخت صعوبت اور مشکل کو نہ برداشت کر سکا اس کا راستہ ہی میں انتقال ہو گیا۔

شیخ جب جرجان پہنچے تو ان کی بڑی قدر و منزلت ہوئی۔ شیخ جہاں بھی رہتے تھے علمی مشاغل سے غافل نہیں رہتے تھے۔ جب شیخ کا قیام اصفہان میں تھا اس وقت ہر شب جمعہ کو وہاں کے علماء کی مجلس مباحثہ ہوتی تھی جس میں شیخ کی شخصیت نمایاں حیثیت سے رہتی تھی۔ ایک دن تقاویم کا ذکر آیا تو شیخ نے کہا کہ اس کی بنیاد ناقص مشاہدات پر ہے چنانچہ علاء الدولہ نے نئی تقویم تیار کرنے کے لئے بڑی رقم دی۔ شیخ نے آلات کی مدد سے مشاہدے کے بعد نئے نظریے پیش کئے۔ لیکن سفر کی زیادتی نے عمدہ نتائج مرتب ہونے کا موقع نہیں دیا۔

ایک دن ایک مجلس میں ابو منصور الجبان موجود تھے۔ لغت کے مسئلے پر بحث کے دوران ابو منصور نے شیخ سے کہہ دیا کہ آپ فلسفی ہیں۔ لغت سے آپ کا کیا تعلق؟ شیخ نے طنز کو برداشت نہیں کیا فوراً لغت کا مطالعہ شروع کر دیا۔ خراسان سے ابو منصور الازہری کی تصنیف منگوائی۔ تین سال میں لغت پر عبور حاصل کر کے تین قصیدے ایسے لکھے جن میں نادر و نامانوس الفاظ کی کثرت تھی۔ پھر ایک کتاب ابن العمید کے انداز میں دوسری الصاحب کی طرز پر اور تیسری الصابی کے لب و لہجہ میں لکھی۔ اور تینوں کو اکٹھا کر کے علاء الدولہ کے ذریعہ ابو منصور کے پاس بھجوا دیا لیکن نام ظاہر کرنے کی ممانعت کر دی۔ جب ابو منصور نے ان کا مطالعہ کیا تو یہ کہا کہ اس میں نامانوس اور دقیق الفاظ بکثرت ہیں۔ اس پر شیخ نے جواب دیا کہ ان الفاظ کو فلاں لغت میں دیکھ لیں۔ اس میں ان کا استعمال ہے۔ ابو منصور سمجھ گیا اور اس نے شیخ سے معافی مانگی۔ شیخ نے لغت میں ایک کتاب لسان العرب تصنیف کی لیکن مسودے کی شکل میں تھی کہ شیخ کا انتقال ہو گیا۔ شیخ اپنے تجربات کو قلم بند کر کے القانون میں اضافہ کرنا چاہتے تھے لیکن ایسا نہ ہو سکا۔ البتہ جا بجا اس قسم کے واقعات قانون میں ملتے ہیں۔ علاء الدولہ باب الکرخ پر جب جنگ میں مصروف تھا، شیخ پر شدید قولنج کا حملہ ہوا۔ جلد صحت کی خاطر آٹھ آٹھ دس دس حقنے دیئے گئے جس کی وجہ سے آنتوں میں زخم پڑ گئے۔ حقنہ میں ایک دوا ملانے کو شیخ نے بتایا تو دوا زیادہ مقدار میں ملا دی گئی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ زخم اور بڑھ گئے۔ اسی دوران سفر بھی کرنا پڑا۔ جب شیخ ہمدان پہنچا تو اس کو اپنی موت کا یقین ہو چکا تھا۔ چنانچہ اس نے اپنا سارا مال غریبوں میں تقسیم کر دیا اور کلام پاک کی تلاوت پابندی سے کرنے لگا۔ آخر میں ۵۸ سال کی عمر میں ۴۲۸ھ مطابق ۱۰۳۶ء میں یہ آفتاب علم و فضل ہمیشہ کے لئے غروب ہو گیا۔

شیخ کے معالجاتی واقعات بہت مشہور ہیں جن سے یہ اندازہ ہو جاتا ہے کہ شیخ بہترین طبیب ہونے کے ساتھ ساتھ ماہر نفسیات بھی تھا۔ قابوس کا علاج جو اس نے کیا تھا وہ نفسیاتی علاج کی بہترین مثال ہے۔ شیخ نے اپنی صلاحیت و شخصیت کے مقابل کسی کو ابھرنے نہیں دیا۔ وہ اپنے کو ہر ایک سے ہر حیثیت سے بہتر، بلند و برتر سمجھتا تھا۔ تقلید کرنا تو دور کی بات تھی وہ قدماء پر سخت تنقید کیا کرتا تھا۔ اتنا ضرور ہے کہ جو کچھ کہتا تھا اس کی وہ بہترین دلیل دیا کرتا تھا۔

شیخ کی تصانیف:۔ ڈاکٹر ذبیح اللہ صفا نے شیخ کی طبی تصانیف کو ایک جگہ جمع کر دیا ہے۔ ہر کتاب کی تھوڑی تھوڑی تفصیل بھی دی ہے جس سے یہ علم ہو جاتا ہے کہ شیخ کی تصانیف کی بہت بڑی تعداد اب بھی

مختلف مقامات پر موجود ہے۔ یہ کتاب عربی و فارسی دونوں زبانوں میں ہے۔ ترتیب کے لحاظ سے ابتدائی پانچ کتابیں فارسی میں ہیں۔

۱۔ رسالہ نبض :۔ اس کتاب کے متعدد نسخے کتب خانہ مجلس مشہد آستانہ قدسی رضویہ وغیرہ میں موجود ہیں۔ آقا سید محمد مشکوٰۃ نے ایک مقدمے اور حاشیہ کا اضافہ کر کے رسالہ رگ شناس کے نام سے ۱۲۹۷ء میں چھپوایا تھا۔ دوبارہ پھر آقا مشکوٰۃ نے انتشارات آثار پارس ابن سینا کے سلسلے میں طبع کرایا۔

۲۔ رسالہ جودیہ در طب : اس رسالے کے چند نسخوں میں سے ایک کے لئے کہا جاتا ہے کہ شیخ کے ہاتھ کا لکھا ہوا تھا۔ آقا ڈاکٹر محمود نجم آبادی نے آثار فارسی شیخ کے سلسلے میں انجمن ملی ایران کی طرف سے شائع کرایا ہے۔ اس رسالے کی نسبت شیخ کی طرف دینا قابل غور ہے۔

۳۔ رسالہ اکسیر : اس کا ایک قلمی نسخہ کتب خانہ سلطان احمد سوم میں موجود ہے۔ یہ بھی شیخ کی طرف منسوب ہے۔

۴۔ رسالہ فی التشریح الاعضاء : اس رسالے کا ایک نسخہ کتب خانہ سلطان احمد سوم میں سوفیہ حمیدیہ، فاتح نور عثمانیہ استنبول میں موجود ہے۔

۵۔ رسالہ در معرفت سموم و دفع مضرت : اس کے تین ابواب کی نسبت شیخ کی طرف مورد تامل ہے۔

شیخ کی عربی تصانیف درج ذیل ہیں :۔

۱۔ الادویہ القلبیہ : یہ کتاب ابن سینا نے ادویہ قلبیہ کے سلسلے میں مختصر طور سے لکھی تھی۔ اس کا ایک نسخہ کتب خانہ مشہد کتب خانہ استنبول لیڈن است کوریال میں موجود ہے اور آستانے سے چھپ بھی چکا ہے۔ ہندوستان میں جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی کے کتب خانے میں موجود ہے۔ حکیم عبداللطیف فلسفی نے اس پر کام کیا ہے اور وہ شائع بھی ہو چکا ہے۔

۲۔ ارجوزہ فی التشریح : یہ مختصر سا ارجوزہ ہے جس میں ۹۷ بیت ہیں۔ اس کا ایک نسخہ کتب خانہ واتیکان میں، ایک نسخہ برٹش میوزیم میں موجود ہے۔ وشگٹن میں جو نسخہ موجود ہے وہ اس بیت سے شروع ہوتا ہے۔

الحمد للہ معلل العلل وخالق الخلق القدیم الاول

۳۔ ارجوزۃ فی المجربات فی الطب : اس کے نسخے ایا صوفیہ، راغب، نور عثمانیہ، استنبول یونیورسٹی، برٹش میوزیم میں ہیں۔ شروع کی بیت یہ ہے۔

قال علی و ھوا بن سینا　　　وکونہ باللہ مستعینا

بدأت بسم اللہ فی نظم حسن　　　اذکر ما جربت فی طول الزمن

۴۔ الارجوزۃ فی الطب : اس کے متعدد نسخے کتب خانہ اسکوریال، برلن، بورلین، لیڈن، بانکی پور پٹنہ، بیروت، قاہرہ، کیمبرج، برٹش میوزیم کتب خانہ استنبول میں موجود ہیں۔ ایک مرتبہ لکھنؤ سے شرح ابن رشید کے ساتھ اور دوسری مرتبہ کلکتہ سے ۱۸۲۹ء میں چھپ چکا ہے۔ اس کا لاطینی ترجمہ بھی موجود ہے۔ یہ ارجوزہ اس بیت سے شروع ہوتا ہے۔

الطب حفظہ صحت برء مرض　　　من سبب فی بدن منہ عرض

اس ارجوزہ کی شرحیں بھی ہیں۔ شرح ابن رشد، الجواہر النفیس تالیف موسلی میں ابراہیم بن موسٰی بغدادی، شرح ابن طملوس، شرح احمد بن عبد السلام الصقلی، شرح احمد بن محمد، جو الایضاح الصحۃ والتتمیم کے نام سے منسوب ہے۔ شرح عبد الحمید، شرح محمد بن اسماعیل تمتہ (تذیلی) بھی ان لوگوں نے لکھا ہے۔ موسٰی بن ہارون نے بھی تمتہ کی شرح الروض، ملکنون فی شرح اجزا بن عزدون کے نام سے لکھی ہے جو موجود ہے۔

۵۔ الارجوزۃ فی الفصول الاربعہ : اس کا ایک نسخہ برٹش میں ہے۔ شروع کی بیت یہ ہے۔

اما الفصول اربع فی العام　　　دائرۃ فیہا علی الدوام

۶۔ الارجوزہ فی الباہ یا اسباب انحطاط قوۃ الباہ : اس کا ایک نسخہ رام پور میں، برٹش میوزیم میں، کتب خانہ ذہبی استنبول میں محفوظ ہے۔

۷۔ الارجوزۃ فی الطب : یہ منظوم ارجوزہ مذکورہ بالا ارجوزہ کے علاوہ ہے۔ اس میں ایک قصیدہ حفظ صحت سے متعلق ہے ۱۵۱ بیت کا ہے۔ اس کا ایک نسخہ ایا صوفیہ، ایک ناقص نسخہ برلن میں موجود ہے۔ پہلی بیت یہ ہے۔

اسمع جمیع وصیتی واعمل بما　　　فالطب مجموع قبض کلامی

۸۔ ارجوزہ فی تدبیر الفصول فی الفصول الاربعہ یا الارجوزہ فی الطب: اس کے متعدد نسخے استنبول، برلن اور وٹکن میں موجود ہیں۔ اس کی شرح القول الانیس والدر النفیس علی منظومۃ الشیخ الرئیس کے نام سے عبدالرحمٰن کے کتب خانہ راغب استنبول میں موجود ہے۔

۹۔ ارجوزہ فی الوصایا الطبیہ: ان میں ان اوقات کا تعین کیا گیا ہے جن میں ادویہ کا استعمال مناسب ہوتا ہے۔ ابتدا اس طرح سے ہوتی ہے۔

اول یوم تنزل الشمس الحمل   تشرب ماء فاترًا علی عجل

اس منظومہ کا ایک ایک نسخہ کتب خانہ برلن، نور عثمانیہ، سلطان احمد سوم میں موجود ہے۔

۱۰۔ ارجوزہ لطیفہ فی وصایا البقراط: اس کا ایک ایک نسخہ برلن وٹکن برٹش میوزیم اور موصل میں موجود ہے۔ پہلی بیت یہ ہے۔

یارب سرک لم یزل مخزونا   سکنتما بین الوری مکنونا

۱۱۔ الاغذیۃ والادویۃ: اس کا ایک نسخہ کتب خانہ ایا صوفیہ میں موجود ہے۔

۱۲۔ القرابادین: اس کا ایک نسخہ کتب خانہ خزینہ استنبول میں موجود ہے۔

۱۳۔ البول: اس کا ایک نسخہ گلاسکو میں موجود ہے۔

۱۴۔ رسالۃ فی تخلیط الاغذیہ: اس کا ایک نسخہ کتب خانہ رامپور میں ہے۔

۱۵۔ تدبیر سیلان المنی: ایک نسخہ کتب خانہ بلدوز میں ہے۔

۱۶۔ فی حفظ الصحت: اس میں تیرہ ابواب ہیں۔ اس کا ایک ایک نسخہ کتب خانہ آصفیہ، ایا صوفیہ، بانکی پور برٹش میوزیم نور عثمانیہ میں موجود ہے۔

۱۷۔ دستور طبی یا اول ما یجب علی الطبیب: اس کا ایک ایک نسخہ کتب خانہ استنبول و رامپور میں موجود ہے۔

۱۸۔ الخمر: اس کا ایک نسخہ کتب خانہ اسعد دوسرا نسخہ استنبول میں موجود ہے۔

۱۹۔ دفع (رفع) المضار الکلیتہ من الابدان الانسانیہ: شیخ نے یہ کتاب ابوالحسن کی خواہش پر سات فصلوں میں لکھی جس کی ترتیب یہ ہے۔ ۱۔ فی تعدیل انواع الخطاء ۲۔ فی الھواء الحار ۳۔ فی مضار الحمام الا ان یکون ھواء الحمام معتدلا ۴۔ فی ذکر الاغذیہ ۵۔ فی الشراب

۶۔ فی الحرکات۔ ۷۔ فی اسرار الاستفراغ فیمن اخبر بہ الفضل۔ اس کے چند نسخے کتب خانہ استنبول میں موجود ہیں۔

۲۰۔ السکنجبین : شیخ نے یہ رسالہ ایک شخص کی خواہش پر سکنجبین کے منافع پر لکھا۔ اس کا ایک نسخہ کتب خانہ سلطان احمد سوم و نور عثمانیہ اور استنبول میں محفوظ ہے۔

۲۱۔ سیاستہ البدن و فضائل الشراب یا رسالہ الخمریہ و سیاستہ البدن : اس کا ایک نسخہ استنبول میں موجود ہے۔

۲۲۔ شطر الغب یا علاج الحمی : اس کا ایک نسخہ کتب خانہ آصفیہ اور دوسرا نسخہ کتب خانہ رامپور میں محفوظ ہے۔

۲۳۔ رسالہ فی الطب : اس کا ایک ناقص نسخہ کتب خانہ لندن میں موجود ہے۔

۲۴۔ الفصد فی العروق المفصود : اس کے چند نسخے کتب خانہ استنبول میں موجود ہیں۔

۲۵۔ فصول فی الطب : اس رسالے کا آغاز حمد و ثنا کے بعد اس طرح ہوا ہے۔ فصول طبیہ مستفادہ من مجالس النظر للشیخ علی بن سینا۔ اس کے نسخے کتب خانہ ایاصوفیہ، بانکی پور اور رام پور میں محفوظ ہیں۔

۲۶۔ الفصول الطبعیات : اس کے چند نسخے کتب خانہ استنبول میں موجود ہیں۔

۲۷۔ القانون فی الطب : ابن سینا کی طب کے سلسلے میں سب سے اہم اور مفصل ترین کتاب ہے۔ تمدن اسلامی کی طبی کتب میں ماخذ کی حیثیت سے ہے اور بطور یادگار ہے۔ تمدن اسلامی میں تین کتابوں کو مسلم اطبا نے سب سے اہم شمار کیا ہے۔ ایک ذکریا رازی کی حاوی، دوسرے مجوسی کی کامل الصناعہ اور تیسری القانون ہے۔ کچھ لوگوں نے علی بن ربن طبری کی فردوس الحکمت کو بھی انھیں میں شمار کیا ہے لیکن ان میں قانون مواد کے افراط اور حسن مطالب کے اعتبار سے سب سے برتر ہے۔

قانون میں پانچ کتابیں ہیں اور ہر کتاب کی متعدد تقسیم ہے جن کو فنون، تعلیم، مقالات اور فصول وغیرہ میں تقسیم کیا گیا ہے جس کی تفصیل یہ ہے۔

الکتاب الاول فی الامور الطبیعۃ من علم الطب۔ اس کے چار فنون ہیں۔ ۱۔ فی حد الطب وموضوعاتہ۔ ۲۔ فی تصنیف الامراض والاسباب والاعراض۔ ۳۔ فی تدبیر المشترک للبالغین۔

۴۔ فی قوانین المعالجات۔

الکتاب الثانی۔ فی الادویۃ المفردہ الموضوعۃ علی حروف المعجم۔ اس میں دو جملے ہیں۔ الجملۃ الاولی فی القوانین التی یجب ان تعرف من امر الطب الجملۃ الثانیہ فی قوی الادویۃ المفردۃ الجزیئیۃ۔ الکتاب الثالث فی الامراض الجزیئۃ الواقعۃ یا اعضاء الانسان۔ ۲۲ فنون پر مشتمل ہے۔ (۱) فی امراض الراس (۲) فی امراض العصب (۳) فی تشریح العین (۴) فی احوال الاذن (۵) فی احوال الانف (۶) فی احوال الفم واللسان (۷) فی احوال الاسنان (۸) فی احوال اللثات والشفتین (۹) فی احوال الحلق (۱۰) فی احوال الریئہ والصدر (۱۱) فی احوال القلب (۱۲) فی احوال الثدی (۱۳) فی المری والمعدہ (۱۴) فی الکبد (۱۵) فی احوال المرارہ والطحال (۱۶) فی احوال الامعاء والمقعد (۱۸) فی احوال الکلیتہ (۱۹) فی احوال المثانۃ والبول (۲۰) فی احوال اعضاء التناسل (۲۱) فی احوال الرحم (۲۲) فی امراض ظاہرہ۔

الکتاب الرابع: فی الامراض الجزیئیۃ سات فنون پر مشتمل ہے۔ (۱) کلام کلی فی الحمیات۔ (۲) فی تقدمۃ المعرفۃ واحکام البحران (۳) کلام مشبع فی الاورام والبثور (۴) فی تفرق الاتصال (۵) فی الجبر (۶) کلام مجمل فی السموم (۷) کلام مجمل فی الزینۃ۔

الکتاب الخامس: فی ادویۃ المرکبۃ وھو قرابادین۔ اس میں دس مقالے ہیں۔ اس کے متعدد نسخے کل یا جز کی صورت میں بہت سے مقامات پر موجود ہیں۔ القانون۔ چند مرتبہ چھپ چکی ہے۔ پہلی بار روم میں ۹۳ھ ۱۵ء میں کتاب النجاۃ کے اضافے کے ساتھ اس کے بعد قاہرہ اور لکھنؤ سے چھپ چکی ہے۔ کتاب چہارم قانون فارسی شرح کے ساتھ دوبار لکھنؤ سے چھپ چکی ہے پھر ایک شرح فارسی کی کشف الرموز کے نام سے احمد الدین لاہوری نے ۱۹۰۸ء میں لاہور سے شائع کیا۔

اس کا لاطینی ترجمہ جیرادوس کریمونیس نے کیا یہ ترجمہ مکمل یا اس کے اجزاء چند بار چھپ چکے ہیں۔ اس کا عبرانی زبان میں بھی ترجمہ ہو چکا ہے۔ انگریزی میں گرونر نے اس کا ترجمہ کیا ہے۔ تشریح الاعضاء وبحث کلیہ و مثانہ وغیرہ کا ترجمہ کوئینگ نے کیا ہے۔ چشم سے متعلق حصہ کا ترجمہ ہیرشبرگ نے کیا ہے۔ ایسے ہی کتاب پنجم کا ترجمہ فرونت ہومرنے اور ان کے علاوہ برنیکٹ، میخا فیلوکی، روس پنگی اور گولڈ وغیرہ نے قانون شیخ پر تحقیق کیا ہے۔ اردو میں اس کا ترجمہ سب سے پہلے علامہ غلام حسین کنتوری نے اور کچھ حصے کا علامہ کبیر الدین نے کیا ہے۔

شروح قانون: شرح علی بن رضوان۔ شرح فخر الدین رازی۔ جس پر احمد بن ابی بکر بن محمد النخوانی نے حاشیہ لکھا ہے۔ شرح علی بن النفیس القرشی شرح قطب الدین شیرازی۔ شرح محمد بن محمود الاملی۔ شرح محمد بن عبد اللہ الاقراتی شرح کلیات از ابراہیم بن علی بن محمد اسلمی۔ شرح شہید الدین الکازرونی۔ شرح ابو الفضائل محمد بن مامور الخونجی۔ شرح علی بن عبد الرحمٰن۔ شرح الحمیات غایۃ المفہوم فی تدبیر المحموم کے نام سے اسحاق خاں نے کیا۔ شرح کلیات از حکیم شفائی خاں۔ شرح حل القانون از ہبۃ اللہ بن حمتی۔ ان کے علاوہ چند خلاصے یا مختصرات بھی لکھے گئے ہیں جن کے نام یہ ہیں۔

الموجز: علی بن نفیس القرشی۔ قانونچہ یا القانون فی الطب۔ محمود بن عمر الجغمینی۔ الفصول الایلاقیہ کلیات قانون کا خلاصہ ہے۔ محمد بن یوسف الایلاقی۔ التشریح المکنون فی تنقیح القانون ہبۃ اللہ بن جمیع۔ خلاصۃ القانون، ابو سعید بن ابی السرور۔ مختصر القانون۔ ابو علی محمد بن یوسف بن شرف الدین۔

۲۸۔ القوی الطبیعۃ: یہ رسالہ فی الرد علی رسالہ ابی الفرج بن الطیب ہے اس کا ایک نسخہ کتب خانہ استنبول میں موجود ہے۔

۲۹۔ القولنج: اس کے نسخے کتب خانہ مشہد، آصفیہ، رام پور میں موجود ہیں۔

۳۰۔ المسائل الطبیہ: یا رسالہ ابن شیخ ابن الفرج بن ابی سعید الیمانی۔ اس کے چند نسخے استنبول کے کتب خانے میں موجود ہیں۔

۳۱۔ المسائل معدودۃ یا رسالۃ فی الطب۔ ایک نسخہ کتب خانہ آصفیہ میں، ایک نسخہ کتب خانہ رام پور میں موجود ہے۔

۳۲۔ ذکر فی مقادیر الشرابات من الادویۃ المفردۃ: اس کا ایک نسخہ کتب خانہ برلن میں موجود ہے۔

۳۳۔ منافع الاعضاء: اس کے نسخے کتب خانہ ایا صوفیہ، احمدیہ اور نور عثمانیہ میں ہیں۔

۳۴۔ کتاب فی بیان النبض: ایک نسخہ رام پور میں، ایک کتب خانہ آصفیہ میں موجود ہے۔

۳۵۔ فی الہندباء: اس رسالے کے متعدد نسخے کتب خانہ استنبول میں ہیں۔ ڈاکٹر سہیل انور نے اس کو چھپوا بھی دیا ہے۔ اس کا ایک نسخہ خواص الکاسنی کے نام سے کتب خانہ مجلس شوریٰ محل ایران میں اور ایک نامکمل نسخہ مشہد میں موجود ہے۔

۳۶۔ وصیتہ حفظ الصحتہ : یہ بھی ایک طبی قصیدہ ہے جس کا پہلا شعر یہ ہے :

توق اذا ماشئت ادخال مطعم　　　　علی معطم من قبل فعل الھواضم

یہ منظوم دوسرے منظوم کے ساتھ کتب خانہ برلن میں موجود ہے جس کا نام مفیدتان فی حفظ الصحتہ ہے۔ دوسری نظم کا آغاز اس شعر سے ہوتا ہے۔

اسمع جمیع وصیتی واعمل بھا　　　　فالطب مجموع بنظم کلامی[۱۸۱]

قانون شیخ کے متعلق مختلف اہل قلم کے خیالات :۔

کیمپل کا بیان ہے کہ ۱۶۵۰ء تک اس کتاب کو درسی کتاب کی حیثیت سے مختلف یونیورسٹیوں میں پڑھایا گیا۔ ابن سینا نے اسباب کو بہت اہمیت دی ہے جس کی وجہ سے قرون وسطی میں بہت جلد مقبولیت حاصل ہوئی۔[۱۸۲]

الگڈ اس طرح رقمطراز ہے کہ قانون وہ کتاب ہے جس کی وجہ سے شیخ کو شہرت حاصل ہوئی۔ اس کی ابتدا جرجان میں ہوئی تھی اور تکمیل رے میں ہوئی جب طبی دنیا اس سے واقف ہوئی تو اس سے پہلے کی تمام کتابوں کے لئے یہ تاریخ بن گئی۔[۱۸۳]

میجر نے پہلے اوسلر کا قول نقل کیا ہے کہ شہرہ آفاق طب کی درسی کتاب ہے جو کبھی ضبط تحریر میں آگئی تھی اور طبی صحیفہ MEDICAL BIBLE کی حیثیت سے دوسری کتابوں کے مقابلہ میں زیادہ دنوں تک تسلیم کی گئی۔ پھر خود کہتا ہے کہ تصنیف کے سو سال بعد قانون وہ کتاب ہے جس کو وائنا یونیورسٹی نے درسی کتاب کی حیثیت سے ضروری سمجھا تھا۔[۱۸۴]

شیخ کی تصانیف کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ وہ اگلوں کی صدائے بازگشت نہ تھیں بلکہ ان میں اس نے بہت سی جدید معلومات کا اضافہ کیا جو قدماء کے وہم و خیال میں بھی نہیں آئے تھے۔[۱۸۵]

جب بھی کوئی مورخ تاریخ طب پر قلم اٹھاتا ہے شیخ کی اس مہتم بالشان شخصیت کی تصانیف کی عظمت کا شاندار الفاظ میں اقرار کرتا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تاریخ طب میں اگر شیخ اور اس کی تصنیف کا ذکر نہ کیا جائے تو تاریخ طب نامکمل رہ جائے گی۔

ابن وافد

۳۷۳ھ - ۴۶۰ھ یا ۹۹۶ء - ۱۰۷۵ء یا ۱۰۴۰ء

عبدالرحمٰن بن محمد بن عبدالکریم بن یحییٰ بن وافد بن محمد اللخمی اس کا نام بتا دیا گیا ہے۔ یہ زہراوی اور ابن جلجل کے ایک نسل بعد کا طبیب تھا۔ یہ طلیطلہ میں پیدا ہوا تھا۔ اس کا شمار شرفاء اندلس میں ہوتا تھا اس کے اسلاف صالحین میں سے تھے۔ اس کو ایک عرصہ تک وزارت کے فرائض انجام دینے کا بھی موقع ملا تھا۔ اس نے ارسطو جالینوس اور دیگر اطبا و حکما کی تصانیف کا گہری نظر سے مطالعہ کیا تھا۔ اپنی صلاحیت کی وجہ سے اپنے دور کا بلند پایہ طبیب تھا۔ طب کے شعبہ علم الادویہ سے اس کو خاص دلچسپی تھی۔ اس فن میں کوئی اس کا ہمسر نہ تھا۔ اس نے دیسقوریدوس اور جالینوس کی کتابوں کا مطالعہ کر کے انھیں اپنی معلومات کی بنیاد قرار دیا اور اس موضوع پر ایک کتاب لکھی جو بہت اہم اور اپنی مثال آپ ہے۔ اس دور کے کسی اور طبیب نے ایسی کتاب اس موضوع پر نہیں لکھی تھی۔ اس نے ادویہ مفردہ کے سلسلے میں تمام معلومات کو خاص ترتیب و نظم کے ساتھ بیان کیا۔ ادویہ کے ناموں کی تصحیح کی اور اس کی درجہ بندی کی۔ افعال و قوی کی غیر معمولی تفصیلات سے گریز کیا۔ ان کی صفات و خصوصیات کو واضح طریقہ سے بیان کیا۔ اس کام میں اس نے بیس سال صرف کیے۔ اس میں شک نہیں کہ اپنی خصوصیات کی بنا پر اس موضوع پر بہترین کتاب ہے۔ علاج بالدوا کے سلسلے میں علاج بالاختصار کا اگر اس کو موجد و بانی کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ اسی کا یہ نظریہ ہے کہ جب تک غذا سے علاج ہو سکے مریض کو دوا نہ دینا چاہیے۔ اگر مرکبات دینا ضروری ہو تو مرکبات کے بجائے مفردات سے علاج کرنا چاہیے۔ اگر مرکبات دینا ضروری ہو تو مرکبات میں کم سے کم اجزا ہونا چاہیے۔ اس کے یہ زریں اصول آج کی دنیا میں بڑی اہمیت کے حامل ہیں۔ دواؤں کے استعمال کی زیادتی

سے جو نقصانات پہنچ رہے ہیں اس سے آج کی دنیا پریشان ہو رہی ہے بلکہ اب تو دواؤں کی زیادتی کی مخالفت ہو رہی ہے۔

عیسیٰ بن علی الکحال

JESUSHALY

سن وفات: ۱۹۰ءھ یا ۱۰۵۰ء

عیسیٰ بن علی الکحال کو ہی علی بن عیسیٰ بھی کہا جاتا ہے۔ اس عیسائی طبیب کا قیام بغداد میں رہتا تھا۔ یہ امراض چشم کا علاج کرتا تھا اپنی حذاقت کی وجہ سے بہت کامیاب اور ممتاز طبیب تھا بحیثیت معالج چشم یہ بہت مشہور تھا[۱۸۱] اس کے نام کے ساتھ کحال خود اس کی قبولیت کی نشاندہی ہے۔ بغداد میں اس نے معلمی کے فرائض بھی انجام دیئے تھے۔ امراض چشم سے متعلق اس کی معرکۃ الآرا تصنیف تذکرۃ الکحالین ہے اس کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگایا جاتا ہے کہ ابن اصیبعہ نے معالجین امراض چشم کو اس کتاب کے حفظ کرنے کا مشورہ دیا تھا۔ اس کے علاوہ دوسرے ماہرین فن بھی طویل عرصہ تک امراض چشم کے سلسلے میں صرف اسی کتاب کو کافی سمجھتے تھے۔ تقریباً چھ سو سال تک ماہرین چشم نے صرف اسی کتاب سے استفادہ کیا۔ اٹھارہویں صدی میں فرانسیسی تصانیف کے بعد اس کی اہمیت میں کمی ہوتی۔ ہرس برگ جس نے اس کتاب کا ترجمہ کیا تھا اس کے حوالے سے میجر نے لکھا ہے کہ اس کا بیان ہے کہ عیسیٰ نے چار مقامات پر تخدیر عمومی کی لفظ استعمال کی ہے۔ شعیرہ کے آپریشن کے سلسلے میں کہا ہے کہ اگر مریض قابو میں نہ آئے اور پریشان کرے تو اس کو سلادیا جائے پھر ایک شخص اس کا سر پکڑے رہے اور دوسرا دونوں ہاتھ۔ ...... دوسری جگہ کہتا ہے کہ MANDR GORA اور افیون ایسی ادویہ ہیں جو منوم ہیں اس لئے یہ مخدر بھی ہوسکتی ہیں[۱۸۲]۔ اپنی تصنیف کے بارے میں عیسیٰ نے کہا ہے کہ میری معلومات کا انحصار جالینوس اور حنین کی تصانیف کے مطالعہ پر ہے[۱۸۳] اس معالج نے اپنے نظریات کو متقدمین سے مختلف انداز میں پیش کیا ہے۔ اس کتاب کے تین حصے ہیں۔ پہلے حصے میں چشم کی تشریح وغیرہ کو بیان کیا ہے۔ دوسرے حصے میں ان امراض چشم کا تذکرہ ہے جن کو حواس

ظاہرہ سے محسوس کیا جاسکتا ہے تیسرے حصے میں ان امراض چشم کی وضاحت کی ہے جن کو حواسِ ظاہرہ کے بجائے حواس باطنہ سے معلوم کیا جاسکتا ہے اس کتاب کا لاطینی ترجمہ متعدد بار چھپ چکا ہے۔

ابنِ بطلان

وفات: ۱۰۶۳ء یا ۱۰۷۲ء

اس کا پورا نام ابوالحسن المختار ابن الحسن ابن عبدون بن سعدون بن بطلان نصرانی تھا۔ لیکن ابن بطلان کے نام سے مشہور ہے۔ اس کی پیدائش اور وفات کو مورخین نے واضح طور سے بیان نہیں کیا ہے۔ براؤن اور نیر واسطی صاحب کے بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ ۱۰۶۳ء یا ۱۰۷۲ء میں گذرا ہے۔[۱۸۹]

یہ طبیب بغداد کا باشندہ تھا۔ اس نے ابوالفرج عبداللہ بن طیب کے آگے زانوئے ادب تہ کیا تھا۔ اس کے علاوہ ابوالحسن ثابت ابن ابراہیم بن زہرون کو طب کے سلسلے میں اپنا استاد بنایا تھا۔ اور انھیں کی سرپرستی میں اس فن میں مشق و مزاولت کی تھی۔ یہ شیریں کلام، عالم و فاضل اور طبیب حاذق تھا۔ اس کی طبیعت میں ظرافت اور انداز بیان میں طنز و مزاح کی چاشنی پائی جاتی ہے اس نے شادی نہیں کی تھی تجرد کے عالم میں زندگی گذار دی تھی اس احساس کو اس نے ایک شعر میں نظم کیا تھا

ولا احد ان مت یبکی لمیتتی   سوی مجلسی فی الطب والکتب باکیا

میری میت پر کوئی رونے والا نہ ہوگا البتہ طبی مجلس اور کتابیں میرے مرنے پر گریہ کریں گی

اس کا ہم عصر طبیب علی بن رضوان مصری تھا۔ ان دونوں میں علمی نوک جھونک اور رد و قدح ہوتی رہتی تھی جس سے بہت سے اہم مسائل کی وضاحت ہو جاتی تھی۔ ابن بطلان نے بغداد سے مصر کا سفر اختیار کیا پھر درمیان میں حلب میں کافی دنوں معز الدولہ کے یہاں قیام کیا اس کے بعد فسطاط گیا اور یہاں تقریباً تین سال قیام کیا مستنصر باللہ کے یہاں اس کی ملاقات علی بن رضوان سے ہوئی۔ دوران قیام و ملاقات بہت سے طنز و مزاح آمیز لیکن قابل قدر واقعات مشاہدے میں آئے۔ ابن رضوان اپنے دور کا بلند پایہ اور باصلاحیت طبیب تھا حکمت و فلسفہ میں ماہر

تھا ابن رضوان کی رنگت سیاہ تھی اور شکل بھی اچھی نہ تھی۔ اس کی شکل و صورت پر جب طنز کیا گیا اور تمساح الجن کہا گیا تو اس نے عالمانہ انداز سے جواب دیا کہ عالم و فاضل طبیب کے لئے حسین و خوبصورت ہونا ضروری نہیں ہے۔

ابن بطلان جب مصر سے قسطنطنیہ گیا تو وہاں کچھ دنوں کے بعد طاعون سے اتنی موتیں ہوئیں کہ قبرستان میں جب دفن کی جگہ نہ رہی تو مردوں کو کلیسا میں دفن کیا گیا۔ ایسے ہی جب نیل کے پانی سے وبا پھیلی تو اس نے فسطاط، شام، عراق، مصر، فارس اور یمن کے تمام علاقوں کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ بخار، ورم کبد اور طحال میں مبتلا ہو کر بہت زیادہ جانیں تلف ہوئیں جناب مرتضیٰ، ابو الحسن بصری، ابو الحسن قدوزی، ابن طیب طبری، ابن ہیثم، علی بن عیسیٰ، ابو الحق منشاپوری اور ابو العلا مصری جیسے ادبا، علما، فضلا کی موت سے منارہ علوم خاموش ہو گئے۔ تمام واقعات کو ابن بطلان نے تفصیل سے اپنی کتاب دعوۃ الاطباء میں ذکر کیا تھا۔

ابن بطلان اپنے دور میں بحیثیت معالج بہت کامیاب طبیب تھا۔ اس کے بہت سے معالجاتی واقعات کا تذکرہ ملتا ہے ان میں سے چند واقعات کا تذکرہ امام نے کیا ہے ایک معالجاتی واقعہ اس کا یہ ہے کہ ایک استسقاء کے مریض کو اس نے لاعلاج سمجھ کر واپس کر دیا۔ کچھ دنوں بعد ہی وہی شخص تندرست دکھائی دیا تو ابن بطلان نے دریافت کرنے پر اس نے بتایا کہ میری ماں نے سرکہ روٹی کھلا دیا جس سے میں تندرست ہو گیا۔ اس نے سرکہ کے مرتبان کا جائزہ لیا تو دیکھا کہ زہریلا سانپ اس میں گھل کر تحلیل ہو گیا تھا اس نے یہ دیکھ کر کہا کہ خدا نے اس کا علاج سرکہ میں حل شدہ سانپ سے کیا ہے۔

دوسرا واقعہ یہ ہے کہ ایک بحتہ الصوت کا مریض علاج کی غرض سے اس کے پاس آیا جو مٹی چھاننے کا کام کرتا تھا۔ ابن بطلان نے تشخیص کے بعد اسے ایک پاؤ سرکہ پلا دیا جس سے قے ہوئی قے کے ساتھ مٹی خارج ہو گئی اور وہ مریض تندرست ہو گیا لیکن اس نے اپنے بیٹوں سے کہا کہ بحث الصوت کے ہر مریض کا علاج اس طرح نہ کرنا ورنہ مریض مر جائے گا۔

اس کی تصانیف میں سب سے اہم کتاب تقویم الصحۃ ہے ایک مقالہ شرف الدواء المسہل ہے۔ ایک مقالہ دخول الغذاء فی البدن ہے۔ ایک مقالہ فالج و لقوہ کے علاج کے سلسلے

میں جو ابن رضوان کو دیا تھا اس سے متعلق ہے۔

ایک اہم تصنیف کتاب المدخل الی الطب ہے جو اطباء کے حالات سے متعلق ہے دعوۃ الاطباء نصیر الدولہ کے لئے اپنے قلم سے لکھی تھی اس کی ایک کتاب فقہ الاطباء کے نام سے موسوم ہے ایک مقالہ ان بچوں کے علاج سے متعلق ہے جن کو پتھری کی شکایت ہو جاتی ہے

تقویم الصحۃ کا دوسرا نام تقویم الاطباء بھی ہے اس کا ایک نادر و نایاب نسخہ جو انتہائی خوبصورت روشنائی سے لکھا ہوا ہے حیدرآباد کی لائبریری میں موجود ہے [۱۹۱] دعوت الاطباء کو کسی زمانے میں بڑی شہرت ہوئی تھی صاحب طبقات نے کچھ چیزیں نقل بھی کی ہیں۔ اس کی بیشتر کتابوں کا فرانسیسی و لاطینی زبانوں میں ترجمہ ہو چکا ہے۔

ابنِ جزلہ

م ۱۰۷۴ء   م ۱۱۰۰ء

اس کا نام یحییٰ بن عیسیٰ بن علی بن جزلہ ابن اصیبعہ نے لکھا ہے۔ لیکن میجر نے ابو خوار یا ابو علی جابیہ ابن جزلہ یہلہ اللہ ابن جزلہ لکھا ہے [۱۹۲] ابن اصیبعہ نے سن پیدائش تو نہیں لکھی لیکن سنہ وفات ۴۹۳ھ لکھا ہے۔ یہ مقتدر باللہ کے زمانے کا طبیب تھا ابن جزلہ ابتداً نصرانی عقیدے کا تھا بعد میں مسلمان ہو گیا تھا اور نصرانیوں کی رد میں ایک رسالہ بھی لکھا تھا۔ یہ ابو الحسن سعید بن ہبۃ اللہ کا شاگرد تھا۔ اس کو فن خطاطی سے بھی دلچسپی تھی۔ یہ صرف بہترین خطاط ہی نہیں تھا بلکہ اپنے خط کا موجد بھی تھا۔ اپنے دور کا بہترین ادیب تھا۔

یہ علمی و عملی دونوں اعتبار سے طبیب کامل تھا یہ بغداد کا مشہور و مقبول ترین معالج تھا اپنے احباب سے علاج و معالجہ کا کوئی معاوضہ بطور فیس نہیں لیتا تھا بلکہ مفت دوائیں دیا کرتا تھا۔ غریبوں کے ساتھ بھی اس کا یہی سلوک تھا۔

بحیثیت مصنف یہ کامیاب ترین مصنفین میں سے ہے اس کی چند تصانیف حسب ذیل ہیں۔

کتاب التقویم الابدان یہ خلیفہ مقتدر کے لئے لکھی گئی تھی۔ یہ اس کی مقبول ترین تصنیف ہے۔

اس کتاب کی خوبی کو خیر اللہ نے یوں بیان کیا ہے کہ ابن جزلہ نے تقویم البدان میں امراض کا تذکرہ اس طرح کیا ہے کہ ایک صفحہ کے تمام امراض، ان کی علامات و عوارضات اور علاج کا صرف ایک طائرانہ نظر میں جائزہ لیا جاسکتا ہے۔[193]

اس کی ایک کتاب منہاج البیان ہے۔ یہ بھی اسی خلیفہ کے لئے لکھی گئی تھی۔ تیسری تصنیف کتاب الاشارہ ہے یہ تقویم الابدان کا خلاصہ ہے۔ اس میں قوانین طبیہ اور حفظ صحت کے اصول بتائے ہیں۔ ایک رسالہ طب کی تعریف سے متعلق ہے اس کی کتابوں کا بھی لاطینی میں ترجمہ ہوچکا ہے۔

شرف الدین اسماعیل جرجانی

وفات: ۱۱۳۶ء یا ۱۱۴۰ء

ابن اصیبعہ نے اس کا پورا نام الشریف شرف الدین اسماعیل لکھا ہے۔[194] اسماعیل جرجانی کے نام سے مشہور ہیں۔ حالات زندگی کی تفصیلات نہیں بیان کیا صرف اتنا لکھا ہے کہ خوارزم شاہ کے زمانے میں انتقال ہوا تھا[195] طب کی تعلیم ابن صادق سے اس کی ضعیفی کے زمانے میں حاصل کی۔

یہ اس دور کا طبیب ہے جس دور میں عرب و عجم کی کشمکش ایک فیصلہ کن موڑ پر آ گئی تھی۔ تاریخ میں یہ زمانہ زبردست سیاسی انقلاب کا دور تصور کیا گیا ہے۔ اس سیاسی انقلاب کا اثر اسماعیل جرجانی پر بھی پڑنا قدرتی بات تھی اس سے پہلے ہر طبیب خواہ وہ عربی النسل ہو یا عجمی نژاد، عربی زبان میں اپنے خیالات و تجربات کو قلمبند کیا کرتا تھا۔ لیکن اس شخص نے طبی پیکر کو ایک نیا جامہ پہنایا۔ عربی زبان کے بجائے فارسی میں تصنیف و تالیف کا سلسلہ شروع کیا اگرچہ اس سے پہلے شیخ فارسی میں لکھنے کی داغ بیل ڈال چکا تھا اگر یہ انداز نہ اختیار کیا ہوتا تو شاید طب یونانی جو عربی لباس پہن چکی تھی۔ بوسیدگی کا شکار ہوکر ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتی۔ اس دور کے متعلق الگڈ نے لکھا ہے کہ اس صدی کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ عوامی طب، انحطاط پذیر ہو رہی تھی اور فلسفہ اور مقامی طب زور پکڑ رہی تھی[196] اس نے تمام طبی سرمایے کو اپنی زبان میں پیش کیا گویا ایرانی طب کی ترقی میں اس کا خاص حصہ ہے جرجانی کی شہرت جب خوارزم شاہ کے دربار تک پہنچی تو حکمراں نے جرجانی کو اپنے دربار میں بلاکر ملازمت

دے دی جس کے عوض میں اس کو ایک ہزار دینار ماہانہ ملتا تھا۔

۱۔ کتاب الذخیرہ الخوارزمشاہ: طب کی فارسی میں آج ایک ایسی کتاب ہے جس کی بارہ جلدیں ہیں۔

۲۔ کتاب الخفی العلائی: اس کی دو مختصر سی جلدیں ہیں یہ بھی فارسی میں ہے

۳۔ کتاب یادگار فی الطب: یہ بھی فارسی میں ہے جو خوارزمشاہ کے لئے لکھی گئی تھی ۱۵۵ ۱۹۵۶ء

الگڈ کے بیان کے مطابق اس کی دو کتابیں اور بھی ہیں۔ اغراض الطب اور مختصر خفی علائی

ڈاکٹر نفیسی کے بیان کے مطابق مختصر خفی علائی ایک رسالہ ہے جو خوارزم شاہ کے دربار میں جانے سے پہلے ۵۰۱ھ میں لکھا تھا۔

ذخیرہ کے متعلق الگڈ کا خیال ہے کہ جرجانی کی پانچوں تصانیف میں ذخیرہ خوارزم شاہی The surgery of the shah of Khwarazm صرف مواد کے اعتبار سے اہمیت نہیں رکھتی ہے بلکہ مصنف نے اس میں تمام چیزوں کو جو اس وقت طب میں رائج تھیں جمع کر دیا ہے۔ اس سے بڑی خصوصیت وہ زبان ہے جس میں یہ لکھی گئی ہے۔ فارسی علوم کے سلسلے میں اس کی تصنیف کو وہی اہمیت حاصل ہے جو بائبل کو ہے۔ اس عظیم ذخیرہ یا طبی انسائیکلوپیڈیا میں اس نے اصطلاحات طبیہ کا ایک معیار مقرر کیا ہے۔ ماخذ رازی و ابن سینا کو قرار دیا ہے رازی و سینا کے بعد اس کتاب کا بہت زیادہ مطالعہ ہونے لگا اور طب کی درسی کتابوں میں اس کے حوالے آزادانہ طور پر دیے جانے لگے۔ اس کو بہت جلد وہی شہرت حاصل ہو گئی جو قانون شیخ کو تھی۔

پھر یہی مورخ نظامی عروضی کے حوالے سے لکھتا ہے کہ جالینوس کی سولہ[16] درسی کتابوں، رازی کی حاوی، مجوسی کی الملکی، ابو سہل کی مائتہ مسیحی اور قانون شیخ کے ساتھ ساتھ معیاری کتابوں میں سے ایک یہ بھی ہے۔ جس کا مطالعہ طلبہ کے لئے تکمیل طب کے سلسلے میں لازمی و ضروری ہے۔ یہ کتاب حاوی سے تو کم ضخیم ہے لیکن تقریباً قانون جیسی ضخیم ضرور ہے

براؤن نے اس کتاب کو انسائیکلوپیڈیا قرار دیا ہے اس کی ضخامت ۴۰۲ صفحات کا ہے ہر صفحہ پر ۲۴ سطریں ہیں پھر اسی مورخ نے بیان کیا ہے کہ اس کتاب کو جلد (کتاب)، گفتار، مقالہ اور باب میں تقسیم کیا گیا ہے تقسیم کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

پہلی کتاب : اس میں چھ مقالات ،، ابواب ہیں جن میں طب کی تعریف، مواقع اور غرض وغایت کو بیان کیا ہے۔ طبیعیات، عناصر، امرجہ، اخلاط، تشریح، عمومی وخصوصی، جسم کے افعال وقوی طبعی، حیواتی اور نفسانی تینوں کو بیان کیا ہے۔

دوسری کتاب: اس میں ۹ مقالات اور ۱۵ ابواب ہیں۔ اس میں صحت، مرض، عام علم امراض اور اس کی قسمیں، علامات ونشانیوں، نبض فضلات، علم اسباب امراض، علم الجنین، علم القابلہ، اطفال کی نشو نما و تربیت اور موت وحیات کو بیان کیا ہے

تیسری کتاب: اس میں ۴ مقالات اور ۲۰۴ ابواب ہیں۔ یہ حفظ صحت سے متعلق ہے آب وہوا، موسم غذا تمام قسم کے مشروبات خصوصاً شراب۔

نوم ویقظہ، حرکت وسکون ملبوسات، عطریات، جریان الدم اسہال دقی، سوءمزاج نفسانی ودماغی حالات اور ان کے جسم پر اثرات، مرض کی علامات اور تدابیر اطفال و شیوخ ومسافر کا تذکرہ ہے۔

چوتھی کتاب: چار مقالات اور ۲۵ ابواب پر مشتمل ہے جس میں تشخیص کی اہمیت اشتہائے نفسانی بحران اور تقدمتہ المعرفہ کو بیان کیا ہے۔

پانچویں کتاب: چھ مقالہ اور ۸۰ ابواب پر مشتمل ہے۔ جس میں حمیات کے اقسام اسباب، علامات اور علاج کا تذکرہ ہے۔ ابتدائی چار مقالات میں حمیات اجامیہ کو خصوصیت سے اور پانچویں میں چیچک وخسرہ، اور چھٹے میں نکس، اعادہ مرض، تقدم بالحفظ، تغذیہ اور ناقہین کے علاج پر روشنی ڈالی ہے۔

چھٹی کتاب: اس میں ۲۱ مقالات اور ۳۴۴ ابواب ہیں جن میں مقامی امراض بشمول امراض دماغیہ صرع، سکتہ، فالج، کزاز، استسقاء، امراض نسوانی، علم القابلہ، نقرس، وجع المفاصل عرق النسار اور داءالفیل کو بیان کیا ہے۔

ساتویں کتاب: اس میں سات مقالات اور ۵۰ ابواب ہیں۔ اس میں ایسے عمومی اسباب مرض جو کسی عضو کو متاثر کر سکتے ہیں، بشمول سلعات، جراحات سرطان، جراحات، کسرو خلع عظام اور ایک مقالہ جس میں بارہ باب ہیں ان میں عمل کئی کے صحیح اصول وطریقہ کو بیان کیا ہے

آٹھویں کتاب: اس میں تین مقالات اور ۲۷ ابواب ہیں جس میں شخصی صفائی، بالوں، ناخون اور چہرے کی نگہداشت کو بیان کیا ہے۔

نویں کتاب: پانچ مقالات اور ۳۴ ابواب پر مشتمل ہے۔ سمیات۔ حیوانی، نباتاتی اور معدنی۔ جنگلی جانوروں کی سمیت، سانپوں، زہریلے کیڑے مکوڑوں کے کاٹنے و ڈنک مارنے کو بیان کیا ہے۔ یہاں آکر یہ معرکتہ الآرا تصنیف جس میں نو کتابیں بیس مقالات اور ۱۱۰۷ باب ہیں ختم ہوتی ہے لیکن اس کے آخر میں تین فصلیں معذرت کی ہیں۔

پہلی فصل میں تکمیل کتاب میں تاخیر کی، دوسری میں اس کی خامیوں کی تیسری میں ان اطبار کی جو جس مرض کے ماہر معالج ہوتے ہیں اور پھر اسی میں مبتلا ہو جاتے ہیں ان کی معذرت ہے پھر آخر میں ایک تتمہ ہے۔

دسویں کتاب کا مصنف نے اضافہ کیا ہے جو علم الادویہ سے متعلق ہے۔ یہ تین حصوں میں منقسم ہے۔ پہلے میں ادویہ حیوانیہ دوسرے میں مفرد نباتاتی ادویہ اور تیسرے میں مرکبات کا بیان ہے [۱۹۹]

اسلوب و انداز بیان کی مدح سرائی کرتے ہوئے الگڈ نے کہا ہے کہ طرز تحریر کے اعتبار سے یہ حاوی و قانون کے درمیان کی کڑی ہے۔ دوسری تصانیف کی طرح اس میں منافع، ماہیت اور اسباب و امراض پوری کتاب میں پھیلے ہوئے نہیں ہیں۔ جا بجا اپنے تشخیصی نکات کو بیان کر کے مصنف نے کتاب میں جان ڈال دی ہے۔ اتنا تو کہنا ہی پڑتا ہے کہ قانون کا مطالعہ غیر دلچسپ معلوم ہوتا ہے لیکن ذخیرہ میں یہ بات نہیں ہے۔ یہ تعجب کی بات ہے کہ یورپ میں اس کو مقبولیت حاصل نہ ہو سکی۔ اس کتاب کا عبرانی ترجمہ کیا گیا جس کی ایک نامکمل جلد پیرس میں موجود ہے۔

فہرست کتب کے مطالعے سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ فارسی کی صرف یہی ایک کتاب ہے جس کا عبرانی ترجمہ ہوا ہے۔ اس کا ترجمہ اردو میں بھی ہوا ہے جو قدیم اطبار کے مطالعہ میں تھی اور اب بھی ہے۔ جرجانی کی حیثیت وہی ہے جو عربی اطبار میں حنین کی ہے جس طرح حنین نے یونانی زبان سے طب کو دوسری زبانوں میں منتقل کیا، ایسے ہی جرجانی نے بھی طب عربی کو فارسی لباس پہنایا۔ اگر اس نے ایسا نہ کیا ہوتا تو شاید عرب کے بعد عجم اور دیگر ممالک میں اس کی اشاعت نہ ہو پاتی۔ ہماری

دیسی طب تو فارسی انداز سے خاص طور سے متاثر ہوئی ہے۔ ادویہ کے اوزان، ان کے نام عربی کے بجائے فارسی میں رائج ہوتے، نسخہ کی ترتیب و ہدایات فارسی انداز و زبان میں آج بھی تحریر کئے جاتے ہیں۔

ابنِ زہر

سنہ ۱۱۱۳ء — سنہ ۱۱۶۲ء یا سنہ ۱۱۹۹ء

AVENZOAR - ABHOMERON

ابو مروان عبد الملک بن ابو العلا زہر بن ابی مروان عبد الملک بن مروان بن ابن زہر مغربی اطباء میں ایک بلند پایہ طبیب تھا۔ ابن زہر کا پورا خاندان قابلِ ذکر ہے۔ اس کے خاندان میں مختلف علوم و فنون کا چرچا تھا۔ طب سے بھی اس خاندان کو گہری دلچسپی تھی۔ ابن زہر ۱۰۹۱ء یا ۱۰۹۴ء بقول میںجر سنہ ۱۱۱۳ء میں اشبیلیہ میں پیدا ہوا تھا۔ اس کے باپ کا اہلِ علم اور ممتاز اطباء میں شمار ہوتا تھا۔ علمی صلاحیت کا یہ عالم تھا کہ وہ قانونِ شیخ کو کوئی اہمیت نہیں دیتا تھا بلکہ اس نے اپنے کتب خانے میں اس کتاب کو رکھنا بھی پسند نہیں کیا تھا۔ ایسی عظیم شخصیت سے ابن زہر کو فیض خاص کرنے کا موقع ملا۔ چنانچہ بہت جلد اس کی شہرت پورے اندلس میں پھیل گئی۔ اس دور میں کوئی طبیب اس کا ہم سر نہ تھا۔ یہ شخص علمی و ادبی دونوں اعتبار سے خداداد صلاحیت کا مالک تھا۔ تمام اطباء عرب میں واضح خیالات مشاہدات اور طب کو فلسفہ و مذہب سے دور رکھنے کے اعتبار سے یہ بقراط سے قریب تر تھا۔ ہوسکتا ہے انہیں چیزوں سے متاثر ہوکر ابن رشد نے اس کو اپنا استاد بنایا ہو اس کا انتقال اپنے وطن میں سنہ ۱۱۶۲ء یا ۱۱۹۹ء میں ہوا۔

معالجاتی واقعات جس قدر اس کے مشہور ہیں، مغربی اطباء میں کسی اور کے نہیں ہیں۔ یہ تشخیص مرض میں کمال رکھتا تھا اور طریقہ علاج میں انتہائی دیانت و لطیف حیلوں سے کام لیا کرتا تھا۔ ابنِ اصیبعہ نے ابو القاسم اندلسی کے حوالے سے ایک واقعہ درج کیا ہے کہ خلیفہ عبد المومن کو دواء مسہل کی ضرورت تھی۔ لیکن وہ ادویہ مسہلہ پینا پسند نہیں کرتا تھا۔ ابن زہر نے ایک انتہائی

لطیف حیلے سے کام لیا وہ خلیفہ کے انگور کے باغ میں گیا اور انگوروں میں ادویہ مسہلہ کا پانی ڈلوانا شروع کیا۔ جب انگوروں نے ادویہ مسہلہ کے اثرات کو جذب کر لیا تو انگور کا ایک خوشہ لے کر آیا اور خلیفہ سے کھانے کو کہا حسن عقیدت کی بنا پر اس نے کھانا شروع کیا۔ یہ دیکھتا رہا اس کے بعد اس نے کہا اے امیر المومنین آپ نے دس عدد انگور کھا لیے اب بس کیجئے اس سے دس اجابتیں ہو جائیں گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا بھی۔ اس کے بعد اسے آرام وسکون مل گیا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ خلیفہ کے نزدیک اس کی منزلت اور بلند ہو گئی۔[۲۰۱]

طب کے سلسلے میں اس کی بہترین تصنیف کتاب التیسیر ہے اس کے قلمی نسخے چند مقامات پر پائے جاتے ہیں اس کی ایک فوٹو کاپی طبیہ کالج علی گڑھ کی لائبریری میں موجود ہے۔ اس کتاب کے متعلق کیمبل کا خیال ہے کہ طب عملی پر یہ ایک اہم تصنیف ہے جس میں اس نے ادویہ یا اغذیہ کو تیار کرنے کا دلچسپ طریقہ بیان کیا ہے اس کتاب میں ابن زہر نے تجربہ کو معالج کے لئے صحیح رہنما بتایا ہے۔ اور اپنے آپ کو انفرادی طور سے تجربہ کار بیان کیا ہے۔[۲۰۲]

میبجر نے بڑی اہمیت کے ساتھ کہا ہے کہ ابن زہر مغربی خلافت میں سب سے بڑا معالج واضح خیالات والا اور عملی طبیب کی حیثیت سے بہت اہم اور فلسفہ مابعد الطبیعیات سے کم دلچسپی لینے والا تھا۔ اس نے قانون شیخ سے بہت کم دلچسپی کا اظہار کیا۔[۲۰۳]

خیال کیا جاتا تھا کہ جرثومہ کو سب سے پہلے اسی نے بیان کیا ہے لیکن بعد کی تحقیقات سے معلوم ہوا کہ ابوالحسن طبری نے دسویں صدی عیسوی میں معالجات بقراطیہ میں اس کو تفصیل سے بیان کر دیا تھا۔[۲۰۴] ابن زہر نے ورم غلاف القلب اخراج منصف الصدر کو واضح طور سے بیان کیا ہے۔ اس لئے کہ اس مرض میں وہ خود مبتلا ہو چکا تھا بہترین طبیب ہونے کے ساتھ ساتھ یہ بہترین قسم کا جراح بھی تھا اس نے گردے کی پتھری کے آپریشن فتح قصبۃ الریہ کے طریقہ کو بڑے اچھے انداز میں بیان کیا ہے۔ حقنہ غذائیہ بذریعہ انبوبہ نفری اور نزول الماء کے آپریشن کے طریقوں کا تذکرہ کیا۔ اس نے اغذیہ وادویہ کی تیاری کا طریقہ سب سے جداگانہ طور سے بیان کیا۔ اس کی ذہانت اور طریقہ عمل کو دیکھ کیمبل نے اس کو عقل کا پتلا اور ممتاز حیثیت کا مالک بتایا ہے۔[۲۰۵] ان بیانات کی روشنی میں یہ لکھنا بے جا نہ ہوگا کہ یہ طبیب صرف محقق، مصنف نہیں تھا بلکہ عملی طور سے بہترین معالج عمدہ دوا ساز، اعلیٰ درجہ کا جراح اور ماہر امراض چشم تھا۔ کتاب التیسیر کا ۱۲۸۰ء میں عبرانی میں ترجمہ ہوا تھا۔ اس کے بعد لاطینی

ترجمہ متعدد بار شایع ہوا۔ سب سے پہلا لاطینی ترجمہ ۱۴۹۱ء میں شایع ہوا تھا۔

ابنِ رشد

سنہ ۱۱۲۶ء — سنہ ۱۱۹۸ء

AVERROES

قاضی ابوولید محمد بن احمد بن محمد بن رشد طبی دنیا میں ابن نے رشد کے نام سے مشہور رہے ابن رشد قرطبہ میں سنہ ۱۱۲۶ء میں پیدا ہوا تھا۔ قرطبہ اس زمانے میں علم و فضل کا مرکز تھا۔ ابن اصیبعہ نے قاضی ابومروان کے حوالے سے لکھا ہے کہ یہ حسن رائے والا انتہائی ذہین اور قوی النفس تھا۔ ہمیشہ درس و تدریس میں مصروف رہتا تھا۔ طب کے سلسلے میں اس نے ابوجعفر ہارون کو اپنا استاد بنایا تھا ان سے ایک مدت تک اس نے فیض حاصل کیا۔ طب کے علاوہ دوسرے علوم حکمیہ کے سلسلے میں بھی اس نے پورا پورا فائدہ اٹھایا۔[۲۰]

ابن رشد صرف طبیب ہی نہیں تھا بلکہ بہترین منتظم اور انصاف پسند تھا۔ چنانچہ اس کی صلاحیت کو دیکھتے ہوئے حاکم وقت نے اس کو اشبیلیہ، قرطبہ اور اندلس وغیرہ کا نگراں پھر قاضی القضاۃ مقرر کیا تھا۔ حاکم وقت پر اس کا اتنا اثر تھا کہ بعض وقت وہ اس کو اپنی مجلس میں اس جگہ بٹھا دیتا تھا جو دوسروں کے لئے ناقابل برداشت ہوتا تھا۔ ابن اصیبعہ نے اس سلسلے میں ایک واقعہ درج کیا ہے کہ حاکم وقت منصور جب ایک مرتبہ غزوۃ النفس کے لئے تیاری کر رہا تھا تو اس نے ابن رشد کو بلایا بہت زیادہ احترام کیا اور اپنی مجلس میں ابومحمد عبدالواحد بن الشیخ ابی الحفص سے زیادہ اپنے قریب بٹھایا۔ جب کہ ابومحمد نے صرف یہ مرتبہ حاصل کرنے کے لئے اپنی لڑکی سے منصور کی شادی کی تھی اس قدر و منزلت کی وجہ سے بہت سے لوگ اس کے مخالف ہو گئے تھے۔ ابومحمد نے خاص طور سے حاکم کو بہت بھڑکایا اور اس سے کہا کہ تمہارے قتل کا حکم دے دیا گیا ہے۔ اس سے ابن رشد بہت خوفزدہ ہوا اور ایسی شکل بنائی کہ امیر نے اس کو بھی اس جگہ بھیج دیا جہاں اس سے پہلے بہت سے صاحبان کمال بھیجے جا چکے تھے۔ بعد میں ابوجعفر ذہبی کی بدولت اس کو قید سے رہائی ملی۔ ابومروان

کا بیان ہے کہ منصور کے دل اور دماغ پر ابن رشد کا ایسا سکہ بیٹھا تھا کہ وہ علمی مباحث میں یا اخی کہہ کر مخاطب کرتا تھا۔[۲۰۶]

ابن رشد سے مخالفت کی ایک تو وجہ یہ تھی۔ اس کے علاوہ ایک وجہ اور تھی کہ یہ بہت بڑا فلسفی تھا۔ اس سلسلے میں وہ آزاد خیالی سے کام لیا کرتا تھا۔ چنانچہ کیمپبل کا بیان ہے کہ یہ صحیح معنوں میں ارسطو کا پیرو تھا۔ اس کی آزاد خیالی سے مسلمانوں اور عیسائیوں دونوں کے دلوں میں شکوک پیدا ہو گئے تھے جس کی وجہ سے دونوں اس سے نفرت کرنے لگے۔ آگے چل کر اس مصنف نے لکھا ہے کہ اس کی یہ خواہش تھی کہ یہ ارسطو کی تصانیف کا شارح بن جائے۔ اس نے مذہبی عقائد کو فلسفہ ارسطو سے ملا دیا تھا۔ جس کا اعتراف مغرب پر سترھویں صدی تک رہا۔[۲۰۸]

ایک طرف تو حکومت مخالف ہو گئی دوسری طرف آزاد خیالی کی بنا پر مذہبی لوگوں نے مخالفت شروع کر دی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اس کے لئے حکومت اور عوام میں کوئی جگہ نہ رہی عہدہ تو گیا ہی تھا۔ قید خانہ کا منہ بھی دیکھنا پڑا۔ آخر عمر میں اس کو بہت شدائد و تکالیف کا سامنا کرنا پڑا۔ مراکش میں ۱۱۹۸ء میں اس کا انتقال ہوا۔ اس کی خصوصیات و کمالات کو دیکھتے ہوئے ہیجر نے کہا ہے کہ ابن رشد جس کو یورپ والے AVERROES کہتے ہیں بہت سے اعتبارات سے مغربی خلافت کا ابن سینا تھا۔[۲۰۹]
اتنی عظیم شخصیت کو تعصب کی بنا پر بہت زیادہ ذلیل کیا گیا۔ اس کی صلاحیتوں کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے ایک مصنف نے کہا ہے کہ مسلمانوں میں اندلس میں سب سے زیادہ ممتاز اور مشہور ترین آدمی ابن رشد ہیں جو فلسفہ طبیعیات میں اپنی قابلیت کی وجہ سے استاد کامل مانے جاتے ہیں۔ ان کی زندگی کا زیادہ تر حصہ بارھویں صدی میں گذرا ہے۔ الٰہیات، فقہ، فلسفہ اور طب پر ان کی ضخیم و عظیم کتابیں اس مرتبے کی ہیں کہ ان سے عربی علم ادب میں ایک نیا دور شروع ہو گیا۔" آگے چل کر ہیجر کہتا ہے کہ ان کی زندگی کے پورے دور میں دو راتیں ایسی تھیں کہ جن میں انہوں نے مطالعہ نہیں کیا۔ ایک وہ رات جس میں ان کی شادی ہوئی تھی اور دوسری وہ رات جس میں ان کے والد کا انتقال ہوا۔

" متعصب مسلمانوں نے ابن رشد کو ذلیل کیا۔ ان کو قاضی القضاۃ کے عہدے سے معزول اور افسر الاطباء کے معزز عہدے سے برطرف کروایا حتیٰ کہ انہیں افریقہ میں پناہ لینی پڑی۔" ان کی

جائداد ضبط کرلی گئی ۔ ضعیفی میں ان کی بے عزتی اس حد تک ہوئی تھی کہ فاس (فیض) کی مسجد کے دروازے کے سامنے وہ بیٹھے رہتے تھے اور جہلا ان کے منھ پر تھو کتے تھے ۱۹۸ء میں انہوں نے انتقال کیا۔[۲۱۰]

ابن رشد فلسفی ہونے کے ساتھ ساتھ اعلیٰ درجہ کا طبیب بھی تھا لیکن مغربی ممالک میں فلسفی ہونے کی حیثیت سے اس کو زیادہ مقبولیت حاصل ہوئی طب کے سلسلے میں یہ شخص طب کی بنیاد فلسفہ ارسطو پر رکھنا چاہتا تھا ۔ تصانیف کے سلسلے میں یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ یہ اعلیٰ درجہ کا مصنف تھا اگرچہ اس کو سکون بہت کم ملا ۔ مولانا عبدالسلام ندوی کا بیان ہے کہ ابن رشد نے اپنی کتابیں نہایت کثیر الاشغال اور پریشانی کی حالت میں لکھیں ۔ وہ قاضی القضاۃ تھا اس عہدے کے فرائض انجام دینے کے لئے اس کو مختلف مقامات کا دورہ کرنا پڑتا تھا ۔ اسی حالت میں تصنیف و تالیف کا سلسلہ بھی جاری رہتا تھا چنانچہ وہ اپنی تصنیفات میں جابجا خود اپنی بے اطمینانی اور پریشانی کا ذکر کرتا ہے کہ سرکاری کاموں کی وجہ سے فرصت نہیں ملتی ہے انہیں میں زیادہ وقت صرف ہو جاتا ہے ۔ اطمینان قلب باقی نہیں رہتا جو ایسے کاموں کے لئے لازمی ہے ۔ کتاب مختصر المجسطی کے مقالہ اولیٰ کے آخر میں لکھا ہے کہ مجھے مجبوراً صرف اہم مسائل کی حد تک محدود رہنا پڑتا ہے ۔ میری مثال اس شخص کی ہے جس کے چاروں طرف آگ لگ گئی ہو اور صرف اتنا موقع باقی ہو کہ وہ جو اشیاء بے حد ضروری ہیں ، اپنے ساتھ لے کر جان بچائے[۲۱۱]

(۱) کتاب الکلیات : ۔ بعض اجزا عبرانی میں اور بقیہ لاطینی میں اسکوریال لائبریری میں موجود ہے ۔

(۲) شرح الارجوزہ ابن سینا : اصل عربی میں اسکوریال ، آکسفورڈ ، لیڈن اور پیرس میں موجود ہے ۔

(۳) کلام علی مسئلۃ من العلل : عبرانی زبان میں ہے اور لیڈن میں موجود ہے (طبقات میں اس کا ذکر نہیں ہے)

(۴) مقالات فی الطریاق : ۔ اصل عربی اسکوریال میں اور عبرانی و لاطینی میں دوسرے کتب خانوں میں موجود ہے ۔

(۵) مقالات فی المزاج : ۔ عربی زبان میں اسکوریال لائبریری میں موجود ہے ۔

(۶) مقالات فی حیلتہ البراء :۔ عبرانی زبان میں اسکوریال لائبریری میں موجود ہے۔

(۷) مقال فی المزاج المعتدل :۔ اسکوریال میں موجود ہے۔

(۸) DESRERMOLS لاطینی زبان میں اسکوریال میں ہے۔

(۹) COMRS DE ME DISINISI LAYATIVES لاطینی میں اسکوریال میں موجود ہے (طبقات میں ذکر نہیں ہے)

(۱۰) مقالۃ فی النوائب۔

(۱۱) مقالۃ فی حمیات العفن۔

(۱۲) تلخیص کتاب الادویۃ المفردہ لجالینوس

(۱۳) تلخیص کتاب التعریف لجالینوس

(۱۴) تلخیص کتاب القوی الطبعیہ لجالینوس

(۱۵) تلخیص کتاب علل والاعراض لجالینوس

(۱۶) تلخیص کتاب الاسطقسات لجالینوس

(۱۷) تلخیص کتاب حیلۃ المبراء لجالینوس

(۱۸) تلخیص کتاب المزاج لجالینوس

(۱۹) تلخیص کتاب الحمیات لجالینوس

(۲۰) مراجعات ومباحث بین ابی بکر ابن الطفیل وبین ابن رشد فی رسمہ للدواء فی کتاب الصوم بالکلیات :۔ یہ سب کتابیں اسکوریال میں موجود ہیں۔[۲۱۲]

ان تصانیف میں الکلیات فی الطب سب سے زیادہ مشہور و معروف ہے اس کو لاطینی میں COLLEGET کہتے ہیں۔ میجر نے اس کتاب کے متعلق کہا ہے کہ الکلیات کی شروعات انسانی جسم کے تشریحی خلاصہ سے ہوتی ہے۔ اس کے بعد والی فصل میں مختلف اعضاء کے افعال کو بیان کیا ہے اس کے مصنف نے امراض عام اور مختلف اعضاء کے امراض جن میں آنکھ بھی شامل ہے ان سے بحث کیا ہے۔ اس کے بعد ایک فصل علامات صحت و مرض سے متعلق ہے پھر حالت صحت و مرض کی نبض اور بول سے بحث کیا ہے بہت سے ابواب حمیات سے متعلق ہیں جن میں

ایام بحران بھی شامل ہیں۔ ایک فصل اغذیہ، ادویہ، سمیات، حمام، ریاضت اور دلک سے متعلق ہے اور آخر باب میں مختلف امراض کے علاج کو بیان کیا ہے۔ جراحیات سے متعلق جو فصل ہے وہ زیادہ واضح نہیں ہے۔ پھر مصنف نے خراجات کے علاج جریان الدم کا تدارک بذریعہ کی، رابطہ سے بحث کیا ہے۔ کسر کے سلسلے میں اس کا علاج اور پٹی باندھنے کا طریقہ بیان کیا ہے۔ ابن رشد نے مشاہدے کی بنا پر کہا ہے کہ چیچک صرف ایک مرتبہ ہو سکتی ہے[۲۱۳]

ابنِ باجہ

وفات: ۵۳۳ھ یا ۵۳۵ھ

اندلس کے مشہور فلسفی اور طبیب کا نام صاحب طبقات نے ابو بکر محمد بن یحییٰ بن صائغ لکھا ہے جو ابن باجہ کے نام سے مشہور رہے[۲۱۴] لیکن ابن خلکان نے لکھا ہے کہ باپ کا نام باجہ دادا کا نام صائغ تھا۔ یہ شخص ابن باجہ اور ابن صائغ کے نام سے مشہور رہے[۲۱۵] حالانکہ باپ کا نام پر صرف ابن باجہ ہونا چاہیے تھا۔ اس اشتباہ کو ابن خلکان ہی نے یہ کہہ کر دور کیا ہے کہ چونکہ اس کے باپ دادا سونار تھے (باجہ چاندی کو کہتے ہیں) اور صائغ و باجہ دونوں لفظ ہم معنی ہیں پھر باپ و دادا ایک ہی پیشہ کے تھے اس لئے وہ ابن باجہ اور ابن صائغ دونوں ناموں سے مشہور رہے۔

ابن باجہ اندلس کے شہر سرقسطہ میں پیدا ہوا تھا۔ صحیح سن تو معلوم نہیں یہ خیال کیا جاتا ہے کہ چھٹی صدی ہجری میں جوانی کے عالم میں موت ہوئی۔ اس سے یہ اندازہ لگایا جاتا ہے کہ پانچویں صدی ہجری کے آخر میں پیدا ہوا تھا۔ کب اور کہاں تعلیم حاصل کی اس کی تفصیل نہیں معلوم، البتہ یہ کہا جاتا ہے کہ انتہائی ذہین، حافظ قرآن اور عربی ادب پر حاوی تھا۔ اس حقیقت سے کسی کو انکار نہیں ہے کہ کم سنی میں اس کی شخصیت غیر معمولی طور سے متعارف ہو گئی تھی۔ یہ شخص اپنے دور کا صاحب نظر و فکر فلسفی تھا۔ اس کی بیشتر تصانیف اسی موضوع پر ہیں۔ جو اندلس میں پسند کی جاتی تھیں اس کو اپنے فلسفیانہ عقائد کی وجہ سے سخت مخالفتوں کا سامنا کرنا پڑا۔ عوام کی ناراضگی کی وجہ سے اس کی جان خطرہ میں پڑ گئی

تھی مخالفت کی وجہ اس کی فلسفیانہ بگڑے ہوئے عقائد تھے۔ ان خامیوں کے باوجود اس کی ذاتی صلاحیت کی وجہ سے یحییٰ بن یوسف نے تین سال تک اس کو عہدہ وزارت پر رکھا۔ لیکن عوام کی ناراضگی کی وجہ سے کچھ دنوں اسے قیدی کی زندگی بھی گذارنی پڑی۔ اس کو فن موسیقی سے صرف دلچسپی ہی نہیں تھی بلکہ وہ اس کا ماہر تھا بہترین عود بجاتا تھا کچھ مورخین نے ایسے واقعات لکھے ہیں جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ خوش گلو مغنی بھی تھا۔

اس کی نہ تو زندگی نے وفا کی اور نہ اس مختصری عمر میں سکون ہی بل سکا جس کی وجہ سے اس کی تصانیف کے جوہر کھل کر سامنے نہ آسکے پھر بھی اس کو مغرب کا ابن سینا کہا جاتا تھا۔

ابن باجہ کی وفات ۵۳۳ھ یا ۵۳۵ھ میں فاس میں ہوئی۔ کچھ مورخین کا خیال ہے کہ حاسدوں نے اس کو زہر کھلادیا تھا جس سے اس کی موت ہوئی تھی۔ طب کے سلسلے میں اس کا شمار افاضل میں ہوتا تھا۔ اس کی طبی تصانیف حسب ذیل ہیں۔ اس کی بیشتر تصانیف ضایع ہو چکی ہیں۔

(۱) کلام علی شئی من کتاب الادویۃ المفردۃ لجالینوس۔

(۲) کتاب التجربتین علی ادویۃ ابن ماغد

(۳) کتاب اختصار الحاوی للرازی

(۴) کلام فی المزاج بما ہو طبی۔

موسیٰ ابنِ میمون

۱۱۳۵ء ——— ۱۲۰۸ء

صاحب طبقات نے اس کا پورا نام رئیس ابو عمران موسیٰ بن میمون القرطبی یہودی لکھا ہے یہودیوں کے عالم و فاضل خاندان سے اس کا تعلق تھا۔ بذاتِ خود یہ رئیس عالم و فاضل اور اپنے زمانے کا فرد فرید طبیب تھا فلسفہ و حکمت میں بھی اس کو کمال حاصل تھا۔ اس کی صلاحیت کو دیکھتے ہوئے سلطان صلاح الدین نے اس کو اپنا طبیب مقرر کیا تھا۔ قاہرہ کے ذی علم حضرات اور رؤسا بھی علاج و معالجہ میں اسی پر اعتماد کرتے تھے۔ اس کے مذہبی قدرداں تو یہ کہتے تھے کہ موسیٰ (پیغمبر) سے موسیٰ ابن میمون تک کے

درمیان کوئی اور موسیٰ پیدا نہیں ہوا۔ اس سے اس کی عظمت و احترام کا بخوبی اندازہ ہوجاتا ہے۔ یہ شخص بعد میں اسلام لے آیا تھا اور قرآن بھی حفظ کر لیا تھا لیکن قسطاطی کی صحبت میں پڑنے کے بعد مرتد ہوگیا تھا۔ مذہب کی تبدیلی سے اسپین میں اس کی اتنی مخالفت ہوئی کہ مذہبی سزا سے بچنے کے لیے اس نے قاہرہ میں پناہ لی۔ آخر میں قاہرہ کا سب سے بڑا پادری ہوگیا تھا۔ بحیثیت طبیب یہ بہت کامیاب معالج تھا۔ مریضوں کو دیکھتے دیکھتے جب تھک جاتا تھا تو صوفہ پر لیٹ کر مریضوں کو دیکھتا تھا۔

تصانیف: (۱) الرسالۃ الافضلیہ :۔ اصول تغذیہ و حفظ صحت کے سلسلے میں ملک افضال کو بطور مشورہ دیا تھا (۲) ترجمہ قانون شیخ :۔ قانون کا ترجمہ عبرانی میں کیا (۳) سمیات سے متعلق مختصری کتاب جس کا لاطینی میں ترجمہ ہوچکا ہے (۴) اختصار ختنہ : ختنہ سے متعلق ہے اس میں اپنا طریقہ بیان کیا ہے (۵) کتاب البواسیر: سبب مرض بتایا ہے اور سبزیاں کھانے کا مشورہ دیا ہے (۶) الفصول فی الطب : یہ بقراط یا معلقات کی تفسیر ہے (۷) کتاب دلالۃ الجوان: اسی کو ضلالۃ الجران بھی کہتے ہیں (۸) جالینوس کی سولہ کتابوں کا خلاصہ لکھا تھا جن کا نام تاریخ میں نہیں ہے [۲۱۶]

نجیب الدین سمرقندی

ان کا پورا نام نجیب الدین ابو حامد محمد بن علی بن عمر السمرقندی تھا۔ ان کے تفصیلی حالات سے مورخین نے نہ معلوم کیوں چشم پوشی کی ہے ابن ابی اصیبعہ نے اس کی شخصیت پر روشنی ڈالتے ہوتے مختصر طور سے یہ کہا ہے کہ یہ فاضل و ماہر طبیب تھا۔ ہرات میں جب تاتاریوں نے بہت سے لوگوں کو قتل کیا تو یہ بھی ان کے ساتھ مارے گئے۔ یہ فخر الدین رازی کے ہم عصر تھے [۲۱۵]

۱۲۲۲ء میں چنگیز خاں کے ایک فوجی جنرل نے مرو اور نیشاپور وغیرہ کو جب تباہ کیا تو اس نے بہت سے اہل قلم کو قتل کیا۔ قطب المصری جو فلسفہ و طب کے ماہر عالم تھے اسی قتل و غارت میں مارے گئے۔ ان مقامات کو تباہ کرنے کے بعد چنگیز خاں نے دوسری مہم شروع کی اور اپنا نشانہ ہرات کو بنایا۔ یہ سمرقندی کی پسندیدہ جگہ تھی۔ چنانچہ جب ہرات تباہ ہوا تو انہوں نے بھی اپنی جان یہیں نچھاور کردی۔

تصانیف: ابن ابی اصیبعہ نے حسب ذیل تصانیف کا تذکرہ کیا ہے۔

(۱) کتاب الاغذیۃ المرضی۔ اس کتاب میں امراض کے مطابق اغذیہ کو بیان کیا ہے۔ (۲) کتاب الاسباب والعلامات: اس کا ماخذ قانون شیخ کامل الصناعہ اور معالجات بقراطیہ ہے۔

(۳) کتاب القرابادین الکبیر۔

(۴) کتاب القرابادین الصغیر۔ اس کا ایک قلمی نسخہ طبیہ کالج علی گڑھ کی لائبریری میں ہے۔

(۵) تاریخ علم التشریح میں ایک رسالہ تشریح سے متعلق بتایا گیا ہے۔

الگوڈ نے ان کی تصانیف کا جائزہ لیتے ہوئے کہا ہے کہ یوں تو انھوں نے علم الادویہ وغیرہ پر کتابیں لکھی ہیں لیکن ان کی شہرت اسلامی دنیا میں کتاب الاسباب العلامات کی بدولت ہے۔ ان کے دو سو برس بعد نفیس بن عوض کرمانی نے اسی کتاب کو شرح کے لئے منتخب کیا اور اس شرح کا نام شرح شرح الاسباب رکھا اور اسے الغ بیگ کے نام سے معنون کیا۔

اسی کا ترجمہ فارسی میں کیا گیا اسی فارسی شرح کو طب اکبر کہا جاتا ہے۔ محمد اکبر ارزانی نے ۱۷۰۰ء میں فارسی شرح یا ترجمہ کو . . . مغل شہنشاہ عالم گیر سے منسوب کیا تھا[۱۹] اصل شرح عربی متن . . . کے ساتھ کئی مرتبہ چھپ چکی ہے۔

سمرقندی کی یہ کتاب بے شک بڑی خوبیوں کو اپنے دامن میں لیے ہوئے ہے۔ نفیس نے اس کی شرح کر کے اس کی خوبیوں کو مزید اجاگر کر دیا ہے اور یہ دونوں مصنف طبی دنیا میں زندہ جاوید ہو گئے ہیں۔ یہ دونوں حضرات بھی ان خوش نصیب مصنفوں میں سے ہیں جن کی تصنیف عرصے تک داخل نصاب رہی ہے بلکہ آج بھی درسی کتابوں میں شامل ہے۔ اس کا ترجمہ تنقیح کے ساتھ کبیر الدین صاحب نے کیا اور اس ترجمہ کا نام "ترجمہ کبیر" رکھا۔ غیر عربی داں حلقے میں یہ اردو ترجمہ بہت مقبول ہے۔ بلکہ اسی کے سہارے طبیب بنتے ہیں۔

عبدُاللطیف بغدادی

سنہ ۱۱۶۲ء ☆ سنہ ۱۲۳۰ء

شیخ موفق الدین ابو محمد عبداللطیف بن یوسف بن محمد بن علی بن ابی سعد۔ یہ ابن العباد کے نام سے مشہور تھے۔ ان کے حالات اکثر مورخین نے بڑی تفصیل سے لکھتے ہیں۔ ابن اصیبعہ نے جو حالات بیان کئے ہیں ان کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ بغداد میں پیدا ہوئے تھے۔ لیکن ان کا اصل وطن موصل تھا۔ علم و فضل میں بڑی شہرت کے مالک تھے۔ ان کی عبارت میں ملاحت پائی جاتی ہے۔ ان کی تصانیف کافی تعداد میں ہیں۔ یہ نحو اور عربی لغت میں ممتاز حیثیت رکھتے تھے۔ علم کلام و طب سے بڑی اچھی واقفیت تھی۔ یہ جب دمشق میں تھے تو پورے شہر میں بلکہ دور دور تک ان کی علمی صلاحیت اور علمی کمالات کی شہرت پھیل گئی تھی علمی و غیر علمی طلبار کی جماعتیں ہر وقت گھیرے رہتی تھیں۔

ان کے والد یوسف کو علم حدیث اور علوم قرآن و نباتات سے خاص دلچسپی تھی چنانچہ ان کو سماع حدیث وغیرہ کے لئے مذہبی علمار کے سپرد کر دیا گیا تھا۔ عبداللطیف کا سارا وقت مطالعہ کتب تصنیف و تالیف میں صرف ہوتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی تصانیف کافی تعداد میں پائی جاتی ہیں موفق الدین نے دمشق میں ایک مدت تک قیام کیا تھا یہ دبلے پتلے مناسب قد و قامت کے اور انتہائی شیریں کلام بزرگ تھے۔ ان کی عبارت میں ندرت و جدت پائی جاتی ہے انہوں نے علمار پر تنقیدیں بھی کی ہیں ان کی سیرت یوں تحریر ہے کہ درب الفالوذج میں ۵۵۷ھ مطابق ۱۱۶۲ء میں پیدا ہوئے۔ شیخ ابو نجیب کے سایہ عاطفت میں تربیت پائی ان کو لہو و لعب سے کوئی دلچسپی تھی زیادہ تر وقت سماع حدیث میں گذارتے تھے۔ ان کو بڑے بڑے بزرگوں سے استفادہ کا موقع ملا۔ خوش خطی سیکھی، قرآن و دیوان جنتی وغیرہ کو حفظ کر ڈالا تھا۔ عبدالرحمن الانباری سے بہت کچھ علمی فیض حاصل کیا پھر وجیہہ اور نحیلی نے دلچسپی لے کر ان کو رات و دن پڑھایا۔ اس

سے بعد شیخ کمال الدین سے مختلف کتابوں کی شرحیں پڑھیں جو کچھ پڑھتے تھے اسے حفظ کر ڈالتے تھے۔ مختلف حضرات سے مختلف علوم و فنون حاصل کرنے کے بعد ابن سینا کی چھوٹی بڑی کتابوں کا مطالعہ شروع کیا۔ کتاب النجات کو تو حفظ کر ڈالا اور کتاب الشفا و کتاب التحصیل کو نقل کر ڈالا ان کے علاوہ جابر بن حیان کی بہت سی کتابوں کو نقل کر ڈالا۔ ۵۸۵ھ میں بغداد میں کوئی ایسا عالم نہیں تھا جو ان سے آنکھ ملا سکتا۔ جب طلباء کا ہجوم بڑھنے لگا تو مدرسہ ابن مہاجر کو درس کے لئے منتخب کیا اور رات و دن درس دینے لگے۔ بہت سے علماء سے مباحثہ بھی کیا۔ طلباء کا یہ عالم تھا کہ جامعہ ازہر میں صبح و شام تک طب اور دیگر علوم حاصل کرنے کے لئے باری باری آیا کرتے تھے۔ جب ملک الناصر صلاح الدین کی اولاد سے حکومت چھن گئی تو شیخ قدس چلے گئے جہاں ایک مدت تک قیام کیا اور درس و تدریس کا سلسلہ جاری رکھا۔ تصانیف کا شغل بھی جاری تھا۔ یہاں سے جب حلب علاؤ الدین کی خدمت میں گئے تو ان کے نام سے بہت سی کتابیں لکھ ڈالیں ان کا انتقال ۶۲۹ھ مطابق ۱۲۳۱ء میں بغداد میں ہوا اور دروبہ میں اپنے باپ کے پہلو میں دفن ہوئے۔ [230]

بغدادی کی شخصیت کے کئی پہلو ہیں وہ عالم دین، مفکر اعلیٰ درجہ کے مصنف و مدرس، سیر و سیاحت کے شائق اور طبیب حاذق تھے۔ انھوں نے قدماء کا گہری نظر سے مطالعہ کیا جو چیزیں غلط نظر آئیں ان کو اپنے مشاہدے کی بناء پر درست کیا۔ چنانچہ میجر کا بیان ہے کہ اس نے تشریح جالینوس کی اصلاح کی تھی جو ضایع ہو گئی ہے [231] انھوں نے مختلف مقامات کا سفر کیا۔ اس سفر میں اہل فن سے انھوں نے تبادلہ خیالات کیا۔ اور جو کچھ معلومات حاصل ہوئیں ان کو قلمبند کر لیا تھا۔ سیر و سیاحت کے نتیجہ میں ایسے ایسے مشاہدات کا موقع ملا کہ اس مشاہدہ کی بناء پر جالینوس کی بہت بڑی غلطی کی اصلاح اس نے بہت کم سنی میں کی جب کہ یہ صرف ۲۸ سال کے تھے۔

ابن جبیر اور مختصر طور سے الگڈ نے یہ واقعہ درج کیا ہے کہ اس نے ایک پہاڑی پر انسانی ڈھانچوں کا ایک ڈھیر دیکھا ان میں سے سیکڑوں کا مطالعہ کرنے کے بعد یہ بیان کیا کہ کچھ اطبا کو تشریح کے سمجھنے میں دشواری ہوتی اس لئے کہ انھوں نے کتابوں کے سوا کچھ نہیں دیکھا۔ میں نے ایک پہاڑی پر بہت سے ڈھانچے دیکھے۔ ہزاروں ہڈیوں اور مفاصل کا مطالعہ کیا جن سے مفید معلومات حاصل ہوئیں۔ وہ معلومات کتابوں کے مطالعہ سے حاصل نہیں ہو سکتی تھیں۔ جالینوس قابل صد آفریں

ہے لیکن میں نے جو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے وہ زیادہ مستند ہے۔ جالینوس نے یہ تعلیم دی ہے کہ فک اسفل دو ہڈیوں سے مل کر بنا ہے اور ان کے درمیان ایک درز ہوتی ہے ۲۲۲
اس قسم کی بہت سی تشریحی معلومات کا سہرا اس کے سر ہے۔ عظم العجز کے متعلق خیال تھا کہ چھ ہڈیوں کا مجموعہ ہے لیکن اس نے بتایا کہ ایک ہڈی ہوتی ہے اس نے تشریح کے سلسلے میں جو کچھ کیا ہے وہ قابل قدر ہے۔

تصانیف:- اس کی تصانیف مختلف موضوعات سے متعلق ہیں۔ ابن ابی اصیبعہ نے جو فہرست دی ہے اس میں طب سے متعلق حسب ذیل کتابیں ہیں۔

۱۔ اختصار شرح جالینوس
۲۔ اختصار کتاب منافع الاعضاء جالینوس
۳۔ اختصار کتاب الآراء بقراط وافلاطون
۴۔ اختصار کتاب الحنین
۵۔ اختصار کتاب الصوت
۶۔ اختصار کتاب المنی
۷۔ اختصار کتاب آلات النبض
۸۔ اختصار کتاب الحمیات اسرائیلی
۹۔ اختصار کتاب البول اسرائیلی
۱۰۔ اختصار کتاب النبض اسرائیلی
۱۱۔ اختصار کتاب الادویہ المفردہ ابن وافد
۱۲۔ اختصار کتاب الادویۃ المفردہ ابن سمجون
۱۳۔ اختصار کتاب القولنج ابن الوالا [نعمت]

۱۵۔ کتاب الفصول
۱۶۔ کتاب النخبہ
۱۷۔ کتاب الکبیر فی الادویۃ المفردہ
۱۸۔ کتاب الکفایہ فی التشریح
۱۹۔ کتاب الرد علی ابن الخطیب
۲۰۔ کتاب تعقب الحواشی ابن جمیع علی القانون
۲۱۔ کتاب التریاق
۲۲۔ کتاب المراقی الی الغایۃ الانسانیۃ
۲۳۔ کتاب النصیحتین الاطباء والحکماء
۲۴۔ کتاب للحاکم بین الحکیم والکیمیائی
۲۵۔ انتزاعات من کتاب دیسقوریدوس
۲۶۔ انتزاعات آخری فی منافعہا
۲۷۔ چھ مقالات حمیات سے متعلق ہیں
۲۸۔ مقالہ فی العطش
۲۹۔ مقالہ فی الماء

۳۰ - ایک مقالہ حقیقت غذا اور دوا سے متعلق ہے۔
۳۱ - مقالہ فی الباری الصناعۃ الطب
۳۲ - مقالۃ شعار
۳۳ - مقالہ ذیابیطس
۳۴ - مقالہ فی الراوند
۳۵ - مقالہ فی الخط
۳۶ - مقالہ فی الشراب و الکرم
۳۷ - مقالہ فی البحران
۳۸ - مقالہ فی المزاج
۳۹ - مقالہ فی السقنقور
۴۰ - ایک مقالہ علی بن رضوان کے رد میں
۴۱ - مقالہ فی الورس
۴۲ - مقالہ فی المیزان الادویۃ
۴۳ - مقالہ فی موازنۃ الادویہ
۴۴ - مقالہ فی تعقب اوزان الادویہ
اسی سلسلے میں ایک مقالہ اور بھی ہے
۴۵ - مقالہ تیعلق بموازین الادویۃ الطبیہ
۴۶ - مقالہ فی النفس و الصوت و الکلام
۴۷ - مقالۃ فی اختصار کلام جالینوس
۴۸ - مقالہ فی حد الطب
۴۹ - مقالہ فی الباری بصناعۃ الطب
۵۰ - مقالۃ فی الخوناس
۵۱ - مقالۃ فی البرسام
۵۲ - مقالۃ فی علۃ المراقب
۵۳ - رسالت المعادن و ابطال الکیمیا
۵۴ - شرح کتاب الفصول بقراط
۵۵ - شرح کتاب تقدمۃ المعرفۃ بقراط[۲۲۳]

ابنِ بیطار

وفات: ۱۲۴۸ء

ابو محمد عبد اللہ بن احمد المالقی النباتی، ابن بیطار کے نام سے مشہور ہے۔ یہ اسپین میں پیدا ہوا تھا۔ اس کے شاگرد ابن اصیبعہ نے سنہ پیدائش کا تذکرہ تو نہیں کیا ہے۔ البتہ سنہ وفات ۶۴۶ھ مطابق ۱۲۴۸ء بتایا ہے۔ جس کو بعد میں مورخین نے ۱۲۴۸ء لکھا ہے[۲۲۴]۔ اس نے اپنے استاد ابن بیطار کو اپنے وقت کا علامہ اور فرد فرید محقق اور ماہر نباتیات لکھا ہے۔ میجر نے بھی اس کا اقرار کیا ہے کہ عربوں میں سب سے بڑا ماہر نباتات تھا[۲۲۵]۔ یہ اسپین میں پیدا ہوا

ہوا تھا لیکن آخر عمر میں دمشق میں سکونت اختیار کر لی تھی ۔ دمشق میں اس کو دو اسازوں کا رئیس اعلیٰ مقرر کیا گیا تھا ۔

ابنِ بیطار کا استاد ابن رمیہ تھا ۔ (۱۱۳۹ء ـ ۱۱۶۵ء) یہ شخص اپنے دور کا سب سے بڑا نباتیات کا ماہر تھا۔ ابن بیطار اپنے استاد سے بہت متاثر تھا۔ اس نے اپنی معلومات کا ماخذ اپنے استاد کی تصانیف کو بنایا۔ اس کے حوالے اکثر مقامات پر دیے ہیں۔ اس نے شمالی افریقہ مغربی ممالک مصر شام اور ایشیا کوچک کا سفر اپنے ذوق تحقیق کے تحت کیا تھا۔ جہاں بھی وہ جاتا تھا جن لوگوں کو نباتات کے متعلق معلومات ہوتی تھیں ان سے ملتا تھا کاشت کے متعلق معلومات فراہم کرتا تھا پودوں کی شناخت اور ان کی دیگر خصوصیات معلوم کرتا تھا۔ اس طرح اس نے دیسقوریدوس کی بتائی ہوئی ادویہ کے متعلق تفصیلی معلومات حاصل کیں۔ ان کے علاوہ اسے مختلف مقامات پر ایسی نئی دوائیں بھی ملیں جن کا تذکرہ کہیں کتابوں میں نہیں تھا۔ اس کو اس نے خود بھی کہا ہے کہ میں نے بہت سی بیان کردہ ادویہ کی تصدیق کی اور ان کا مشاہدہ کیا۔ بہت سی ادویہ کے ناموں اور دیگر خصوصیات کا مشاہدہ کرنے کے بعد میرا علم، علم درایت کی حد میں پہنچ گیا۔ دیسقوریدوس جالینوس اور غافقی نے جو کچھ بیان کیا تھا۔ وہ ذہن نشین ہو گیا اور بہت سے یونانی ناموں کی وضاحت ہو گئی اور تمام اشتباہات دور ہو گئے۔

ابن اصیبعہ نے بڑی تفصیل سے جزئیات کو بیان کیا ہے ۔ خود بحیثیت شاگرد کے جو کچھ اس کے تاثرات تھے ان کو بھی اس نے قلمبند کیا ہے

جو کچھ اس نے بیان کیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ ۶۳۶ھ میں ابن بیطار سے دمشق میں ملا تھا۔ ابن بیطار دیسقوریدوس کی تحریر کردہ چیزوں کو صحیح یونانی تلفظ کے ساتھ بیان کرتا تھا ۔ اس نے روم کے یونانیوں سے یہ سب کچھ سیکھا تھا۔ ابن بیطار پہلے دیسقوریدوس کی تحریر کردہ چیزوں کو صحیح یونانی تلفظ کے ساتھ بیان کرتا تھا اس کے بعد جالینوس کی ترجمانی کرتا تھا۔ پھر معاصرین کے خیالات کی وضاحت کرتا تھا۔ اس کے بعد خود اپنی معلومات کے سہارے یہ بتاتا تھا کہ کہاں کہاں مجھے ان لوگوں سے اتفاق ہے، کن کن چیزوں کو میں اب تسلیم نہیں کرتا ہوں اور کون کون سے مقامات ایسے ہیں جہاں ان لوگوں کو خود اشتباہ تھا یا

ان سے غلطیاں ہوئی تھیں۔

ابن اصیبعیہ کا بیان ہے کہ میں گھر جاکر خود ان کی بتائی باتوں کا تجزیہ کرتا تھا کتابوں کا مطالعہ کرتا تھا تو ابن بیطار کا بیان حرف بحرف صحیح معلوم ہوتا تھا میرے لئے تعجب خیز بات یہ ہوتی تھی کہ وہ دیسقوریدوس اور جالینوس کی بتائی باتوں کے پس منظر کو بھی بیان کر دیتا تھا۔ اس نے آخر یہ سب کیوں کیا تھا اس کی وضاحت خیر اللہ نے اپنی تصنیف میں کی ہے۔

ایک مقصد تو یہ تھا کہ سادہ اور مکمل علاج تجویز کیا جائے۔ اس کے لئے اس نے دیسقوریدوس کی پانچ کتابوں کا، جالینوس کی چھ کتابوں کا ان کے علاوہ اپنے ہم عصر معالجین کا جائزہ لیا اس کے بعد اپنی کتاب میں حوالوں کے ساتھ نباتی حیوانی اور معدنی اجزاء کو بحیثیت دوا کے درج کیا۔ دوسرے قدیم وجدید مصنفین و معالجین کی جو بھی چیزیں تھیں ان کو اس نے اپنے ذاتی مشاہدے و تجربہ کی کسوٹی پر پرکھنے کے بعد اختیار کیا یا پھر ترک کر دیا۔ تیسرے تکرار سے گریز کیا ہے صرف وہاں تکرار کی ہے جہاں کسی نسخہ کی وضاحت مقصود تھی۔ چوتھے حروف تہجی کے اعتبار سے ترتیب دیا تاکہ مطالعہ کرنے والوں کو مقصود کے تلاش کرنے میں تاخیر و دشواری نہ ہو۔ پانچویں غلط طریقہ ہائے علاج سے باخبر کرنا مقصود تھا۔ اس لئے صرف تجربہ و مشاہدے کو اہمیت دی نقل و تقلید سے گریز کیا۔ چھٹے دواؤں کے مختلف ناموں کو جو مختلف زبانوں میں تھے ان کے تلفظ کے ساتھ بیان کیا جو اس نے براہ راست صحیح طور پر رومیوں سے سیکھا تھا[۲۳۶]

اس بیان سے واضح ہو جاتا ہے کہ اس نے تصنیف و تالیف . سے پہلے بہترین معیاری خاکہ ذہن میں مرتب کر لیا تھا اور پھر اسی کے مطابق اپنی معلومات کو کتاب کی شکل میں پیش کیا۔

اس کی حسب ذیل تصانیف ہیں۔

(۱) المغنی فی الادویۃ المفردۃ (۲) الجامع المفردات الادویہ والاغذیہ:- یہ بہت سی یونانی وعربی کتب کا، جو نباتات یا ادویہ مفردہ سے متعلق ہیں نچوڑ ہے۔ اس میں اپنی تحقیقات و تجربات اور مشاہدات کا اضافہ کرکے کتاب کی اہمیت اور افادیت بڑھا دی ہے.. ۔اس کتاب میں تقریباً ۵۰ مصنفین کے حوالے بڑے احترام کے ساتھ دیتے ہیں۔ مجموعی طور پر ۱۴۰۰ دواؤں کا تذکرہ ہے جو نباتات و حیوانات اور معدنیات

ان کو حل کیا۔ جو اشکالی تھے ان کو دور کیا۔ قانون شیخ سے یہ اتنے متاثر تھے کہ کلیات قانون کو حفظ کرنے کی کوشش کرتے تھے اور دوسروں کو قانون سے دلچسپی لینے کی ترغیب دلاتے تھے۔۲۳۰

ابن نفیس کی شرح کا لاطینی ترجمہ compound medicine کے نام سے شایع کیا گیا۔ اس کے بہت سے عبرانی ترجمے عربی میں متن کے ساتھ پائے جاتے ہیں۔ موجز القانون ۱۸۲۸ء میں کلکتہ سے شایع ہو چکی ہے اسی کو Epitome of Avicenna کہتے ہیں ابن نفیس کا نام صدیوں سے خاموش تھا لیکن پھر اس کا نام زندہ ہوا ہے۔

اس نے دوران خون ریوی کا نظریہ صدیوں پہلے بہت واضح طور سے پیش کیا تھا لیکن لوگوں کی نگاہ سے یہ کارنامہ پوشیدہ تھا۔ پہلے پہل دنیا کے سامنے یہ کارنامہ آیا تو مصنفین و مورخین ان کی طرف متوجہ ہوئے اور ان کی تشریح قانون کی ورق گردانی شروع کی اور کھلے لفظوں میں اس کی معلومات کو خراج عقیدت پیش کرنے لگے۔

میجر نے تو یہ کہا کہ پوری دنیا میں اس کا کوئی ہمسر نہ تھا بلکہ ابن سینا تک اس کا کوئی بدل نظر نہیں آتا۔۲۳۱ آگے چل کر یہی مورخ لکھتا ہے کہ اس نے شرح تشریح ابن سینا میں سرویٹس ہاروے یا کولمبو سے دو سو سال پہلے نظام دوران خون ریوی یا اصغر کو اس شخص نے بیان کیا۔ پھر اسی مورخ نے Discovery of the circulation of the blood کے عنوان سے واضح طور پر اس حقیقت کا اعتراف کیا کہ کسی مسام کا حجاب بین البطنین میں نہ ہوتا ویزیلیس سے بہت پہلے معلوم ہو چکا تھا۔

ابن نفیس نے جو عربی طبیب تھا یہ معلومات تیرہویں صدی عیسوی میں حاصل کر لی تھیں۔ یہ قاہرہ کے منصوری شفاخانے میں افسر الاطبا تھا۔ اس نے شرح تشریح قانون ابن سینا میں البطون (VENTRICLE) کی بحث کے سلسلے میں اس کی واضح طور سے تشریح کی ہے اور کہا ہے کہ ان دونوں جوفوں کے درمیان کوئی راستہ یا سوراخ نہیں ہے اس لئے کہ قلب کا یہ حصہ ٹھوس ہوتا ہے اس میں نہ تو کوئی مرئی راستہ ہے جیسا کہ کچھ لوگوں کا خیال تھا اور نہ کوئی غیر مرئی راستہ ہے جس سے خون گذر سکے جیسا کہ جالینوس کی طرف نسبت دے کر کہا جاتا ہے۔

ابن نفیس نے اور وضاحت کرتے ہوئے کہا کہ خون وریدِ شریانی کے ذریعہ ریہ میں آتا

سے تعلق رکھتی ہیں ان میں سے ۳۰۰ وہ آیتیں ایسی ہیں جو خود اس کی اپنی معلومات کا نتیجہ ہیں۔ اس کتاب میں ہر قسم کے اشتباہ کو دور کرنے کی کوشش کی ہے۔

(۳) تیسری تصنیف کتاب الابانۃ والاعلام ہے اور (۴) چوتھی کتاب کا نام کتاب الافعال الغریبہ والخواص العجیبہ ہے۔

دوسرے لفظوں میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ ان کی نظر رازی وغیرہ کے اصول پر تھی کہ پہلے غذا سے کام لینا چاہیئے جب اس سے کام نہ چلے تو پھر ادویہ مفردہ اور اس کے بعد مرکبات استعمال کرانا چاہیئے۔

علامہ ابن نفیس اپنے دور کے طبیب حاذق تھے تصنیف و تالیف میں بھی ان کی حیثیت منفرد تھی۔ یوں تو بہت سے علوم و فنون پر ان کی کتابیں ہیں لیکن طبی تصانیف خاص اہمیت کی حامل ہیں۔ تصنیف و تالیف سے کتنا لگاؤ تھا اس کو صاحب معجم نے شیخ برہان الدین رشیدی کے حوالے سے یوں بیان کیا ہے کہ ابن نفیس جب کوئی کتاب لکھنا چاہتے تھے تو بہت سے قلم لے کر دیوار کی طرف منہ کر کے بیٹھ جایا کرتے تھے جب لکھتے لکھتے ایک قلم خراب ہو جاتا تھا تو دوسرا قلم اٹھا لیتے تھے۔

بلکہ تصنیف و تالیف کے سلسلے میں دوسرا واقعہ لکھا ہے کہ ایک مرتبہ حمام میں داخل ہوئے اور نہانا شروع کر دیا تھا کہ یکا یک حمام کے مسلخ میں آ گئے اور قلم و دوات طلب کیا۔ غسل سے پہلے مقالہ فی النبض لکھ ڈالا پھر حمام کیا۔ ان کی ان صلاحیتوں کو دیکھتے ہوئے انہیں "ابن سینا ثانی" کہا جاتا تھا۔ علمی مباحثہ سے اتنی دلچسپی لیتے تھے کہ نماز عشاء سے فراغت کے بعد بحث و مباحثہ کے لئے بیٹھ جاتے تھے تو صبح تک مباحثہ کرتے تھے۔ علامہ کا انتقال ۶۸۷ھ میں ہوا تھا۔

تصانیف :- ابن نفیس نے کچھ کتابوں کے خلاصے لکھے ہیں، کچھ کی شرحیں لکھی ہیں اور کچھ ان کی اپنی تصانیف ہیں۔ صاحب معجم نے ان کی تصانیف کو بہت عمدہ کہا ہے۔ ان کی حسب ذیل کتابیں ہیں۔

کتاب الشامل فی الطب۔ شرح القانون۔ موجز القانون۔

قانون کی شرح بیس جلدوں میں کی تھی۔ اس میں ابن نفیس نے وہ مواقع جو حل طلب تھے

ہے اور ہوا سے مخلوط ہو کر شریان وریدی کے ذریعہ قلب کے بائیں جوف میں منتقل ہوتا ہے۔ یہاں ہمیں سب سے پہلے دوران خون ریوی یا اصغر کا واضح بیان ملتا ہے یہ شاندار مشاہدہ مغربی دنیا کے سات سو سال تک غیر متعارف رہا۔ ۲۳۶ء۔ اس کارنامے نے ابن نفیس کو حیات نو بخشی

ابنِ خطیب

۱۳۱۳ء ۱۳۷۴ء

پورا نام لسان الدین ابو عبداللہ ابن سعید ابن عبداللہ بن سعید علی احمد السلمانی تھا ان کا سلسلہ نسب جناب سلمان فارسی سے ملتا ہے۔ ان کا خاندان شام سے ہجرت کر کے اندلس میں آباد ہو گیا تھا۔ ابن الخطیب بھی کہلاتا تھا۔ ان ہی دونوں مناسبتوں سے ان کو ذو الوزارتین اور اہل الخطیب السلمانی بھی کہا جاتا ہے۔ ذو الوزارتین صاحب سیف و قلم کو کہتے ہیں۔

یہ ۱۵ نومبر ۱۳۱۳ء یا ۲۵ رجب ۷۱۳ھ میں غرناطہ کے قریب پیدا ہوئے تھے۔ غرناطہ میں ان کے والد بنو نصر کے دربار میں کسی اعلیٰ منصب پر فائز تھے۔ چنانچہ ان کی تعلیم و تربیت کے لئے فاضل اساتذہ کو مقرر کیا گیا جن سے انہوں نے مختلف علوم و فنون میں اس درجہ کمال حاصل کیا کہ پورے اندلس میں نہیں تو کم از کم غرناطہ میں سب سے بڑے اور آخری مصنف، شاعر اور سیاستدان بن گئے۔

والد کے مارے جانے کے بعد ایک فاضل وزیر ابو الحسن بن الجیاب کے یہاں ملازمت اختیار کی اور ان کی شاگردی میں بھی آ گئے۔ بد قسمتی سے ابو الحسن کا انتقال بعارضہ طاعون ۱۳۴۲ء میں ہو گیا اس کے بعد سلطان ابو الحجاج یوسف اول نے ابن الخطیب کو ان کی جگہ پر اپنا وزیر بنا لیا۔ محمد خامس کے عہد تک اس عہدے پر باقی رہے۔ ۱۳۵۹ء میں محمد خامس کی معزولی پر ان کی وزارت بھی ختم نہیں ہوئی بلکہ غرناطہ میں قید کر دیے گئے۔ پھر اسی کے ساتھ ان کو بھی

جلاوطن کر کے مراقش بھیج دیا گیا ۱۳۶۲ء تک گوشہ نشینی کی زندگی گذاری لیکن جب اسی سال محمد خامس کو دوبارہ حکومت ملی تو پھر وزیر بن کر ان کے ساتھ ہی واپس آئے۔

۱۳۷۱ء میں اپنے دشمنوں کی سازش سے جان بچا کر جبل الطارق سے بھاگ کر سلطان ابو سعید عبد العزیز کے پاس چلے گئے۔ اہل غرناطہ نے ان کو ملحد قرار دے دیا تھا چنانچہ ان لوگوں نے انہیں غرناطہ واپس بھیجنے کو کہا لیکن عبد العزیز اور اس کے ساتھیوں نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا لیکن ایک دن چند قاتلوں نے رات کے وقت ابن الخطیب کا گلا گھونٹ کر ۱۳۷۴ء میں ان کی زندگی کا خاتمہ کر دیا۔

تصانیف:- ابن خطیب کی تقریباً ساٹھ تصانیف تھیں جن میں سے اکثر تاریخ، جغرافیہ، شعر و سخن، تصوف، فلسفہ اور طب سے متعلق تھیں ان میں سے تقریباً ایک تہائی موجود ہیں طبی کتابوں میں (ایک مقالہ) المقنعۃ المسائل (فی) عن (فی) المرض الھائل ہے۔

۱۳۴۸ء میں غرناطہ میں جو طاعون کی وبا پھیلی تھی یہ اس سے متعلق ہے۔ ۱۸۶۳ء میں طبع ہو کر شایع ہو چکا ہے۔ براکلمان نے اس کا نام منفعۃ السائل بتلایا ہے ۲۳۳۰ اس کے علاوہ ان کی دوسری تصانیف کے نام یہ ہیں۔

عمل الطب:- یہ کتاب کسی بادشاہ کی فرمائش پر لکھی گئی تھی۔ کتاب بو سعی۔ کتاب فی الجبوب۔ کتاب الجنین۔ منظومہ اغذیہ۔

کمال الدین فارسی

وفات: ۱۳۲۰ء

علم المناظر کے سلسلے میں یہ ایک اہم شخص تھا۔ یہ فارس کا رہنے والا تھا۔ اس نے الحزین کے کیمرے میں اصلاح و ترمیم کی تھی۔ اس نے شعاعوں کی گذرگاہوں کا مشاہدہ ایک مدور شیشے کے اندر سے کیا تھا تاکہ وہ سورج کی شعاعوں کے انعکاس کا جائزہ بارش کے قطروں میں لے سکے۔ اس کی رہ نمائی میں اس نے ابتدائی و ثانوی قوس و قزح کی تخلیق کو واضح طور سے

بیان کیا ہے [۲۳]۔ یہ قطب الدین شیرازی کے شاگرد تھا۔

ابنِ ہیثم کی تصنیف علم المناظر پر جو اپنی نوعیت کی سب سے پہلی کتاب تھی جس میں اس نے علم المناظر کے مسائل کو علم ہندسہ وغیرہ کی روشنی میں واضح کیا تھا۔ اس شخص نے اس کتاب کی شرح تنقیح المناظر کے نام سے لکھی اسی انداز میں ابنِ ہیثم کی کتاب تھی۔

اس کتاب میں آنکھوں کی شعاعوں کے زاویے مثبت منفی نقاط کو علم ریاضی و ہندسہ اور علم اقلیدس کا اشکال وغیرہ کے ساتھ بڑی تفصیل سے بیان کیا ہے۔

جس طرح جابر اور رازی نے علم کیمیا کو طب کا جزُ بنایا ایسے ہی ابن ہیثم اور کمال الدین کا یہ بہت بڑا کارنامہ ہے کہ ان دونوں نے طبی مسائل میں ریاضی و اقلیدس کو جُز بنایا۔ اس کتاب کے دو بڑے ضخیم حصے دائرۃ المعارف حیدر آباد سے ۴۸ - ۱۳۴۷ھ میں شایع ہو چکے ہیں ان کا انتقال ۱۳۴۷ھ میں ہوا تھا۔

مصادر

۱۔ تاریخ اطبار ص۳۰
۲۔ الفہرست ابن ندیم ص۳۹۰
۳۔ تاریخ الاطبار ص۱۲
۴۔ فہرست ابن ندیم ص۳۹۰
۵۔ ہسٹری آف میڈیسن ج ص۲۰ [?]
۶۔ " ص۲۱
۷۔ " ص۲۰ [?]
۸۔ تاریخ الاطبار ص [?]
۹۔ ہسٹری آف میڈیسن میجر ج ص۲۵۶ [?]
۱۰۔ " ص۲۶
۱۱۔ " ص۲۵
۱۲۔ ہسٹری آف میڈیسن میجر ج ص۲۰
۱۳۔ " ص۳۲
۱۴۔ تاریخ الاطبار ص۸۰۹ [?]
۱۵۔ " ص۰ [?]
۱۶۔ ہسٹری آف میڈیسن میجر ج ص۰ [?]
۱۷۔ " ص۲۳
۱۸۔ " ص۲۶
۱۹۔ " ص۵۵
۲۰۔ ہسٹری آف میڈیسن ج ص۶۵
۲۱۔ " ص۶۵
۲۲۔ " ص۶۶
۲۳۔ ہسٹری آف میڈیسن ج ص۶۶
۲۴۔ تاریخ الاطبار ص۱۲
۲۵۔ " ص۵
۲۶۔ ہسٹری آف میڈیسن میجر ص۱۱
۲۷۔ " ص۲۱
۲۸۔ تاریخ الاطبار ص۱۱
۲۹۔ " "
۳۰۔ حکمار اسلام ج ص۲۵
۳۱۔ آوٹ لائن آف عربک
۳۲۔ کنٹری بیوشن ٹو میڈیسن ص۲۰
۳۳۔ حکمار اسلام ج ص۲۵
۳۴۔ طبقات ج ص۱۸ [?]
۳۵۔ طب العرب ص۳۰
۳۶۔ حکمار اسلام ج ص۵۱
۳۷۔ " ص۳۳
۳۸۔ طبقات ج ص۱۲۸
۳۹۔ آوٹ لائن آف عربک کنٹری بیوشن ص۲۲
۴۰۔ طب العرب ص۱۲ [?]
۴۱۔ تاریخ الحکمار ص۱۳۲ [?]
۴۲۔ ہسٹری آف میڈیسن ج ص۸۶
۴۳۔ طبقات ج ص۲۳
۴۴۔ تاریخ الحکمار ص۱۱
۴۵۔ طبقات ج ص۲۳
۴۶۔ " ص۲۵
۴۷۔ " ص۲۷
۴۸۔ " ص۲۷
۴۹۔ " ص۲۶
۵۰۔ " ص۲۶
۵۱۔ " ص۳۰
۵۲۔ " ص۳۰
۵۳۔ " ص۲۶
۵۴۔ " ص۲۱ [?]
۵۵۔ " ص۳۱

٥٦- طبقات ج صـ٣٣

٥٧- الفہرست صـ٤١٢

٥٨- ہسٹری آف میڈیسن ج صـ١٤، ١٩

٥٩- " " صـ١٤١

٦٠- طبقات ج صـ٥

٦١- تاریخ الحکماء صـ٦٣

٦٢- طبقات ج صـ٥٤

٦٣- " صـ٥٦

٦٤- تاریخ الحکماء صـ٦٣

٦٥- ہسٹری آف میڈیسن ج صـ١٤٠

٦٦- طبقات ج صـ٥٦

٦٧- تاریخ الحکماء صـ٥٩٦

٦٨- ہسٹری آف میڈیسن میحج صـ١٣٩

٦٩- " صـ١٤٠

٧٠- " صـ١٤٠

٧١- تاریخ الحکماء صـ٨

٧٢- ہسٹری آف میڈیسن ج صـ١٤٣

٧٣- صـ١٤٣

٧٤- صـ١٤٣

٧٥- صـ١٤٤

٧٦- صـ١٤٥

٧٧- صـ١٤٥

٧٨- صـ١٤٥

٧٩- آؤٹ لائن آف عربک کنٹریبیوشن صـ١٨٥

٨٠- ہسٹری آف میڈیسن ج، صـ١٢٦

٨١- آؤٹ لائن آف عربک کنٹریبیوشن صـ١٨٥

٨٢- ہسٹری آف میڈیسن ج صـ٢٤

٨٣- طبقات ج، صـ٧١

٨٤- ہسٹری آف میڈیسن ج صـ٩٢

٨٥- " صـ١٩٦

٨٦- تاریخ علم التشریح صـ٢١٣

٨٧- ہسٹری آف میڈیسن ج صـ١٩٨، ١٩٩

٨٨- صـ١٩٩

٨٩ صـ١٩٩

٩٠ صـ١٩٩

٩١- الفہرست صـ٣٠٢

٩٢- آؤٹ لائن آف عربک کنٹریبیوشن صـ١٤٥

٩٣ طبقات ج، صـ١٠٢-١٠٩

٩٤- الفہرست صـ٥٠٠

٩٥- " صـ٥٠٠

٩٦- آؤٹ لائن آف عربک کنٹریبیوشن صـ١٤٥

٩٧- ارمغان علامہ کبیر الدین

٩٨ ہسٹری آف میڈیسن صـ٢٤٥

٩٩- اخبار اندلس ج ٢ صـ٥٣٩

١٠٠- عربین میڈیسن براؤن صـ١٥

١٠٢ طب العرب صـ١٩٩-١٩٨

١٠٣- " صـ١٩٩-١٩٨

١٠٤- ہسٹری آف میڈیسن ج صـ٢٣٥

١٠٥ آؤٹ لائن آف عربک کنٹریبیوشن صـ١٣٦

١٠٦- الفہرست صـ٥٠٠

١٠٧ طبقات ج صـ٣٣٠

١٠٨- " صـ٣٥، ٥٢٠

١٠٩- " صـ٣٠٩

١١٠- الفہرست صـ٤١٣

١١١- فردوس الحکمت مقدمہ

١١٢- الفہرست صـ٤١٣

١١٣- طبقات ج صـ٣٠٩

١١٤- الفہرست صـ٣٠٩

١١٥ طبقات ج صـ١٩٠

١١٦- " صـ١٩٠

١١٧- میڈیکل ہسٹری آف پرشیا صـ١٠١

۱۱۸۔ میڈیکل ہسٹری آف پرشیا ص۱۹۰
۱۱۹۔ طبقات ج۱ ص۲۰۰-۱۹۸
۱۲۰۔ الفہرست ص۴۱۰-۴۰۹
۱۲۱۔ میڈیکل ہسٹری آف پرشیا الگڈ ص۲۰۳
۱۲۲ ,, ص۱۱
۱۲۳۔ ہسٹری آف میڈیسن ج۱ ص۲۳۲
۱۲۴۔ عیون الانباء ج۱ ص۱۷۵
۱۲۵۔ ,, ص۱۷۵
۱۲۶ ,, ہسٹری آف میڈیسن ج۱ ص۲۲۲
۱۲۷۔ عربک کنٹریبیوشن ص۱۸۹
۱۲۸۔ طبقات ج۱ ص۲۱۵
۱۲۹ آؤٹ لائن آف ہسٹری ص۴۲
۱۳۰۔ عیون الانباء ص۲۱۷
۱۳۱ طبقات ج۱ ص۲۱۸-۲۲۰
۱۳۲ ہسٹری آف میڈیسن ج۱ ص۲۳۶
۱۳۳۔ ,, ,, ص۲۳۶
۱۳۴۔ حکماء اسلام ج۱ ص۱۸۱
۱۳۵۔ طبقات ج۱ ص۳۰۹

۱۳۶۔ طبقات ج۱ ص۲۵۰
۱۳۷۔ حکماء اسلام ج۱ ص۱۸۷
۱۳۸ طبقات ج۱ ص۱۸۷
۱۳۹۔ ,, ص۲۱۵ تا ۲۱۶
۱۴۰۔ حکماء اسلام ج۱ ص۲۰۷
۱۴۱۔ ,, ص۲۱۴ تا ۳۰۷
۱۴۲۔ طبقات ج۱ ص۲۱۶
۱۴۳۔ میڈیکل ہسٹری آف پرشیا الگڈ ص۲۰۳
۱۴۴ ,, ص۲۰۳
۱۴۵ ,, ص۲۰۳
۱۴۶ ,, ص۲۰۳
۱۴۷ عیون الانباء ج۲ ص۳۶
۱۴۸۔ آؤٹ لائن آف عربک کنٹریبیوشن
۱۴۹۔ ہسٹری آف میڈیسن
۱۵۰۔ ,, ص۲۵۴
۱۵۱۔ ,, ص۲۵۴
۱۵۲۔ عربین میڈیسن اول کیمپل ص۷

۱۵۳۔ طبقات ج۱ ص۲۳۷
۱۵۴۔ تاریخ علم تشریح ص۳۵۹
۱۵۵ آؤٹ لائن آف عربک کنٹریبیوشن ص۱۱۱
۱۵۶۔ عربین میڈیسن اول کیمپل ص۷۵
۱۵۷۔ آؤٹ لائن آف عربک کنٹریبیوشن ص۱۳۷
۱۵۸۔ ہسٹری آف میڈیسن ج۱ ص۲۵۰
۱۵۹ عربین میڈیسن اول کیمپل ص۵۷
۱۶۰ آؤٹ لائن آف عربک کنٹریبیوشن ص۱۳۰
۱۶۱۔ عربین میڈیسن ج۱ ص۲۳
۱۶۲ طبقات ج۲ ص۵۲
۱۶۳ ہسٹری آف میڈیسن ج۱ ص۲۵۰
۱۶۴ عربین میڈیسن کیمپل ص۸۵
۱۶۵۔ آؤٹ لائن آف عربک کنٹریبیوشن ص۱۳۷
۱۶۶۔ ,, ص۲۵۲
۱۶۷۔ طبقات ج۲ ص۹۰
۱۶۸۔ حکماء اسلام ج۱ ص۷۹

۱۶۹ - طبقات ج ۱ ص ۹۰
۱۷۰ - " ص ۹۳، ۹۵
۱۷۱ - حکماء اسلام ج ۱ ص ۲۸۳
۱۷۲ - ص ۲۸۶ تا ۲۸۸
۱۷۳ - طبقات ج ۱ ص ۳۱۸
۱۷۴ - " ص ۳۱۰
۱۷۵ عیون الانباء ج ص ۳۲۸
۱۷۶ - ہسٹری آف سائینسز ص ۶۵۱
۱۷۷ - طبقات ج ص ۳۲۶
۱۷۸ " ص ۳۲۸
۱۷۹ ج ۲ ص
۱۸۰ میڈیکل ہسٹری آف پرشیا ص ۲۱۸
۱۸۱ جشن نامہ ابن سینا مجلد اول ڈاکٹر بہاؤ اللہ صفحات ۹۳،۱۰۳
۱۸۲ - عربین میڈیسن ج کیمبل ص ۸۰
۱۸۳ میڈیکل ہسٹری آف پرسیا ص ۱۹۵
۱۸۴ ہسٹری آف میڈیسن ج ص ۲۴۳

۱۸۵ - حکماء اسلام ص ۳۲۶
۱۸۶ - طبقات ج ص ۶۰
۲۰۷ - ص ۷۹
۲۰۸ عربین میڈیسن ج ص ۹۱-۹۲
۲۰۹ ہسٹری آف میڈیسن ج ص ۲۵۴
۲۱۰ - اخبار اندلس ج ۳ ص ۱۹،۲۰ مترجم خلیل الرحمن
۲۱۱ - حکماء اسلام ج ص ۱۵۱
۲۱۲ " ص ۱۵۱، ۱۵۰
۲۱۳ - ہسٹری آف میڈیسن ج ص ۲۵۶
۲۱۴ - طبقات ج ۲ ص ۶۲
۲۱۵ - ابن خلکان ج ص ۶۰
۲۱۶ - حکماء اسلام ج ص ۳۲
۲۱۷ آؤٹ لائن آف عربک کنٹری بیوشن ص ۱۲۶
۲۱۸ - طبقات ج ص ۱۰۳
۲۱۹ - ہسٹری آف پرشیا ص ۳۰۴
۲۲۰ - طبقات ج ۲ ص ۲۰۱ تا ۲۰۸

۲۲۱ - ہسٹری آف میڈیسن ج ص ۲۲۷
۲۲۲ - آؤٹ لائن آف عربک کنٹری بیوشن ص ۱۳۲
۲۲۳ - طبقات ج ص ۲۱۳، ۲۱
۲۲۴ " ص ۱۳۳
۲۲۵ - آؤٹ لائن آف عربک کنٹری بیوشن ص ۱۵۴
۲۲۶ - ہسٹری آف میڈیسن ج ص ۲۶۳
۲۲۷ - آؤٹ لائن آف عربک کنٹری بیوشن ص ۱۵۵-۱۵۴
۲۲۸ - معجم الاطباء ص ۲۹۲
۲۲۹ - معجم الاطباء ص ۱۹۵
۲۳۰ - " ص ۲۹۲
۲۳۱ ہسٹری آف میڈیسن ج ص ۲۲۷
۲۳۲ - ص ۹۹
۲۳۳ - دائرۃ المعارف اسلامیہ ج ص ۵۸
۲۳۴ لیگیسی آف اسلام ص ۳۱۳